اسلامی فتوحات کی عہد بہ عہد سنہری تاریخ

اٹلس فتوحاتِ اسلامیہ

خلافتِ صدیقی سے خلافتِ عثمانیہ کے عروج تک وسط ایشیا سے مراکش و اندلس اور وسطِ یورپ تک

تالیف احمد عادل کمال

ترجمہ و اضافہ محسن فارانی

DARUSSALAM

دارُالسّلام

کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

اپنی تاریخ سے ناآشنا قومیں اپنے جغرافیے سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتی ہیں

خطاب بہ جوانانِ اسلام

علّامہ اقبال

کبھی اے نوجواں مسلم! تدبّر بھی کیا تونے؟
وہ کیا گردوں تھا، تُو جس کا ہے اک ٹُوٹا ہوا تارا؟

تجھے اُس قوم نے پالا ہے آغوشِ محبت میں
کچل ڈالا تھا جس نے پاؤں میں تاجِ سرِ دارا

تمدّن آفریں، خلّاقِ آئینِ جہاں داری
وہ صحرائے عرب، یعنی شُتربانوں کا گہوارا

سماں اَلفقرُ فَخرِی کا رہا شانِ امارت میں
بہ آب و رنگ و خال و خط چہ حاجت رُوئے زیبارا

گدائی میں بھی وہ اللہ والے تھے غیور اتنے
کہ مُنعم کو گدا کے ڈر سے بخشش کا نہ تھا یارا

غرض میں کیا کہوں تجھ سے کہ وہ صحرانشیں کیا تھے
جہاں گیر و جہاں دار و جہاں بان و جہاں آرا

اگر چاہوں تو نقشہ کھینچ کر الفاظ میں رکھ دوں
مگر تیرے تخیّل سے فزوں تر ہے وہ نظّارا

تجھے آباء سے اپنے کوئی نسبت ہو نہیں سکتی
کہ تو گفتار، وہ کردار، تُو ثابت، وہ سیارا

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
نہیں دنیا کے آئینِ مسلّم سے کوئی چارا

مگر وہ علم کے موتی، کتابیں اپنے آباء کی
جو دیکھیں ان کو یورپ میں تو دل ہوتا ہے سیپارا

(بانگِ درا)

اسلامی فتوحات کی عہد بہ عہد سنہری تاریخ

اٹلس فتوحاتِ اسلامیہ

خلافتِ صدیقی سے خلافتِ عثمانیہ کے عروج تک وسط ایشیا سے مراکش و اندلس اور وسطِ یورپ تک

150 قدیم و جدید رنگین نقشے ■ تاریخی مقامات کی 300 نایاب تصاویر ■ نادر معلومات سے آراستہ

تالیف احمد عادل کمال ترجمہ و اضافہ محسن فارانی

دارالسلام
کتاب و سنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ

سعودی عرب (ہیڈ آفس)

پوسٹ بکس: 22743 الریاض: 11416 سعودی عرب فون: 4043432-4033962 1 00966 فیکس: 4021659

E-mail: darussalam@awalnet.net.sa - riyadh@dar-us-salam.com

Website: www.darussalam.com

- الریاض۔ العلیا۔ فون: 4614483 01 فیکس: 4644945 ● الملز فون: 4735220 01 فیکس: 4735221 ● سویلم فون: 2860422 01
- مندوب الریاض: موبائل: 0503459695-0505196736 ● قصیم (بریدہ): فون / فیکس: 3696124 06 موبائل: 0503417156
- مکہ مکرمہ: موبائل: 0502839948-0506640175 ● مدینہ منورہ فون: 8234446 04 فیکس: 8151121 موبائل: 0503417155
- جدہ فون: 6879254 02 فیکس: 6336270 ● الخبر فون: 8692900 03 فیکس: 8691551
- ینبع البحر فون / فیکس: 3908027 04 موبائل: 0500887341 ● خمیس مشیط فون / فیکس: 2207055 07 موبائل: 0500710328

شارجہ فون: 5632623 6 00971 امریکہ ● ہوسٹن فون: 7220419 713 001 ● نیویارک فون: 6255925 718 001

لندن فون: 4885 539 208 0044 آسٹریلیا فون: 4040 9758 2 0061

پاکستان (ہیڈ آفس و مرکزی شوروم) ● 36- لوئر مال، سیکرٹریٹ سٹاپ، لاہور

فون: 7240024-7232400-7111023-7110081 42 0092 فیکس: 7354072

موبائل: 0322 8484569-0321 4212174 ● غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور فون: 7120054 فیکس: 7320703

Website: www.darussalampk.com E-mail: info@darussalampk.com

کراچی طارق روڈ بالمقابل فری پورٹ شاپنگ مال فون: 4393936 21 0092 فیکس: 4393937

اسلام آباد F-8 مرکز، اسلام آباد فون / فیکس: 2281513 51 0092 موبائل: 0321 5370378

ⓒ مكتبة دارالسلام، ١٤٢٨ هـ

فهرسة مكتبة الملك فهد الوطنية أثناء النشر

كمال, احمد عادل

اطلس الفتوحات الاسلامية باللغة الاردية - احمد عادل كمال - الرياض، ١٤٢٨ هـ

ص: ٤٩٤ مقاس: ١٧×٢٤ سم

ردمك: ٢-٤-٩٩٨٤-٩٩٦٠-٩٧٨

١. الفتوحات الاسلامية ٢. التاريخ الاسلامي أ. العنوان

ديوي ٩٥٣ ١٤٢٨/٦٢٥٣

رقم الإيداع: ١٤٢٨/٦٢٥٣

ردمك: ٢-٤-٩٩٨٤-٩٩٦٠-٩٧٨

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا ہے

انتساب

ہر اُس مسلمان مرد اور عورت کے نام جو اس پُرفتن دور میں، دنیا کے کسی بھی خطے میں، اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اسلام کی سربلندی اور اُمتِ مسلمہ کی ''نشاۃ ثانیہ'' اور عظمتِ رفتہ کی بحالی کا عظیم الشان فریضہ سرانجام دے رہا ہے۔

مضامین

حصہ اول

	عنوانات کتاب	نقشے	عنوانات حواشی	صفحہ
	7 فتح اسکندریہ		▪ دمنہور ▪ دمسیس	239
			▪ فسطاط ▪ خلیج امیر المومنین	240
		107 لیبیا (جدید)		242
حصہ سوم	باب اول: فتوحات اسلامیہ کا دوسرا مرحلہ (اموی و عباسی دور)			243
	1 برقہ (لیبیا) اور مغرب کی فتوحات کا چارٹ			243
	2 فتح طرابلس		▪ برقہ ▪ فزان ▪ زویلہ	244
		108 برقہ اور طرابلس کی فتوحات	▪ طرابلس الغرب	245
			▪ سرت ▪ صبراتہ ▪ ودّان	246
		109 تیونس، الجزائر اور مراکش (جدید)		247
	3 تیونس والجزائر اور مراکش کی فتح		▪ سبخہ ▪ سُبَیطلہ ▪ جَربہ	248
			▪ قیروان: صحابیٔ رسول کا آباد کردہ شہر ▪ بنزرت ▪ قرطاجنہ یا قرطاجہ	249
		110 تیونس کی فتح		250
	عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ کی شہادت		▪ مراکش ▪ المغرب	251
		111 الجزائر اور مراکش کی فتح	▪ جنگ ہتوذا	252
	قرطاجنہ کی بغاوت اور مراکش کی ازسرنو فتح	112 مراکش کی فتح	▪ قابس ▪ موسیٰ بن نصیر	253
	باب دوم: اندلس (اسپین) کی فتح			254
	1 فتح اندلس کا پس منظر فتح اندلس میں کاؤنٹ جولین کا کردار		▪ اسپین ▪ سبتہ ▪ طلیطلہ ▪ خلیفہ ولید کا خط	254
				255
	2 طارق بن زیاد کی یلغار		▪ جبل الطارق (جبرالٹر)	256
		113 وادی بکہ کی جنگ		257
			▪ جزیرۃ الخضراء	258
			▪ قرطبہ: اسلامی اندلس کا ہیرا جو مسلمانوں نے کھودیا	259
	وادیٔ بکہ کا تاریخ ساز معرکہ		▪ وادیٔ بکہ یا وادی لکہ؟	260
			▪ بشارت نبوی اور طارق کا ایمان افروز خطبہ ▪ میدان شریش	261
			▪ اشبیلیہ ▪ البیرہ	262
			▪ مالقہ ▪ وادی الکبیر ▪ وادی الحجارہ	263

حِصّہ چہارم
باب اول سلطنتِ عثمانیہ کے عہد میں فتوحاتِ اسلامیہ
باب دوم سلطنت عثمانیہ کی بحالی اور نئی فتوحات
باب سوم سلطان محمد ثانی فاتح قسطنطنیہ
باب چہارم سلطنت عثمانیہ کا عروج
بحیرۂ روم
بحیرۂ ایجین
روڈس
یونان
ولاچیا

ترکی (جدید)

نقشہ 125

حصہ چہارم

باب اول
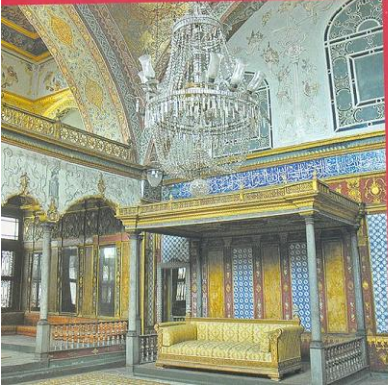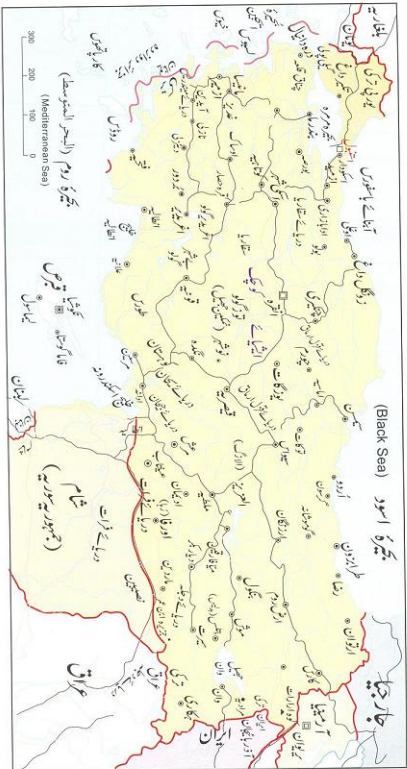
سلطنتِ عثمانیہ کے عہد میں فتوحاتِ اسلامیہ

1

عثمانی ترکوں کی ابتدا اور نقل مکانی

عثمانی ترکوں نے اناطولیہ میں اسلامی سلطنت قائم کر کے اسے مختلف سمتوں میں وسعت دی اور یہ سلطنت سات صدیوں سے زیادہ عرصے تک برقرار رہی۔ مغرب میں عثمانی سلطنت دریائے ڈینیوب [1]، مشرق میں خلیج عربی (خلیج فارس)، شمال میں بحیرۂ ازوف [2] (کے شمال میں یوکرین) اور جنوب میں حبشہ تک پھیل گئی۔

دولت عثمانیہ کی تاریخی تشکیل وسیع دائرے میں یورپ اور مشرق قریب کی تاریخ سے گہرا تعلق رکھتی ہے، چنانچہ عثمانیوں کی تاریخ قرونِ وسطیٰ اور عہدِ جدید کی تاریخ یورپ سے مربوط ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس کا رشتہ مشرقِ عربی کی تاریخ سے جڑا ہوا ہے۔

وزیگراڈ (ہنگری) کے مقام پر دریائے ڈینیوب

بندرگاہ ازوف سے بحیرہ ازوف کا ایک منظر

[1] دریائے ڈینیوب: 2850 کلومیٹر لمبا ڈینیوب دریائے وولگا کے بعد یورپ کا سب سے بڑا دریا ہے۔ اسے جرمن زبان میں Donau کہا جاتا ہے۔ ڈینیوب جرمنی کے جنوب مغرب میں واقع بلیک فارسٹ سے نکلتا ہے اور مشرق آسٹریا، ہنگری، سربیا، بلغاریہ اور رومانیہ کے جنوب مشرق میں بہتا ہوا بحیرۂ اسود میں جا گرتا ہے۔ مشرق میں اس کا طاس ہنگری سے بحیرۂ اسود تک جن علاقوں میں واقع ہے، وہ سب دولتِ عثمانیہ کے زیرِ نگیں آ گئے تھے۔ رومانیہ اور بلغاریہ کی زیادہ تر سرحد دریائے ڈینیوب ہی بناتا ہے۔ یہ سلاویکیا، کروشیا اور یوکرین کی حدود پر بھی بہتا ہے۔ اس کے کنارے یورپ کے تین دارالحکومت وی آنا (آسٹریا)، بوڈاپسٹ (ہنگری) اور بلغراد (سربیا) واقع ہیں۔ (أطلس العالم، مكتبة لبنان، بیروت، آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری)

[2] بحیرۂ ازوف: یہ جنوبی روس اور یوکرین میں گھرا ہوا سمندر ہے۔ جزیرہ نما کریمیا (یوکرین) اسے بحیرۂ اسود سے الگ کرتا ہے اور ایک تنگ آبنائے بحیرۂ ازوف (Azov Sea) کو بحیرۂ اسود سے ملاتی ہے۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص:97)

یورپ میں اسلامی فتوحات اوّلین فتوحاتِ اسلامیہ ہی کا تسلسل تھیں جو عہد خلافتِ راشدہ میں اور اس کے بعد عمل میں آئی تھیں۔ سلطنت عثمانیہ نے بھی اسلام کے نام پر شاندار فتوحات حاصل کیں اور عثمانی عساکر نے جنوب مشرقی اور وسطی یورپ میں دور دور تک مسیحی ممالک روند ڈالے، اور یہ وہ ممالک تھے جو اس سے پہلے کسی مسلم حکمران کے زیر تسلط نہیں آئے تھے۔ سلطنتِ عثمانیہ نے ان ممالک کی فتوحات سے یورپ میں اسلام کے فروغ واشاعت میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔

تیرھویں صدی عیسوی کے ربع اول میں چنگیز خاں کے حملوں سے دنیا بھر میں خوف ودہشت اور سراسیمگی کی لہر دوڑ گئی۔ اس نے شمالی چین پر قبضہ کر کے ترکستان کا رُخ کر لیا۔ اس زمانے میں کوئی انسانی قوت ایسی نہ تھی جو ان کے مقابلے میں کھڑی ہوتی، چنانچہ 617ھ/1220ء میں چنگیز خاں کے اہم سپہ سالاروں جبی نویان اور سوبدائی نویان نے ترکستان کا علاقہ زیروزبر کر ڈالا اور لوٹتے مارتے ایران تک پہنچ گئے۔

ترکستان: مؤرخ طبری کے مطابق دریائے جیحون (آمو دریا) ترکستان اور سلطنت فارس کی سرحد بناتا تھا۔ 1886ء میں پروفیسر مشکوف نے ''ترکستان'' یا ''طاس ترکستان'' کا نام اس علاقے کے لیے تجویز کیا جو وسط ایشیا کے وسطی پہاڑوں، بحیرۂ خزر (کیسپین)، سطح مرتفع ایران اور برفانی سمندر (بحر منجمد شمالی) کے درمیان واقع ہے۔ اس سے پہلے روس نے ترکستان پر قبضہ کر کے تاشقند کو گورنر جنرل کا صدر مقام بنایا تھا (1867ء)۔ انقلاب روس (1917ء) کے بعد چند سال جمہوریہ ترکستان قائم رہی اور تاشقند اس جمہوریہ کا بھی صدر مقام تھا۔ اس دور میں مغربی ترکستان (روسی ترکستان) اور مشرقی ترکستان (چینی ترکستان) کی اصطلاحیں مستعمل رہیں۔ اُزبک دور سے سیر دریا (سیحون) کے وسطی حصے پر ایک شہر ترکستان کے نام سے آباد ہے۔ اس سے پہلے بارھویں تا چودھویں صدی عیسوی ترکستان شہر کو ''یسی'' کہتے تھے۔ ترکستان کی وجہ تسمیہ غالباً ''حضرتِ ترکستان'' ولی اللہ احمد یسوی تھے جن کی تبلیغ سے ترکوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ ترکستان شہر ''تاشقند۔ اورن برگ'' ریلوے لائن پر واقع ہے۔ 1924ء میں جب سوویت رُوس نے قومیتوں کی بنیاد پر ترکستان کی تقسیم نو کی تو ملک کا مشہور نام ''ترکستان'' متروک ہو گیا اور قومیتی نام استعمال ہونے لگے، مثلاً: اُزبکستان، ترکمانستان اور تاجکستان، تاہم مجموعی طور پر روسیوں کے ہاں سرِدنیائے ایزیا (Srednyaya Aziya) یعنی وسطی ایشیا کی اصطلاح استعمال ہوتی رہی (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 6/359-362)۔ وسطی ایشیا کا بحیرۂ کیسپین سے صحرائے گوبی تک پھیلا ہوا علاقہ ترکستان ہے۔ اسے پامیر اور تھیان شان کے پہاڑ دو حصوں میں منقسم کرتے ہیں: ① مغربی ترکستان جس میں موجودہ دور کے ترکمانستان، اُزبکستان، تاجکستان، کرغیزستان اور قازاقستان شامل ہیں۔ ② مشرقی ترکستان جو چین کے مغربی صوبہ شن جیانگ (سابق ''سنکیانگ'') پر مشتمل ہے (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص: 1551)۔ دسمبر 1991ء میں ازبکستان، ترکمانستان، تاجکستان، کرغیزستان، قازاقستان اور آذربائیجان روسی تسلط سے آزاد ہو گئے۔ آذربائیجان جو بحیرۂ کیسپین کے مغرب میں روایتی ترکستان اور ترکی کے مابین واقع ہے، وہ بھی ترکی زبان بولنے والوں کا ملک ہے۔ ترکستان کے روسی نام میں ''سرِ دُنیا'' (دُنیا کی چھت) سے مراد سطح مرتفع پامیر ہے۔ سمرقند، بخارا، خوارزم، مرو، ترمذ اور فرغانہ ترکستان کے تاریخی شہر ہیں۔

کوکل داش مسجد (تاشقند)

ترفان (شن جیانگ) میں امین مینار

صوبہ قونیہ میں قصبہ سلجوقلو

تاتاری یا منگول (مغل) اس وقت شامانی مذہب [1] کے پیروکار تھے۔ تاتاریوں کی غارت گری سے وسط ایشیا کے ترک مسلمانوں میں جو سراسیمگی پھیلی تھی، اس کے نتیجے میں بڑی تعداد میں لوگ نقل مکانی کرنے پر مجبور ہوئے۔ ترکوں میں ایک چھوٹا قبیلہ ''قابی'' نام کا تھا جس نے اپنے وطن سے ہجرت پر مجبور ہو کر اناطولیہ کا رُخ کیا۔ ان کی نفری 400 خیمے، یعنی تقریباً 4 ہزار افراد تھی اور ان کا سردار ایک مالدار شخص تھا جس کا نام کندوز الپ تھا۔

اناطولیہ میں عثمانیوں کا پہلا معرکہ

اس پُر آشوب دور میں آذر بائیجان کے علاقے میں جو آج ترکی کے شمال مشرق میں واقع ہے، قونیہ [2] کے سلجوقی سلطان [3] اور خاقانِ ترکستان جلال الدین خوارزم شاہ کے مابین وہ معرکہ برپا ہوا جو ''یاسی جمن'' کے نام سے معروف ہے۔ [4] قریب تھا کہ سلطان قونیہ شکست کھا جاتا مگر عین اس وقت کوندوز الپ [5] کمزور فریق کی حمایت میں معرکۂ کارزار میں کود پڑا اور اس کے ساتھ ہو کر لڑائی کے ایسے جوہر دکھائے کہ وہ سلطان قونیہ کی فتح کا سبب بن گیا۔ فتح کے بعد سلطان قونیہ کو پتہ چلا کہ یہ معزز ترک قبیلہ وطن کی تلاش میں ہے۔ تب سلجوقی سلطان نے اس قبیلے میں حصولِ قوت اور جنگجوئی کے اوصاف محسوس کرتے ہوئے انھیں اپنی سلطنت اور بازنطینی (رومی) سلطنت کی درمیانی حدود پر بسا دیا۔ اور دُنیا کا موجودہ نقشہ دیکھا

[1] شامانیت: یہ ارواح پرستوں کا مذہب ہے جو شمالی ایشیا اور شمالی امریکہ کی قدیم اقوام میں رائج تھا۔ ''شامان'' (ارواح پرست) روس کی تنگوشی زبان ''سامان'' کے لفظ کی ایک شکل ہے۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص:1331)

[2] قونیہ: یہ جنوبی وسطی ترکی کا مشہور شہر ہے جس کا قدیم نام ایکونیم (Icunium) ہے۔ معرکہ ملازکرد یا Battle of Manzikert (1071ء) کے بعد سلجوقی ترکوں نے قونیہ پر قبضہ کر لیا۔ 1074ء میں سلجوقی شہزادہ سلیمان بن قتلمش قونیہ میں تخت نشین ہوا۔ یہاں مولانا جلال الدین رومی کا مرقد ہے۔ قونیہ کی سلجوقی سلطنت کا نشان ہلال تھا۔ جسے عثمانیوں نے بھی اختیار کیا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 16-482/2، انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم: 40/1، تاریخ ترکیہ: 26)

[3] یہ سلجوقی سلطان علاء الدین کیقباد اول تھا جس نے 616ھ تا 634ھ / 1219ء تا 1236ء اناطولیہ پر حکومت کی۔ سلجوقی ترکوں نے پانچویں صدی ہجری میں دریائے جیحون سے لے کر بحیرۂ روم تک وسیع سلطنت قائم کر لی تھی۔ قونیہ کی سلجوقی سلطنت اسی کی ایک شاخ تھی۔ (أطلس التاريخ العربي الإسلامي، ص:222)

[4] مؤلف کو شاید غلط فہمی ہوئی، یہ معرکہ سلجوقی سلطان اور جلال الدین خوارزم شاہ کے مابین برپا نہیں ہوا تھا بلکہ یہ تاریخ ساز جنگ 621ھ میں سلجوقی فرمانروا علاء الدین کیقباد اول اور مغلوں (تاتاری فوج) کے درمیان لڑی گئی تھی۔ (تاریخ اسلام از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی: 426/2، تاریخ ترکیہ از نصیر احمد ناصر، ص:24)

[5] یہ درست نہیں کہ سلجوقی سلطان (علاء الدین کیقباد اول) کی مدد کو پہنچنے والا ترک سردار ''کوندوز الپ'' تھا بلکہ ''درحقیقت وہ ترکمان سردار سلیمان کا بیٹا ارطغرل تھا جو اپنے 444 ہمراہیوں کو لے کر کمزور فریق کی طرف سے زبردست فریق پر ٹوٹ پڑا تھا۔ مغلوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور وہ بہت سی لاشیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اس پر علاء الدین سلجوقی نے ارطغرل کو انگورہ کے قریب جاگیر عطا کی اور اس کے باپ سلیمان خان کو اپنی فوج کا سپہ سالار بنایا (تاریخ اسلام: 427/2)۔ ارطغرل کے تین بیٹے تھے: عثمان، گوندوز اور سَرُوبَتی۔ ارطغرل نے علاء الدین کیقباد اول کے عہد میں نقلِ وطن کیا۔ اس نے قرہ جہ حصار اور کوتاہیہ کو فتح کیا (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 386/2)۔ ارطغرل کے بیٹے گوندوز کو مؤلف نے غلط فہمی میں ''کوندوز الپ'' لکھ کر علاء الدین کیقباد اوّل کا مددگار ٹھہرایا ہے جو صحیح نہیں۔ علاء الدین سلجوقی اور جلال الدین خوارزم شاہ میں لڑائی 627ھ / 1230ء میں ارزنجان کے مقام پر ہوئی تھی جس میں سلجوقی سلطان کو الملک الاشرف ایوبی کی مدد حاصل تھی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 323/7)

جائے تو وہ حدود آج کے ترکی میں ''اسکی شہر''[1] بلجک[2] اور کوتاہیہ[3] کے صوبوں میں پڑتی ہیں۔

اس سلطان کے عہد میں قونیہ کی سلجوقی سلطنت اپنے عروج کو پہنچ گئی۔ اس نے ترکمان قبیلہ ''قابی'' کو جب سرحدی جاگیر عطا کی، اس جاگیر کی وسعت غالبًا 2 ہزار مربع کلومیٹر سے زیادہ نہ تھی، تاہم ارطغرل نے رومیوں کے خلاف جہاد کر کے اس کا رقبہ 4800 مربع کلومیٹر تک وسیع کر لیا اور جب 90 سال کی عمر میں اس کا انتقال ہوا (680ھ/1281ء) تو اُس کا بیٹا عثمان اس کا جانشین بنا۔

اِسکی شہر کے وسط میں رشادیہ مسجد
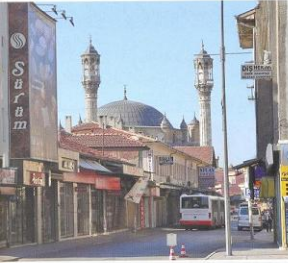
کوتاہیہ (ترکی) کا بازار

[1] اسکی شہر: ترکی میں ''اسکی'' کے معنی ہیں ''پرانا''۔ ''اسکی شہر'' وسطی مغربی اناطولیہ کا ایک شہر ہے۔ یہ ولایت اسکی کا صدر مقام ہے اور گرم چشموں کے لیے مشہور ہے۔ اسکی شہر نے قدیم ڈوری لیون (عربی میں دَرَوْلیہ) کی جگہ لی ہے۔ 89ھ/708ء میں عباس بن ولید اُموی نے ڈوری لیون کو فتح کیا۔ یکم جولائی 1097ء کو صلیبی محاربین ڈوری لیون کی لڑائی جیت کر سلجوقی مملکت میں سے گزرنے کے قابل ہو گئے۔ اکتوبر 1147ء (دوسری صلیبی جنگ) میں یہاں عیسائیوں نے شکست کھائی اور ان کی پیش قدمی رُک گئی۔ 1175ء میں سلجوقیوں نے (صلیبی حملے کے پیشِ نظر) اس شہر کو برباد کر دیا۔ 1920-22ء کی یونان ترکی جنگ میں یہ شہر پھر برباد کیا گیا۔ ان دنوں ''اسکی شہر'' ایک صنعتی شہر اور ریلوے جنکشن ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 2/ 667,666)

[2] بلجک یا بیلہ جک: یہ شہر انقرہ کے مغرب میں اور ''اسکی شہر'' کے نزدیک شمال مغرب میں واقع ہے۔ اسے ماضی میں بلوکومہ کہا جاتا تھا۔

(اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 3/523)

[3] کوتاہیہ: یہ قدیم Cotyaeum ہے جو ایک سنجق (صوبہ یا ڈویژن) کا صدر مقام ہے۔ یہ پُرسق (دریائے سقاریہ کا معاون) کے کنارے واقع ہے۔ اس کے مضافات میں گرم پانی کے چشمے ہیں۔ چودھویں صدی عیسوی (783ھ/1381ء) میں یہ قصبہ ترکمانی حکمران گرمیان اوغلی (سلیمان شاہ) کا دارالحکومت تھا اور اس نے اپنی بیٹی کو جہیز میں دے دیا جس کی شادی بایزید اول (یلدرم) سے ہوئی تھی۔ جنگِ انقرہ (1402ء) کے بعد تیمور نے افسوس کی طرف پیش قدمی کی تو کوتاہیہ میں اپنے بیٹے شاہ رُخ کو والی بنا گیا (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 17/ 442 اور: 17/ 546)۔ ''کوتاہیہ'' اِسکی شہر کے جنوب مغرب میں ہے۔

2

عثمان اوّل اور فتوحات کا آغاز

ارطغرل کے جانشین عثمان اول کی حکومت 726ھ/1326ء تک رہی۔ یہی عثمان اول سلطنتِ عثمانیہ کا حقیقی بانی شمار ہوتا ہے۔[1] جب سے اس نے اقتدار سنبھالا، اس کی فوج نے ہر میدان میں رزم آرائی اور جنگی مہارت کے اعلیٰ معیار کا مظاہرہ کیا۔ اس کے لشکری ہر آن غزا و جہاد کے مشتاق رہتے تھے، اس طرح سلطنت عثمانیہ کو سیاسی منظر پر اُبھرنے کا موقع مل گیا۔ عثمان خان کے سامنے دو محاذ تھے جن پر وہ جنگ کر سکتا تھا: ① بازنطینی محاذ ② ترکمانی امارات کا محاذ۔ اور اس نے اپنا نصب العین یہ طے کیا کہ وہ اپنی سلطنت کی توسیع بازنطینی سلطنت کی حدود میں کرے گا اور اناطولیہ کی ترکمانی امارات سے تصادم مول نہیں لے گا۔

عثمان خان کا قرہ جہ حصار پر قبضہ

691ھ/1291ء میں عثمان نے قرہ جہ حصار[2] نامی قلعہ فتح کر لیا جو اِسکی شہر کے جنوب میں واقع تھا۔ اس نے قرہ جہ حصار کو اپنا دارالحکومت بنا لیا اور اپنے نام کا خطبہ جاری کیا۔ یہیں سے اس نے بحیرۂ مرمرہ[3] اور بحیرۂ اسود[4] کی طرف فوجی مہمات سر کیں۔

[1] 699ھ میں تاتاریوں نے ایشیائے کوچک پر حملہ کیا۔ اس جنگ میں سلجوقی سلطان علاء الدین کیقباد ثالث مدافعت کرتا ہوا شہادت سے ہمکنار ہوا اور اس کا بیٹا غیاث الدین بھی مارا گیا۔ مغل حکمران غازان لوٹ مار کر کے واپس چلا گیا۔ بعد میں سلجوقی سلطنت کا کوئی حقیقی وارث نہ ہونے کے باعث لشکریوں اور شہریوں نے عثمان خاں ہی کے سر پر تاج رکھ دیا (تاریخ ترکیہ از ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، ص: 28,27)۔ عثمان خاں بانی دولت عثمانیہ کی تخت نشینی یکم محرم 699ھ/ 28 ستمبر 1299ء کو عمل میں آئی (تقویم تاریخی از عبدالقدوس ہاشمی، ص: 175)۔ غازان چار پانچ سال پہلے اسلام قبول کر کے ''غازان محمود خان'' بن چکا تھا مگر ابھی اس میں خوئے خونریزی بدستور موجود تھی۔ غیاث الدین کیخسرو (ثالث) شاہ قونیہ نے عثمان خان کو اپنی فوج کا رئیس العسکر بنا کر اپنی بیٹی (اکلوتی اولاد) اس سے بیاہ دی۔ بہت جلد عثمان وزیر اعظم بن گیا۔ 699ھ میں علاء الدین کیقباد ثالث مغلوں کے ایک ہنگامے میں قتل ہوا تو ارکان سلطنت نے عثمان خان کو تخت سلطنت پر بٹھا دیا۔ یوں اسرائیل بن سلجوق کی اولاد نے 429ھ میں جو سلطنت قائم کی تھی وہ 699ھ میں ختم ہوگئی اور اس کی جگہ سلطنت عثمانیہ نے لے لی۔ یاد رہے اسرائیل بن سلجوق وہی شخص تھا جس کو سلطان محمود غزنوی کے حکم سے قلعہ کالنجر (ہندوستان) میں قید رہنا پڑا تھا۔ (تاریخ اسلام از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی: 429/2)

[2] قرہ جہ حصار (قرہ حصار): یہ مغربی اناطولیہ میں دریائے اقارچائی کے کنارے قونیہ کوتاہیہ ریلوے لائن پر واقع ہے۔ ترکی زبان میں ''قرہ حصار'' کے معنی ہیں ''سیاہ قلعہ'' اچھی افیون پیدا ہونے کے باعث اسے افیون قرہ حصاری یا قرہ حصار افیون بھی کہتے ہیں۔ (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 3/3، 16-72,71/2) آج کل یہ شہر صرف ''افیون'' کہلاتا ہے۔

[3] بحیرۂ مرمرہ: اس کا قدیم نام Propontis تھا۔ یہ یورپی ترکی کو ایشیائی ترکی سے جدا کرتا ہے۔ بحیرۂ مرمرہ (Sea of Marmara) کو آبنائے باسفورس بحیرۂ اسود سے ملاتی ہے اور درۂ دانیال اسے بحیرۂ ایجین سے ملاتا ہے۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص: 884)

[4] بحیرۂ اسود: یہ مدوجزر سے خالی تقریباً خشکی بند سمندر ہے جو روس، جارجیا، ترکی، بلغاریہ، رومانیہ اور یوکرین میں گھرا ہوا ہے اور آبنائے باسفورس، بحیرۂ مرمرہ اور درۂ دانیال کے ذریعے سے بحیرۂ ایجین اور بحیرۂ روم سے ملا ہوا ہے۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص: 149)

701ھ/1301ء میں عثمان خان نے بازنطینی سپہ سالار موزایون کو اقیون حصار نامی قلعے کے نزدیک شکست دی جو کہ ازمیت [1] اور نیقیہ [2] کے درمیان واقع ہے۔ اس کی کامیابی سے عثمان کے بروسہ [3]، نیقیہ اور ازمیت پر عسکری قبضے کی راہ ہموار ہوگئی۔ پھر اس نے ینی شہر [4] فتح کر لیا جسے اس نے اپنا دارالحکومت بنالیا۔ اور 704ھ/1304ء میں سلجوقی رُومی سلطنت کے زوال پر عثمان کو موقع ملا تو اس نے اناطولیہ کی بٹی ہوئی ریاستوں کو مستقل طور پر اپنی سلطنت میں شامل کر لیا۔

ازمید (ترکی) اور بحیرۂ مرمرہ

ازنیق (نیقیہ) کی سبز مسجد

بُرسہ شہر (ترکی)

[1] **ازمیت**: یونانی، اناطولیہ کے اس قدیم شہر کو نیقومیڈیا کہتے تھے، ترکوں نے اسے ازمید یا ازمیت کا نام دیا جو ولایت کوکائلی میں واقع ہے۔ خلیج ازمیت دراصل بحیرۂ مرمرہ ہی کا ایک حصہ ہے۔

[2] **نیقیہ**: یہ قدیم یونانی شہر اسی نام کی جھیل کے کنارے بیلہ جک کے شمال میں واقع ہے۔ آج کل اسے ازنیق کہتے ہیں۔ ازنیق (نیقیہ) قدیم عثمانی دارالحکومت بروسہ سے تقریباً 80 کلومیٹر شمال مغرب میں واقع ہے۔ نیقیہ (Nicaea) دوکلیسائی کونسلوں کے لیے مشہور ہے۔ 325ء کی نیقیہ کونسل نے اسکندریہ کے پادری اریس (Arius) کے اس نظریے کو رد کر دیا کہ عیسیٰ خدا نہیں اور اس کے بجائے ''نظریۂ نیقیہ'' یعنی الوہیت مسیح کا نظریہ مسیحیت کی بنیاد قرار پایا۔ دوسری نیقیہ کونسل (787ء) نے بت شکن عیسائیوں (Iconoclasts) کی مذمت کر کے بت پرستی کو جزو عیسائیت بنا دیا (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص: 979)۔ عربوں نے 717ء اور 725ء میں نیقیہ کا ناکام محاصرہ کیا۔ 1081ء میں یہ سلیمان بن قُتلمش سلجوقی کے قبضے میں آ گیا جس نے یہاں رہائش اختیار کر لی۔ 1096ء میں سلیمان کے بیٹے اور جانشین آلپ ارسلان نے نیقیہ کے سامنے والٹر کے زیر قیادت پہلے صلیبیوں کو شکست فاش دی مگر آئندہ سال 20 جون 1097ء کو یہ شہر گوڈفرے کی سرکردگی میں حملہ آور صلیبیوں کا مقابلہ نہ کر سکا اور اس نے بوزنطیوں کی اطاعت قبول کر لی جو صلیبیوں کے حلیف تھے۔ عثمانی سلطان اورخان نے طویل محاصرے کے بعد 731ھ/1331ء میں نیقیہ پر قبضہ کیا اور کچھ دنوں کے لیے اسے اپنا دارالحکومت بنایا۔ 1402ء میں تیمور کی فوج کے ایک دستے نے اس شہر پر قبضہ کر کے اسے ویران کر دیا۔ اولیا چلپی اور ابوبکر فیضی اس کا ایک نام ''چینِ ماچینِ روم'' بتاتے ہیں کیونکہ یہاں کی چینی کی ٹائلوں کی صنعت مشہور تھی۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 507/2، 508)

[3] **بُرسہ یا بورسہ**: بُرسہ (Bursa) ایک مشہور شہر ہے جو ترکی کے شمال میں بحیرۂ مرمرہ کے قریب واقع ہے۔ بحیرۂ مرمرہ سے اس کا فاصلہ 35 کلومیٹر ہے۔ یہ اسی نام کے صوبے کا دارالحکومت بھی ہے۔ بُرسہ 1326ء سے 1362ء تک سلطنتِ عثمانیہ کا دارالحکومت رہا (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص: 196)۔ بُرسہ یا بُورسہ جسے ترکانِ آلِ عثمان قدیم شہر پروسہ (Prusa) کے نام کی رعایت سے بروسہ بھی کہتے ہیں، کوہسار کشیش طاغ (Mysian Olympus) کے شمال میں واقع ہے۔ 804ھ/1402ء میں جب تیمور نے بایزید اول (یلدرم) پر فتح پائی تو برسہ کو تاخت و تاراج کرنے کے بعد جلا ڈالا۔ اس کے بعد سے برسہ کی جگہ ادرنہ (ایڈریانوپل) کو عثمانی دارالسلطنت کی حیثیت حاصل ہوگئی۔ 1248ھ/1832ء میں برسہ ایالت خداوندگار کا صدر مقام بن گیا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 402/4-405)

[4] **ینی شہر**: اس نام کے معنی ہیں ''نیا شہر'' اور یہ بروسہ کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ ترکوں نے بعد میں یونان فتح کر کے وہاں بھی ایک ینی شہر بسایا جو اب Neapoli کہلاتا ہے اور مغربی مقدونیہ میں واقع ہے۔ (ریفرنس اٹلس آف دی ورلڈ: 117)

عثمانی عساکر کی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا، چنانچہ انھوں نے بُرسہ اور نیقیہ کے درمیان واقع قلعہ ''تریکوکا'' پر قبضہ کر لیا جو نیقیہ اور نیقومیڈیا (ازمیت) کو ملانے والی شاہراہ پر واقع تھا۔ اس کے نتیجے میں عثمانی آبنائے باسفورس سے قریب ہوگئے اور جلد ہی اورخان بن عثمان خان کے ہاتھوں بُرسہ فتح ہوگیا (2 جمادی الاولی 726ھ / 6 اپریل 1326ء)۔ یہاں تعینات رومی فوج پسپا ہوگئی اور اسلامی لشکر شہر میں داخل ہوگیا۔ اُورخان نے اہل شہر سے کوئی تعرض نہ کیا اور انھوں نے جزیے کی ادائیگی پر صلح کر لی، پھر عثمان نے انتقال کیا اور اس کا بیٹا اورخان تخت نشین ہوا۔ عثمان خان نے بستر مرگ سے اپنے بیٹے کو گرانقدر وصیت کی تھی جس میں اسلام کی روح نمایاں طور پر نظر آتی ہے:

''اے میرے بیٹے! کسی ایسے کام میں مشغول ہونے سے بچنا جس کا اللہ رب العالمین نے حکم نہیں دیا۔ جب تمھیں کسی مشکل امر کا فیصلہ کرنا ہو تو علمائے دین کے مشورے سے مدد حاصل کرنا۔

اے میرے بیٹے! تم (اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی) اطاعت کر کے عزت حاصل کرنا اور اپنے لشکریوں کو نوازتے رہنا۔ اور شیطان تمھیں تمھارے لشکر اور مال پر مغرور نہ کردے اور تم اہلِ شریعت سے دُور رہنے کی روش اختیار نہ کرنا۔

اے میرے بیٹے! تم جانتے ہو کہ ہماری غایت اللہ رب العالمین کی رضا مندی ہے اور بے شک جہاد سے ہمارے دین کی روشنی زمانے بھر میں عام ہو جائے گی، یوں اللہ جل جلالہ کی مرضی پوری ہو کے رہے گی۔

اے میرے بیٹے! ہم ان لوگوں میں سے نہیں جو اپنی سلطنت قائم کرنے یا انسانوں کو غلام بنانے کے لیے جنگیں لڑتے ہیں۔ پس ہم تو اسلام کے لیے جیتے اور اسلام کے لیے مرتے ہیں۔ اور اے میرے بیٹے! یہی ہمارا طریقہ ہے، تم اس پر کاربند رہنا۔''

نقشہ 126

سلطنت عثمانیہ کی توسیع (1326ء تک)

3
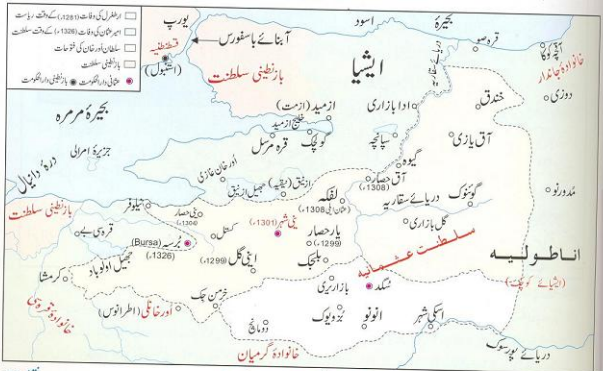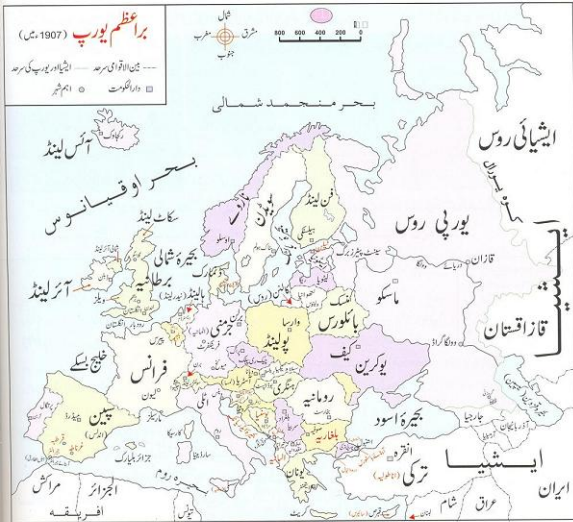
اُورخان فتوحات کا سلسلہ جاری رکھتا ہے

اُورخان بن عثمان 726ھ/1326ء میں تختِ حکومت پر براجمان ہوا اور اس کی حکومت 761ھ/1359ء تک قائم رہی۔ اورخان کو اپنے والد کی طرف سے روحِ جہادِ اسلامی کے احیا کے لیے کوشاں رہنے کا جو جذبہ حاصل ہوا تھا اسے بروئے کار لاتے ہوئے اس نے اپنے عہد میں سلطنت کی توسیع کا کام جاری رکھا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے ہاتھوں ازمیت، ازنیق اور بحیرۂ مرمرہ کے جنوب میں امارت قرہ سی [1] کی فتح عطا فرمائی۔

758ھ/1356ء میں اورخان کے بیٹے سلیمان نے ایک رات 40 جانبازوں کے ساتھ درۂ دانیال کو پار کیا اور اس کے مغربی کنارے جا پہنچے۔ وہاں سے اُنھوں نے رومی کشتیاں چھینیں اور مشرقی ساحل پر لوٹ آئے۔ اس وقت عثمانیوں کے پاس بحری بیڑا نہیں تھا کیونکہ ابھی ان کی سلطنت کے قیام کے ابتدائی مراحل طے ہو رہے تھے۔ مشرقی کنارے پہنچ کر سلیمان نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ ان کشتیوں میں سوار ہو جائیں، پھر انھوں نے ان کشتیوں میں یورپی ساحل پر ہلا بول دیا اور قلعہ ترنب (Tzympe) کی بندرگاہ اور گیلی پولی [2] فتح کر لیے۔ وہاں چناق قلعہ [3] بھی تھا۔ ان کے علاوہ عثمانیوں نے ایسالا اور رودستو پر بھی قبضہ کر لیا۔ یہ دونوں درۂ دانیال کے یورپی ساحل پر واقع تھے۔ یہ چاروں اہم مقامات درۂ دانیال کے مغربی ساحل پر جنوب سے شمال تک پھیلے ہوئے تھے۔ ان پر قبضہ کر کے اس عظیم مسلم سپہ سالار نے یورپی ساحل پر ایسے مراکز حاصل کر لیے جن سے بعد میں قسطنطنیہ کی فتح کے لیے آنے والوں نے استفادہ کیا۔

گیلی پولی کا ساحل

اس حکمران (اُورخان) کا اہم ترین کارنامہ عثمانی سلطنت کے ڈھانچے کی تشکیل تھا۔ اسی کے عہد میں وزیر اول (صدر اعظم) کا منصب قائم ہوا۔

1 قرہ سی: ترکوں کی یہ چھوٹی سی ریاست بحیرۂ آنجین کے شمال میں بحیرۂ مرمرہ کے کنارے واقع تھی۔ 737ھ/1336ء میں اس پر اُورخان کا قبضہ ہوا۔

2 گیلی پولی: یہ درۂ دانیال کے یورپی ساحل پر جزیرہ نما گیلی پولی میں واقع ہے۔ یورپی ترکی (تھریس) کے اس شہر نے پہلی جنگ عظیم کے دوران میں 1915ء میں شہرت پائی جب اتحادیوں نے درۂ دانیال سے گزرنا چاہا تاکہ بحیرۂ اسود کی روسی بندرگاہوں تک رسد پہنچا سکیں لیکن ترکوں نے شدید مزاحمت کی۔ اس پر اتحادیوں بشمول آسٹریلیا و نیوزی لینڈ کی افواج نے جزیرہ نما گیلی پولی (Gallipoli) پر حملہ کر دیا۔ اس خونریز جنگ میں طرفین کے ڈھائی ڈھائی لاکھ فوجی مارے گئے اور ترکوں نے اتحادیوں کو ناکوں چنے چبوائے حتی کہ جنوری 1916ء میں اتحادی فوجیں بے نیلِ مرام پسپا ہو گئیں۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص: 568)

3 چناق قلعہ (Canakkale): دراصل درۂ دانیال کے ایشیائی ساحل پر واقع ہے۔ (ریفرنس اٹلس آف دی ورلڈ)

اس کے عہد میں فوج کو دو مستقل حصوں ''پیادہ'' اور ''سوار'' میں تقسیم کر دیا گیا۔ اور دولتِ عثمانیہ کے نام کے سونے اور چاندی کے سکے جاری کیے گئے۔ عثمانی سکّوں کا اجرا اُورخان کے بھائی علاء الدین [1] کی تدبیر سے ہوا جو صدر اعظم کے منصب پر فائز اور داخلی امور کی انجام دہی کا ذمہ دار تھا۔ اس طرح اُورخان کو فتوحات اور اسلام کے فروغ کی مہم جاری رکھنے کے لیے فراغت میسر آ گئی تھی۔ اس نے فتوحات جاری رکھیں حتیٰ کہ 761ھ / 1359ء میں اسے موت نے آلیا۔
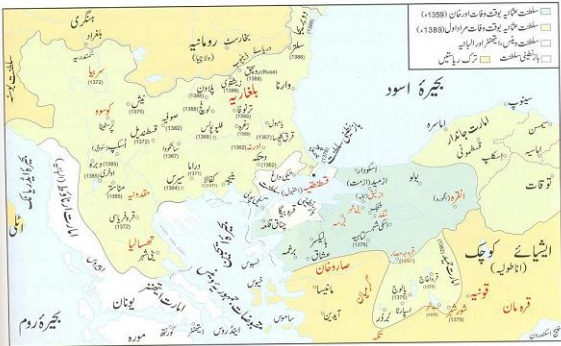
سلطنت عثمانیہ (مراد اول کے عہد میں)

نقشہ 128

[1] علاء الدین علی، اُورخان کا بڑا بھائی تھا۔ اُورخاں نے تخت نشین ہو کر سلطنت کو باہم تقسیم کر لینے پر آمادگی ظاہر کی مگر علاء الدین باپ کی وصیت کا پاس کرتے ہوئے نہ مانا، تاہم اُورخان کے اصرار پر اس نے انتظام مملکت کی ذمہ داری قبول کی۔ وہ سلطنت عثمانیہ کا پہلا وزیر اور پہلا خطاب یافتہ ''پاشا'' تھا۔
(تاریخ ترکیہ از ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، ص:40)

4

سلطان مراد اول کی فتوحات

اورخان کی وفات کے بعد زمام سلطنت اس کے بیٹے مراد اول کے ہاتھ آئی (761ھ/1360ء) اور اس کا عہد حکومت 791ھ/1389ء تک محیط رہا۔ اس عثمانی حکمران نے اپنے پیشروؤں کی فتوحات کا سلسلہ جاری رکھا۔ اس نے جہاد کا پرچم اٹھایا اور اللہ تعالیٰ نے اسے 763ھ/1362ء میں ادرنہ [1] کی فتح عطا کی۔ اس کے ساتھ ہی مراد اپنا دارالحکومت بروسہ سے ادرنہ لے گیا تاکہ یورپ میں دعوت اسلام و جہاد کے فروغ میں مدد ملے اور وہ یورپی جہادی مہمات پر قریب کے اس مقام سے روانہ ہو سکے۔ جلد ہی اس کے ہاتھوں شہر فلپو پولس (فیلبہ) [2] فتح ہو گیا (1368ھ) جو آج کل جنوبی بلغاریہ میں صوبہ مشرقی رومیلیا [3] کا دارالحکومت ہے۔ یوں قسطنطنیہ عثمانیوں کے گھیرے میں آ گیا۔ یہ اس امر کی بشارت تھی کہ قسطنطنیہ فتح ہونے کے قریب ہے۔
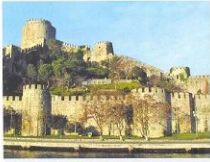
ادرنہ کی ایک شاندار مسجد
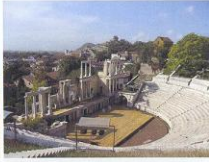
فلپو پولس (بلغاریہ) کا رومی ایمفی تھیٹر

حصار رولی

[1] ادرنہ: یہ شہر یورپی ترکی، یعنی تھریس کی سرحد پر واقع ہے۔ رومی حکمران ہیڈریان کے نام پر اس کا یونانی نام ایڈریانوپل (Adrianople) ہے۔ ادرنہ فتح قسطنطنیہ تک عثمانی دارالحکومت رہا۔ جنگ بلقان (1913ء) کے دوران میں بلغاری افواج حملہ آور ہوئیں اور ترک جرنیل شکری پاشا حصار ادرنہ میں محصور ہوا تو اس نے وہاں مارشل لاء نافذ کر کے شہریوں سے جبری حصول رسد کا حکم دیا مگر شہر کے مفتیٔ اعظم نے فتویٰ دیا کہ ''ذمیوں (یہود و نصاریٰ) کا مال مسلمانوں پر حرام ہے۔'' اس پر عثمانی لشکر نے ذمیوں کے اموال کو چھونا بھی گوارا نہ کیا۔ علامہ اقبال نے اس واقعے کو ''بانگِ درا'' کی نظم ''محاصرۂ ادرنہ'' میں بیان کیا ہے۔ اس کا دوسرا شعر ہے ؎

گردِ صلیب گردِ قمر حلقہ زن ہوئی　　شکری حصارِ درنہ میں محصور ہو گیا

1920-23ء میں یونانی ادرنہ پر قابض رہے۔ معاہدہ لوزان (جولائی 1923ء) کے تحت مشرقی تھریس اور ادرنہ ترکوں کو واپس مل گئے۔ (انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم: 270/1)

[2] فلپو پولس (فیلبہ): قدیم مقدونیہ کا یہ شہر ان دنوں بلغاریہ میں شامل ہے اور Plavdiv کہلاتا ہے۔ یہ بلغاریہ کے دارالحکومت صوفیہ اور ادرنہ کے مابین نصف مسافت پر واقع ہے۔ اسے مراد اول کے جنرل لالہ شاہین نے فتح کیا۔ (تاریخ ترکیہ از ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، ص:50)

[3] رومیلیا (رُوملی): عثمانیوں نے بلقان کے علاقوں تھریس اور مقدونیہ کو مجموعی طور پر ''روم ایلی'' یا ''رُوملی'' (Romelia) کا نام دیا تھا (المنجد في الأعلام: 271) چنانچہ سلطان محمد فاتح کے رومیلیا کے ساحل پر تعمیر کردہ قلعے کو حصار رولی یا رومیلی حصاری کہا جانے لگا۔

سلطان مرادمشرقی یورپ میں فتوحات کا دائرہ مسلسل آگے بڑھاتا رہا حتی کہ 772ھ/1370ء میں وہ دریائے ڈینیوب تک پہنچ گیا۔ 775ھ/1373ء میں اس نے سربیا و بلغاریہ کی متحدہ افواج پر فتح حاصل کی جو اس کی پیش رفت کی راہ میں حائل ہوئی تھیں۔ اس نے مقدونیہ [1] اور ساحل دلماسیا [2] پر قبضہ کرلیا اور سرب اور بلغاری امراء کو اطاعت پر مجبور کردیا۔ ان سب کو سالانہ خراج کی ادائیگی پر معاہدۂ صلح کرتے ہی بنی۔ صلح نامے کی ایک شرط کے مطابق مراد نے شاہ بلغاریہ کی بیٹی سے رشتۂ ازدواج استوار کیا۔ اس نے ان دگرگوں حالات سے فائدہ اٹھایا جن سے یورپ اور بازنطینی سلطنت دوچار تھے۔ عثمانی افواج نے مغربی بلقان کی طرف پیش قدمی کی اور مناستر [3]، برلبہ [4]، استیب اور صوفیہ [5] کے شہر فتح کر لیے۔ صوفیہ کا سقوط تین سال کے محاصرے (85-783ھ/83-1381ء) کے بعد عمل میں آیا۔ اسی دوران میں مشرقی بلغاریہ میں تورنوفو، شومن اور تقعان پر بھی عثمانی پرچم لہرانے لگا۔ ترکوں نے جزیرہ نمائے بلقان میں پیش قدمی جاری رکھی اور 788ھ/1386ء میں جنگی اہمیت کا شہر نیش (سربیا) فتح ہوگیا۔ ادھر عثمانی سپہ سالار خیر الدین پاشا قرہ خلیل جاندرلی نے گیلی پولی سے مقدونیہ پر یلغار کی اور 789ھ/1387ء میں عثمانیوں نے سالونیکا فتح کرلیا۔ خیر الدین پاشا کے فرزند علی پاشا نے، جو عثمانی وزیر تھا، شاہ بلغاریہ سیسمن کو فرار ہونے پر مجبور کردیا اور اُس نے نکوپولس [6] میں جا پناہ لی

مناستر (بتولا) کی ایک شاندار مسجد (مقدونیہ)
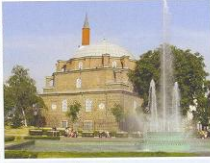
صوفیہ (بلغاریہ) کی این موئی مسجد

سکوپجی (مقدونیہ) کی مصطفی پاشا مسجد

1 مقدونیہ یا میسی ڈونیا (Macedonia): جنوب مشرقی یورپ میں مقدونیہ کی بادشاہت شاہ فلپ ثانی اور سکندر اعظم کے زمانے میں ایک عالمی طاقت بن گئی تھی۔ ماضی کا مقدونیہ ان دنوں یونان، بلغاریہ اور جمہوریہ مقدونیہ میں بٹا ہوا ہے۔ شمالی یونان کے علاقہ مقدونیہ کا اہم ترین شہر سالونیکا ہے۔ خشکی بند جمہوریہ مقدونیہ کا دار الحکومت سکوپجی ہے۔ جمہوریہ مقدونیہ نے 1991ء کے ریفرنڈم کے بعد یوگوسلاویہ سے علیحدگی اختیار کی۔ مقدونیہ کی 25 فیصد آبادی مسلمان ہے۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص:861)

2 ڈلمیشیا (دلماسیا): جنوب مغربی کروشیا کا یہ علاقہ بحیرۂ ایڈریاٹک کے ساحل پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کے مشرق میں بوسنیا و ہرزیگووینا واقع ہے۔

3 مناستر: یہ شہر جمہوریہ مقدونیہ کے جنوبی علاقے میں واقع ہے اور ان دنوں بٹولا (Bitola) کہلاتا ہے۔

4 برلبہ: یہ شہر سابق یوگوسلاویہ اور البانیہ کی حدود کے قریب واقع ہے۔

5 صوفیہ (Sofia): اسے تھریس (تراقیا) والوں نے آباد کیا۔ پہلی صدی عیسوی میں یہ سلطنت روم کا ایک صوبہ بنا، پھر یہ بازنطینیوں اور ترکوں کے قبضے میں رہا۔ 1879ء میں صوفیہ (آزاد) بلغاریہ کا دار الحکومت قرار پایا۔ اس کی آبادی 13 لاکھ کے لگ بھگ ہے۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص:1376)

6 نکوپولس (Nicopolis): شمالی بلغاریہ کا یہ شہر دریائے ڈینیوب کے کنارے واقع ہے اور ان دنوں Nikopol کہلاتا ہے۔ (ریفرنس اٹلس آف دی ورلڈ:116)

(790ھ /1388ء)۔علی پاشا نے نکوپلس کا جا محاصرہ کیا۔ سیسمن نے شکست کھائی اور ترکوں نے اسے قیدی بنا لیا۔ مراد نے اس کا نصف ملک سلطنت عثمانیہ میں ضم کرلیا اور باقی نصف پر اس کی عملداری تسلیم کرلی۔

بجائے اس کے کہ یورپ کے امراء وحکمران اللہ رب العالمین کی طرف پلٹ آتے اور اسلام کے حلقہ بگوش ہو جاتے، انھوں نے فوجیں اکٹھی کرنی شروع کردیں۔ وہ عالم عیسائیت کو عثمانی حکمرانوں کے خلاف اُبھارنے لگے، چنانچہ قسطنطنیہ کے اعیان حکومت نے مغربی یورپ کے حکمرانوں اور پاپائے روم کو خطوط لکھے جبکہ عثمانی اُن کے سروں پر پہنچ چکے تھے۔ ان خطوط میں مسلمان ترکوں کے خلاف فوجی امداد کی مانگ کی گئی تھی۔ دریں اثناء پوپ اربن پنجم نے یورپی بادشاہوں کو نئی صلیبی جنگ شروع کرنے کی ترغیب دی تا کہ اس نئی اسلامی یلغار کے مقابلے میں نصرانیت کا تحفظ کیا جا

نقشہ 129

سکے۔ یوں سربیا [1]، بوسنیا، افلاق (جنوبی رومانیہ کا علاقہ ولاچیا) [2] اور ہنگری [3] کا دفاعی اتحاد وجود میں آگیا اور ان سب کی متحدہ افواج پر مشتمل ایک لشکر جرار عثمانی دارالحکومت ادرنہ کی طرف بڑھا۔ دریائے مرتزا [4] کے کنارے چراگاہ میں گھمسان کی جنگ ہوئی۔ عثمانی فوج نے مسیحیوں کو عبرتناک شکست دی اور یورپی حکمرانوں نے جزیے کی شرط پر صلح کی درخواست کی جو سلطان مراد نے قبول کرلی۔

ادھر اللہ تعالیٰ کی رضا یہ تھی کہ سلطان مراد اول کو اس کی بارگاہ میں شہادت کی عظیم سعادت حاصل ہو، چنانچہ مشیتِ الٰہی سے

مسجد غازی خسرو بیگ (سرائیوو)

دریائے مرتزا

[1] سربیا: بلقان کی جمہوریہ سربیا کی آبادی 1986ء میں تقریباً ایک کروڑ تھی۔ سربیا نے 1878ء میں ترکی سے آزادی حاصل کی۔ سربیا اور آسٹریا کی مخاصمت کے باعث پہلی جنگ عظیم (18-1914ء) چھڑی۔ جنگ ختم ہونے پر سربیا کو نوتشکیل شدہ یوگوسلاویہ میں ضم کردیا گیا۔ 92-1991ء میں یوگوسلاویہ کی چھ میں سے چار جمہوریاؤں نے علیحدگی کا اعلان کیا تو سربیا کے فوجی تربیت یافتہ سرب کروشیا سے مسلح تصادم، بوسنیا کی خانہ جنگی اور کوسوو میں البانوی قوم پرستی کو دبانے میں ملوث رہے (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص: 1322)۔ حقیقت یہ ہے کہ 95-1992ء میں یوگوسلاویہ کی سرب نژاد فوج اور سربیا و بوسنیا کے سرب دہشت گردوں نے مل کر بوسنیا کے مسلمانوں کا وحشیانہ طور پر قتل عام کیا اور تقریباً 2 لاکھ بوسنوی مسلمان شہید کردیے گئے۔ پھر 1999ء میں سربیا کی فوج نے کوسوو کے حریت پسند مسلمانوں کا قتل عام کیا۔ یوگوسلاویہ کی شکست وریخت پر اپریل 1992ء میں سربیا و مونٹی نیگرو کا جو وفاق قائم ہوا تھا، جون 2006ء میں مونٹی نیگرو اس سے الگ ہوکر آزاد ملک بن چکا ہے۔

[2] افلاق (ولاچیا): جنوب مشرقی یورپ کی یہ سابق ریاست دریائے ڈینیوب اور کوہ ٹرانسلوینین ایلپس کے مابین واقع ہے۔ 1861ء میں ولاچیا نے مولڈیویا کے ساتھ اتحاد کرکے مملکت رومانیہ تشکیل دی۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص: 1626)

[3] ہنگری: وسطی یورپ کے اس ملک کو ہنگروی زبان میں (Magyarorszag) کہا جاتا ہے۔ اسے 9ویں صدی عیسوی میں مگیار قوم نے آباد کیا تھا۔ مگیار بادشاہت کو 16ویں صدی (عیسوی) میں ترکوں نے اور 17ویں صدی (عیسوی) میں ہپس برگ سلطنت (آسٹریا) نے فتح کرلیا۔ 1918ء میں آسٹرو ہنگرین سلطنت کی شکست وریخت کے نتیجے میں ہنگری آزاد ہوگیا۔ اس کا دارالحکومت بوڈاپسٹ دوشہروں بوڈا اور پسٹ کا مجموعہ ہے۔ اس کی آبادی ایک کروڑ 6 لاکھ ہے (1990ء)۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص: 691)

[4] دریائے مَرِتزا (Maritsa): یہ دریا بلغاریہ کی پہاڑیوں سے نکل کر جنوب مشرق کو بہتا ہے اور پھر جنوب کی طرف ترکی یونان سرحد کے ساتھ ساتھ بہتا ہوا بحیرۂ ایجین میں آن گرتا ہے۔

بوسنیا میں تاریخِ انسانی کا سب سے وحشتناک قتل عام

سربیا، کروشیا اور مونٹی نیگرو سے گھری یورپی ریاست بوسنیا و ہرزیگووینا پر 1000ء تا 1200ء ہنگری کا تسلط رہا۔ 1463ء میں اس پر ترک قابض ہوئے۔ وہ اسے بوسنہ و ہرسک کہتے تھے۔ بوسنیا و ہرزیگووینا کا دارالحکومت سرائیوو ہے۔ اس کا بانی عیسیٰ بیگ اسحاق تھا، تاہم صحیح معنوں میں اسے غازی خسرو بیگ نے تعمیر کرایا۔ خسرو بیگ سلطان بایزید ثانی کا نواسا تھا۔ وہ 1521ء میں بوسنیا کا گورنر بنا۔ 1525ء میں اس نے بوسنیا کا آخری مسیحی دارالحکومت یائشا (Jajce موجودہ بنجالوقا) فتح کیا اور 1541ء میں مونٹی نیگرو کی ایک مہم میں اس نے شہادت پائی۔ 1878ء میں بوسنیا و ہرزیگووینا پر آسٹریا کا قبضہ ہوا اور پہلی جنگ عظیم کے بعد اسے یوگوسلاویہ میں شامل کردیا گیا۔ بوسنیا و ہرزیگووینا نے 15 اکتوبر 1991ء کو یوگوسلاویہ سے علیحدگی کا اعلان کردیا اور 29 فروری 1992ء کے ریفرنڈم نے اس کی آزادی کی توثیق کردی۔ اس پر سربوں نے بوسنوی مسلمانوں کے قتل و غارت کی منظم مہم شروع کردی۔ 95-1992ء میں سرب دہشت گردوں اور کروٹ ملیشیا نے بدترین دہشت گردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بوسنیا و ہرزیگووینا میں نسلی دھلائی کی مہم کے تحت لاکھوں بوسنوی مسلمان شہید کیے اور ہزاروں مسلم خواتین کی عصمت دری کی۔ آخرکار بوسنوی سربوں کے ٹھکانوں پر نیٹو کی "بمباری" کے بعد 14 دسمبر 1995ء کو پیرس میں "امن معاہدہ" پر دستخط ہوئے۔ معاہدے کے تحت بوسنیا و ہرزیگووینا اب مسلم کروٹ فیڈریشن اور ریپبلکا سرپسکا (سرب جمہوریہ) کا اتحاد ہے جس کی اجتماعی صدارت پر منتخب مسلمان، سرب (گریک آرتھوڈکس عیسائی) اور کروٹ (کیتھولک عیسائی) نمائندے ایک ایک سال کے لیے فائز ہوتے ہیں۔ اگست 2001ء میں اقوام متحدہ کے ٹریبونل نے بوسنوی سرب جنرل راڈیلاف کرسٹک کو سربرینیکا کے مسلمانوں کے قتل عام کا مجرم قرار دیا۔ بوسنیا و ہرزیگووینا میں مسلمان 38 فیصد، سرب 40 فیصد اور کروٹ 22 فیصد ہیں (جبکہ 1992ء سے پہلے یہاں مسلم آبادی 45% فیصد تھی اور سرب 31.5 فیصد اور کروٹ 17 فیصد تھے)، اب بوسنیا و ہرزیگووینا کی کل آبادی 38 لاکھ ہے جو 1991ء میں تقریباً 44 لاکھ تھی۔ (ورلڈ المانک 2002ء)

سربیا کا سابق صدر سلوبودان مالوسیوک جس پر ہیگ (نیدر لینڈ) میں جنگی جرائم کے ٹریبونل میں مقدمہ چل رہا تھا، 11 مارچ 2006ء کو ہیگ میں دوران حراست انتقال کرگیا۔ مالوسیوک کی حکومت، افواج، انٹیلی جنس اور دہشت گرد سرب تنظیموں نے 2 لاکھ سے زیادہ بوسنوی مسلمان شہید کردیے تھے۔ 30 ہزار سے زیادہ مسلم خواتین اغوا کرلیں اور ساڑھے تین لاکھ سے زیادہ بوسنوی مسلمانوں کو اجتماعی کیمپوں میں بند کردیا جو پورے ملک میں 600 کی تعداد میں قائم کیے گئے تھے۔ اس ظلم اور دہشت گردی کی مثال تاریخ میں ہسپانوی کلیسا کے زیراہتمام "دیوان تفتیش" کے مظالم کے سوا کہیں نہیں ملتی۔ اس دوران میں 25 لاکھ بوسنوی مسلمانوں کو ہجرت کرنا پڑی۔ 15 لاکھ ملک سے باہر چلے گئے اور 10 لاکھ بوسنیا کے اندر ہی ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ ظالموں نے سرائیوو کے چار سالہ محاصرے کے دوران میں 12 ہزار مسلمان شہری شہید کیے حتیٰ کہ آزاد بوسنیا کے نائب وزیراعظم ہوائی اڈے سے شہر جاتے ہوئے سرب دہشت گردوں کی گولہ باری سے شہادت پاگئے۔ مگر نام نہاد آزاد دنیا اور انسانی حقوق کی تنظیموں کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ جولائی 1995ء میں تین دنوں کے اندر سربرینیکا میں 10 ہزار سے زیادہ افراد شہید کردیے گئے اور بوسنیا کے مختلف حصوں میں مسلمان شہداء کی جو اجتماعی قبریں دریافت ہوئی ہیں، ان سے 25 ہزار سے زیادہ انسانی ڈھانچے دریافت ہوچکے ہیں۔ اس قتل عام کے اصل ذمہ دار بوسنوی سرب جنگی منصوبہ ساز راڈووان کراجک اور جنرل راتکوملاڈک کو ابھی تک گرفتار کرکے جنگی جرائم کے ٹریبونل (ہیگ) میں پیش نہیں کیا جاسکا۔ (الفرقان، کویت، 20 صفر 1427ھ/20 مارچ 2006ء، ص:34)

تاریخ میں بوسنیا کے اندر کبھی کوئی سرب ریاست قائم نہیں ہوئی تھی، تاہم متحدہ یوگوسلاویہ (1919ء تا 1991ء) کے زمانے میں نقل مکانی کے باعث بوسنیا کے اندر سرب عیسائیوں کی آبادی 31.5 فیصد تک پہنچ گئی تھی۔ یوگوسلاویہ کی شکست وریخت شروع ہوئی تو بوسنیا کے سربوں نے بوسنیا کا بیشتر علاقہ ہتھیانے کے لیے ہمسایہ سربیا (یوگوسلاویہ) کی مدد سے مسلح اور منظم ہوکر ''بوسنین سرب اسمبلی'' قائم کرلی۔ 12 مئی 1992ء کو اسمبلی کے 16 ویں اجلاس میں خونخوار سرب لیڈر راڈوان کراجک نے اعلان کیا: ہم ایک متحدہ ریاست میں نہیں رہ سکتے...... سرب اور کروٹ، اپنی شرح پیدائش کے پیش نظر، یورپ میں اسلام کے دخول پر قابو نہیں پاسکتے۔ یوں متحدہ بوسنیا میں پانچ چھ سال کے اندر مسلمانوں کی آبادی 51 فیصد سے بڑھ جائے گی۔'' اسی خوف کے تحت مسلح سرب دہشت گردوں نے مسلم بستیوں اور شہروں پر حملے شروع کردیے جبکہ ان کے پاس ٹینکوں سمیت سربیا کی فوج کا فراہم کردہ ہر طرح کا اسلحہ حتی کہ طیارے بھی تھے۔ ادھر بوسنوی مسلمان کم وبیش نہتے تھے۔ درندہ صفت کراجک کے بقول ''مسلمانوں کی نسلی دھلائی'' کے لیے ان کا قتل عام کیا گیا اور وحشت وبہیمیت کے ایسے ایسے مظاہرے کیے گئے کہ چشم فلک نے کبھی نہ دیکھے تھے۔ اس قتل عام سے متعلق حق گو اور جرأت مند مغربی صحافیوں ایڈولیامی اور ''لی مونڈ'' (پیرس) کی نامہ نگار فلورنس ہارٹ مین کی رپورٹیں چشم کشا ہیں۔ ان کے چند اقتباسات ملاحظہ کیجیے:

⊙ ''وشی گراڈ (Visegrad) میں میلان لُولک کے دستے نے بوڑھوں اور بچوں سمیت سینکڑوں شہریوں کو مکانوں میں بند کرکے زندہ جلا دیا اور دریائے ڈرینا پر خوبصورت عثمانی پل پر سے اس قدر انسانی لاشیں دریا میں پھینکی جاتی رہیں کہ ان سے دریا کا نیلگوں پانی سُرخ ہوگیا۔

⊙ اسی دریا کے بالائی جانب فوچا (Foca) کے ایک خصوصی کیمپ میں مسلمان عورتوں اور لڑکیوں کی رات رات بھر آبروریزی کی جاتی رہی حتی کہ وہ پاگل ہوجاتیں اور بعض خودکشی کرلیتیں۔ یہ ظلم ان سرب دہشت گردوں نے کیا جو دن بھر (مسلمانوں کا) قتلِ عام کرتے، پھر شام کو شراب کے نشے میں دھت ہوکر رات بھر ان مظلوم عورتوں سے اپنی جنسی تسکین کرتے تھے۔

⊙ اومارسکا بھی ایک قتل گاہ تھا جہاں سرب درندے (مسلمانوں کو) تفریحاً قتل کرتے، انھیں غیر انسانی اذیتیں دیتے، ان کے اعضاء کاٹ دیتے اور ان کو وحشیانہ طور پر پیٹتے تھے۔ یہاں ایک قیدی کو دوسرے قیدی کے ساتھ ایک ایسا شرمناک فعل کرنے پر مجبور کیا گیا جو ناقابل بیان ہے اور اس بدنصیب کی چیخیں روکنے کے لیے اس کے منہ میں کبوتر ٹھونس دیا گیا حتی کہ وہ شہید ہوگیا۔ ہیگ ٹربیونل میں ایک گواہ نے بیان کیا کہ اس وحشتناک منظر کو دیکھنے والے سرب سپاہی یوں لگتا تھا جیسے کسی میچ میں داد دے رہے ہوں۔ ان مسیحی ظالموں نے اپنا سینٹ پیٹر کا تہوار اس طرح منایا کہ بےبس مسلمان قیدیوں کے گلے کاٹ کر انھیں شہید کرتے رہے، ان کے جسموں میں گولیاں اتارتے رہے، یا ان کو جلتے ہوئے ٹائروں کے ساتھ باندھ کر اذیت ناک موت سے دوچار کرتے رہے۔ اومارسکا کیمپ کے کمانڈر ژیلکو میجا کچ پر اب سرائیوو میں مقدمہ چل رہا ہے۔

⊙ اہمچی گاؤں میں کروٹ عیسائیوں نے نہتے مسلمانوں کو کوٹھڑیوں میں بند کرکے انھیں آگ لگادی۔ اس سے پہلے سربوں نے یہی ظلم زورنک کے بدنصیب مسلمانوں پر کیا تھا۔

⊙ کراٹرم، لوکا اور سوشیکا کے ارتکازی کیمپوں (Concentration Camps) میں بھی سربوں نے مسلمانوں کا وحشیانہ قتل عام کیا جبکہ کروٹوں نے یہ درندگی ڈریٹلج کیمپ میں دہرائی۔ سربوں نے بہاچ اور گوراژدی اور کروٹوں نے مشرقی موستار کے خونیں محاصرے کیے رکھے۔ بجل جینا، برچکو، بوسنسکا، شامک، کلوچ اور فلاسنسکا میں وحشت اور درندگی کا راج رہا اور مسلمانوں کے ہزاروں دیہات ملیامیٹ کردیے گئے اور دنیا کی نظروں کے سامنے ساڑھے تین برس تک سرائیوو کے مسلمانوں کو تباہی وہلاکت سے دوچار کیا جاتا رہا جہاں سرب جنرل راتکو ملاڈک نے اپنے توپچیوں کو ''پاگل پن کی آخری حد تک'' قتل وغارت کی تلقین کی تھی۔

⊙ سرسکا نامی قصبہ مارچ 1993ء میں سربوں کے ہاتھ لگا۔ اس سے پہلے سال بھر میں وہاں کے 776 مسلمان شہید ہوچکے تھے۔ سرسکا کے ایک سکول میں فلاسنسکا سے آئے ہوئے مسلمان مقیم تھے جن میں زیادہ تر عورتیں، بچے اور بوڑھے تھے۔ خونخوار سربوں نے سکول پر بمباری کرکے

70 افراد شہید کر دیے۔ سرسکا کی ایک زیرِ کوہ مسجد میں کامینکا کے مسلمان پناہ گزین تھے۔ ان میں بھی زیادہ تر عورتیں، بچے اور بوڑھے تھے۔ سربوں کی بمباری سے 75 افراد شہید ہو گئے۔

⊙ سربرینیکا میں سربوں نے صرف پانچ دنوں میں 8 ہزار سے زیادہ مسلمان شہید کر ڈالے جبکہ تین برسوں کے دوران میں مزید ہزاروں شہادت سے ہمکنار ہوئے۔ ان شہداء میں سرسکا سے آ کر یہاں پناہ لینے والے بھی شامل تھے۔ 11 جولائی 1995ء کی رات سربرینیکا کے تقریباً 30 ہزار نہتے مسلمان پوٹوشتاری میں ڈچ بٹالین کے پاس پناہ لینے کے لیے نکلے اور جب وہ شہر کے 6 کلومیٹر شمال مغرب میں پوٹوشتاری گاؤں کے پاس پہنچے تو مسلح سرب دہشت گردوں نے انھیں آن گھیرا۔ انھوں نے عورتیں اور بچے الگ کر کے (سات ہزار سے زائد) مردوں اور لڑکوں کو وحشیانہ طور پر شہید کر دیا، حالانکہ اقوام متحدہ نے سربرینیکا کو ''محفوظ پناہ گاہ'' قرار دے رکھا تھا۔ ستم یہ کہ اس ''محفوظ پناہ گاہ'' کی حفاظت پر مامور ڈچ فوجی اس قتل عام کو وقوع پذیر ہوتے دیکھتے رہے (بلکہ ڈچ کمانڈر سرب کمانڈر کے ساتھ ناؤنوش میں مصروف رہا)۔ ڈچ فوجیوں نے جو ایک الیکٹرک بیٹری فیکٹری میں مقیم تھے، پوٹوشتاری کی قتل گاہ سے بچ کر آنے والوں کے لیے فیکٹری کا گیٹ کھولنے سے انکار کر دیا بلکہ انھوں نے مردوں کو خواتین سے الگ کرنے میں قاتل سربوں کا ہاتھ بٹایا۔

دراصل بوسنوی مسلمانوں کے سہ سالہ اجتماعی قتل عام کے وقت یوں محسوس ہوا کہ ''بین الاقوامی برادری'' نے سرب قاتلوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کر رکھا تھا (جیسا کہ پیرس اور لندن نے کیا) یا تماشائی بنی رہی حتیٰ کہ اس نے بوسنوی مسلمانوں کو اسلحے کی فراہمی پر پابندی لگا دی تاکہ وہ ظالم اور خونخوار سربوں کے خلاف مؤثر مزاحمت نہ کر سکیں۔ ادھر نام نہاد ریپبلکا سرپسکا کے خونخوار صدر راڈوان کراجک کا لندن یا جنیوا کے ایوانوں میں استقبال ڈیوڈ اوون اور لارڈ کیرنگٹن (برطانوی) اور سائرس وانس (امریکی) جیسے زعماء کرتے تھے جو اسے جنگی مجرم نہیں بلکہ ایک ''سیاستدان'' خیال کرتے ہوئے اس سے مذاکرات کرتے تھے۔ (بوسنین انسٹی ٹیوٹ نیوز، اپ لوڈ 12 جولائی 2007ء اور 16 اگست 2007ء)

دعائے سربرینیکا

بوسنیا کے مشرقی شہر سربرینیکا سے 6 کلو میٹر شمال مغرب میں پوٹوشتاری گاؤں کے پاس 7 ہزار مسلمان شہداء کی یادگاری لوح نصب ہے جس پر رئیس العلماء بوسنیا کی طرف سے ''دعائے سربرینیکا'' مرقوم ہے: (ترجمہ) ''اے ہمارے رب! ہم تجھ سے غم میں رحمت اور قصاص میں زندگی اور سانحۂ سربرینیکا پر ماؤں کے آنسوؤں میں چھپی دعا کا سوال کرتے ہیں، یہ کہ ایسا سانحہ دوبارہ برپا نہ ہو۔ اے حالات بدلنے والے! ہمارے حالات بدل کر بہتر کر دے۔ اور ہماری آخری پکار یہی ہے کہ بے شک تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا رب ہے۔''

(یہ دعائیہ لوح 11 جولائی 2001ء کو نصب کی گئی)

70 افراد شہید کر دیے۔ سرسکا کی ایک زیرِ کوہ مسجد میں کامینکا کے مسلمان پناہ گزین تھے۔ ان میں بھی زیادہ تر عورتیں، بچے اور بوڑھے تھے۔ سربوں کی بمباری سے 75 افراد شہید ہو گئے۔

⊙ سربرینیکا میں سربوں نے صرف پانچ دنوں میں 8 ہزار سے زیادہ مسلمان شہید کر ڈالے جبکہ تین برسوں کے دوران میں مزید ہزاروں شہادت سے ہمکنار ہوئے۔ ان شہداء میں سرسکا سے آ کر یہاں پناہ لینے والے بھی شامل تھے۔ 11 جولائی 1995ء کی رات سربرینیکا کے تقریباً 30 ہزار نہتے مسلمان پوٹوشتاری میں ڈچ بٹالین کے پاس پناہ لینے کے لیے نکلے اور جب وہ شہر کے 6 کلومیٹر شمال مغرب میں پوٹوشتاری گاؤں کے پاس پہنچے تو مسلح سرب دہشت گردوں نے انھیں آن گھیرا۔ انھوں نے عورتیں اور بچے الگ کر کے (سات ہزار سے زائد) مردوں اور لڑکوں کو وحشیانہ طور پر شہید کر دیا، حالانکہ اقوام متحدہ نے سربرینیکا کو ''محفوظ پناہ گاہ'' قرار دے رکھا تھا۔ ستم یہ کہ اس ''محفوظ پناہ گاہ'' کی حفاظت پر مامور ڈچ فوجی اس قتل عام کو وقوع پذیر ہوتے دیکھتے رہے (بلکہ ڈچ کمانڈر سرب کمانڈر کے ساتھ ناؤ نوش میں مصروف رہا)۔ ڈچ فوجیوں نے جو ایک الیکٹرک بیٹری فیکٹری میں مقیم تھے، پوٹوشتاری کی قتل گاہ سے بچ کر آنے والوں کے لیے فیکٹری کا گیٹ کھولنے سے انکار کر دیا بلکہ انھوں نے مردوں کو خواتین سے الگ کرنے میں قاتل سربوں کا ہاتھ بٹایا۔

دراصل بوسنوی مسلمانوں کے سہ سالہ اجتماعی قتل عام کے وقت یوں محسوس ہوا کہ ''بین الاقوامی برادری'' نے سرب قاتلوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کر رکھا تھا (جیسا کہ پیرس اور لندن نے کیا) یا تماشائی بنی رہی حتی کہ اس نے بوسنوی مسلمانوں کو اسلحے کی فراہمی پر پابندی لگا دی تا کہ وہ ظالم اور خونخوار سربوں کے خلاف مؤثر مزاحمت نہ کر سکیں۔ ادھر نام نہاد ریپبلکا سرپسکا کے خونخوار صدر راڈوان کراجک کا لندن یا جنیوا کے ایوانوں میں استقبال ڈیوڈ اوون اور لارڈ کیرنگٹن (برطانوی) اور سائرس وانس (امریکی) جیسے زعماء کرتے تھے جو اسے جنگی مجرم نہیں بلکہ ایک ''سیاستدان'' خیال کرتے ہوئے اس سے مذاکرات کرتے تھے۔ (بوسنین انسٹی ٹیوٹ نیوز، اپ لوڈڈ 12 جولائی 2007ء اور 16 اگست 2007ء)

دعائے سربرینیکا

بوسنیا کے مشرقی شہر سربرینیکا سے 6 کلومیٹر شمال مغرب میں پوٹوشتاری گاؤں کے پاس 7 ہزار مسلمان شہداء کی یادگاری لوح نصب ہے جس پر رئیس العلماء بوسنیا کی طرف سے ''دعائے سربرینیکا'' مرقوم ہے: (ترجمہ) ''اے ہمارے رب! ہم تجھ سے غم میں رحمت اور قصاص میں زندگی اور سانحۂ سربرینیکا پر ماؤں کے آنسوؤں میں چھپی دعا کا سوال کرتے ہیں، یہ کہ ایسا سانحہ دوبارہ برپا نہ ہو۔ اے حالات بدلنے والے! ہمارے حالات بدل کر بہتر کر دے۔ اور ہماری آخری پکار یہی ہے کہ بے شک تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو سب جہانوں کا رب ہے۔''

(یہ دعائیہ لوح 11 جولائی 2001ء کو نصب کی گئی)

5

بایزید اول کی فتوحات

مراد اول کی وفات کے بعد اس کا بیٹا بایزید اول 791ھ /1389ء میں تخت نشین ہوا۔ اس کی پوری زندگی جہاد فی سبیل اللہ میں گزری۔ وہ ایک مہم سے فارغ ہوتا تو یورپ سے اناطولیہ چلا آتا مگر جلد ہی دوبارہ یورپ کا رخ کرتا جہاں نئی فتح اس کے قدم چومتی یا مقبوضہ علاقوں کی تنظیم نو کا کام انجام دیتا۔ اسی وجہ سے اس کا لقب ''یلدرم'' پڑگیا جس کے معنی ترکی زبان میں ''بجلی'' کے ہیں کیونکہ اس کی فوجی نقل وحرکت بہت تیز ہوتی اور وہ اچانک دشمن پر جانازل ہوتا اور اس کی کمر توڑ ڈالتا تھا۔[1]

794ھ/1391ء میں سلطان بایزید نے رسول اللہ ﷺ کی بشارت کے پیش نظر قسطنطنیہ فتح کرنے کی سعی کی مگر اس کے لیے حالات ساز گار نہ پائے تو اس نے اپنی افواج کے ساتھ ولاچیا (جنوبی رومانیہ) پر دھاوا بول دیا اور شاہ ولاچیا کو ایک ایسے معاہدے پر دستخط کرنے پر مجبور کر دیا جس کے تحت اس نے سلطنت اسلامیہ کی سیادت تسلیم کرتے ہوئے خراج ادا کرنے کا عہد کیا۔ اس کے عوض اسے اپنی ریاست پر مقامی قوانین کے مطابق حکمرانی کا حق دیا گیا، پھر سلطان بایزید نے بلغاریہ پر یلغار کی اور اسے سلطنت عثمانیہ کی ایک ولایت (صوبہ) بنالیا۔

دریں اثناء شاہ بلغاریہ کے بیٹے نے اسلام قبول کرلیا ''علی'' نام پایا، چنانچہ بایزید نے اسے سیمسن (Samsun) کا والی بنا دیا (797ھ/1394ء)۔ ان فتوحات کے پیش نظر اہلِ یورپ پریشان ہوگئے کہ اس طرح تو یورپ میں اسلام پھیلتا چلا جائے گا، چنانچہ سربیا نے ڈیوک آف برگنڈی (مشرقی فرانس)، آسٹریا اور بوریا (جنوبی جرمنی) کے بادشاہوں اور سینٹ جان کے شہسواروں سے اتحاد قائم کرلیا۔ سینٹ جان کے ان شہسواروں کو صلیبی جنگوں کے دوران میں عکا (فلسطین) سے نکال دیا گیا تھا اور وہ پہلے قبرص، پھر روڈس اور پھر مالٹا چلے گئے تھے۔[2] یورپ کے اس

[1] سلطان مراد اول کا داماد علاء الدین ریاست کرمانیہ (قرامان) کا امیر تھا۔ 779ھ/1377ء میں دونوں میں جنگ ہوئی اور قونیہ میں علاء الدین کو بُری طرح شکست ہوئی۔ مراد نے اپنی بیٹی نفیسہ کی درخواست پر علاء الدین کا قصور معاف کر دیا اور اس نے اطاعت قبول کر لی۔ جنگ قونیہ میں شہزادہ بایزید نے اپنے حملوں کی سرعت اور شدت کی بنا پر یلدرم (بجلی) کا لقب حاصل کیا۔ (''تاریخ ترکیہ'': 53)

[2] سینٹ جان کے شہسوار (Knight-Templers of St.John) کلیسا سے وابستہ صلیبی عسکریت پسندوں میں سے تھے۔ وہ صلیبی جنگوں کے دوران میں شام کے شہروں میں آن براجے تھے۔ صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں بیت المقدس کی آزادی کے بعد انھیں عکا سے نکلنا پڑا۔ اس کے بعد کئی جزیرے یکے بعد دیگرے ان کا مسکن بنے۔ ان دنوں وہ دنیا بھر میں منتشر ہیں۔ ان کی کوئی مملکت یا حکومت نہیں لیکن ان کے اجتماعات ویٹکن میں منعقد ہوتے ہیں۔ دی آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری (ص: 788) کے مطابق ''نائٹس ٹیمپلرز'' نامی عسکری و مذہبی تنظیم 1118ء میں (بیت المقدس پر صلیبی قبضے کے دوران میں) ''مسیح و ہیکل سلیمانی کے مسکین شہسوار'' کی حیثیت سے ارض مقدس کے زائرین کی حفاظت کے لیے قائم کی گئی تھی۔ انھیں یروشلم (بیت المقدس) میں ہیکل سلیمانی (Temple of Solomon) کے مقام پر رہائش دی گئی (گویا مسجد اقصیٰ اور قبۃ الصخرہ رہائش کے لیے ان کی تحویل میں دے دیے گئے)۔ اس گروہ کی دولتمندی اور حکمرانوں اور نائٹس ہاسپٹلرز سے ان کی رقابت کے باعث 1312ء میں انھیں (انگلستان میں) کچل دیا گیا۔

متحدہ لشکر نے شمالی بلغاریہ میں نکوپولس کا آن محاصرہ کیا۔ ادھر سلطان بایزید بے خبر نہیں تھا، اس کے لشکر نے تیزی سے دشمن کو جا لیا۔ عثمانی لشکر کی قیادت سٹیفن بن لازار کر رہا تھا جو یورپ کے ان نوجوانوں میں سے تھا جو مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ 23 ذیقعدہ 798ھ/9 ستمبر 1396ء کو کفر و اسلام کا یہ معرکہ برپا ہوا۔ فتح نے عثمانیوں کے قدم چومے اور ڈیوک آف برگنڈی اور اس کے کئی سردار مسلمانوں کے ہاتھوں قیدی بن گئے۔

جنگ نکوپولس عثمانیوں کی فتح اور بڑی تعداد میں فرانسیسی سرداروں کی اسیری پر منتج ہوئی۔ ان میں برگنڈی کی فوج کا سپہ سالار اور ولی عہد کاؤنٹ ڈی نوار بھی شامل تھا۔ اس صلیبی جنگجو نے قسم کھائی کہ وہ دوبارہ عثمانیوں سے جنگ کرنے نہیں آئے گا، نیز اس نے فدیہ ادا کرنے کا وعدہ کیا اور اس کے بعد ہی فرانسیسی سرداروں کی رہائی عمل میں آئی۔ پھر بایزید نے کاؤنٹ ڈی نوار کو اس کی قسم سے آزاد کرنے کا ارادہ کیا اور اس سے کہا:

''اے کاؤنٹ! تمھیں چاہیے کہ ایک بار پھر مجھ سے جنگ کرنے واپس آؤ تا کہ تمھیں اپنی شکست پر جو شرمساری لاحق ہے وہ جاتی رہے۔ اور یاد رکھو کہ میں تمھاری واپسی سے نہیں ڈرتا۔ مجھے تم سے کوئی ڈر ہوتا تو میں تمھیں رہا نہ کرتا۔ تم جب چاہو لوٹ کر آؤ، مجھے اور میرے لشکر کو اپنے سامنے پاؤ گے کیونکہ میں پیدا ہی اس لیے ہوا ہوں کہ جو صلیبی محاربین میرے مدمقابل آئیں، میں ان پر فتح پاؤں۔''

نکوپولس کی اس فتح کے بعد سلطان بایزید نے اس کامیابی کی خبر خلیفہ متوکل عباسی کو قاہرہ بھیجی اور خلیفہ نے جواب میں سند حکومت، خلعت اور تلوار اس کے پاس بھیجی جس کے معنی یہ تھے کہ اس نے روم کے علاقوں پر بایزید کو سلطان تسلیم کر لیا ہے۔ یوں بایزید پہلا عثمانی حکمران تھا جس نے سلطان کا لقب اختیار کیا۔ اور بایزید میں یہ صلاحیت تھی کہ وہ پورے یورپ کو روند ڈالے مگر اللہ تعالیٰ کو کچھ اور منظور تھا۔ اس دوران میں مشرق سے تیمور لنگ اچانک سلطنت عثمانیہ پر آ پڑا [1] اور اس کی وجہ سے فتوحات اسلامیہ کی پیش رفت ایک مدت تک رکی رہی حتیٰ کہ بایزید کے بیٹے محمد اول کے ہاتھوں سلطنت عثمانیہ کی وحدت ایک بار پھر قائم ہوئی۔ محمد اول کو محمد چلبی بھی کہا جاتا ہے اور وہ 781ھ/1379ء میں پیدا ہوا تھا۔

علی آغا جامع مسجد (سیواس)

[1] ان دنوں امیر تیمور خراسان و ایران میں اپنی حکومت کی بنیادیں مضبوط کر کے اور ترکوں کی گوشمالی سے فارغ ہو کر ہندوستان پر حملہ آور ہوا تھا۔ ادھر قیصر روم جنگ نکوپولس اور یونان میں عثمانی فتوحات کے بعد خوفزدہ تھا، چنانچہ اس نے تیمور کو خط لکھا کہ ''بایزید یلدرم نے آپ کے مفرور باغیوں سلطان احمد جلائر اور قرہ یوسف ترکمان فرمانروائے آذربائیجان کو پناہ دے رکھی ہے جو اسے آپ کے خلاف جنگ کا مشورہ دے رہے ہیں، لہٰذا آپ ایشیائے کوچک پر حملہ کریں اور ہمیں بھی یلدرم کے فتنے سے بچائیں۔'' اس پر تیمور نے یلدرم سے دو دو ہاتھ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ تیمور سمرقند واپس پہنچا اور پھر آذربائیجان و آرمینیا پر لشکر کشی سے فارغ ہو کر دمشق پر حملہ آور ہوا، پھر اس نے بغداد بزور شمشیر فتح کر لیا۔ وہیں اسے بایزید یلدرم کا خط ملا جس میں قرا یوسف کی حوالگی کی درخواست ٹھکرا دی گئی تھی۔ اب تیمور نے پیش قدمی کی اور سیواس (ترکی) کا محاصرہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا اور بایزید کا بیٹا ارطغرل اور دیگر محصورین ہتھیار ڈالنے پر فصیل کے ساتھ کھودی گئی خندق میں زندہ درگور کر دیے گئے۔ آخر انگورہ میں تیمور کی پانچ لاکھ فوج اور بایزید کی ڈیڑھ لاکھ فوج کے مابین خونریز جنگ ہوئی (19 ذی الحجہ 804ھ/20 جولائی 1402ء)۔ سلطان بایزید کے مغل دستوں کی بے وفائی، سرب اور فرانسیسی سرداروں کی کمزوری اور عثمانی قلب پر ہاتھیوں کے ساتھ مغلوں کے حملے کے نتیجے میں بایزید کی فوج تباہ ہو گئی۔ اس کا بیٹا مصطفیٰ میدان جنگ میں مارا گیا اور سلطان خود اور بیٹا موسیٰ تیمور کے قیدی بنے۔ بایزید تیمور کی شدید قید ہی میں آٹھ ماہ بعد وفات پا گیا۔ تب تیمور نے موسیٰ کو رہا کیا اور اس نے باپ کی لاش بروسہ میں لے جا دفن کی۔ (تاریخ اسلام از اکبر شاہ خاں نجیب آبادی: 473-459/2)

نقشہ 130

سلطنت عثمانیہ جنگ انگورہ کے وقت (28 جولائی 1402ء)

سلطنتِ عثمانیہ کی بحالی اور نئی فتوحات

1

سلطان محمد چلپی کی فتوحات

تیمور کے ہاتھوں دولت عثمانیہ کی شکست کے بعد بایزید کے چند بیٹوں نے اپنی اپنی ریاستیں قائم کرلیں جو کچھ قابل ذکر نہیں۔ اس دوران میں سلطنت عثمانیہ رُو بہ زوال رہی حتی کہ محمد اول بن سلطان بایزید نے 816ھ /1413ء میں بلاشرکت غیرے زمام حکومت سنبھالی۔ سلطان محمد چلپی نے داخلی فتنوں اور تنازعات پر قابو پاکر سلطنت کو زوال سے نکالا اور اس کی وحدت ایک بار پھر قائم کردکھائی۔

سلطنت عثمانیہ کی بحالئ کامل کے بعد سلطان محمد نے ہنگری اور بوسنیا کے حکمرانوں کے خلاف جہاد شروع کیا جو شاہ ہنگری سگمنڈ کی قیادت میں عثمانی سلطنت کی حدود کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اس دوران میں سگمنڈ کو جرمنی کا بادشاہ چن لیا گیا تھا۔ عثمانی سپہ سالار اسحاق بیگ نے ان کو روکنے کے لیے پیش قدمی کی۔ کروشیا کے علاقے میں شاہ سگمنڈ کی فوج سے خونریز جنگ ہوئی جس میں عثمانیوں نے شاندار فتح حاصل کی۔ اس فتح سے بلقان کے حکمرانوں پر ترکوں کی دھاک بیٹھ گئی، چنانچہ ہرزیگووینا کے ڈیوک نے اپنی اطاعت کا اعلان کردیا۔ ہرزیگووینا کے بعض شہروں نے مسلمانوں کے لیے اپنے دروازے کھول دیے۔ اسحاق بیگ نے ایک طرف 818ھ /1415ء میں سرائے بوسنہ [1] فتح کرلیا اور دوسری طرف اس کا لشکر سلووینیا [2] تک عیسائیوں کی مزاحمت کچلتا چلا گیا، پھر اناطولیہ واپس آکر اسحاق بیگ نے ازمیر فتح کرکے اسے سلطنت عثمانیہ کا حصہ بنادیا۔

موستار (ہرزیگووینا) میں ترکوں کا تعمیر کردہ تاریخی پل "ستاری موست" جسے کروٹ عیسائیوں نے 9 نومبر 1993ء کو تباہ کردیا تھا۔ ایک منصوبے کے تحت اسے دوبارہ تعمیر کرکے 23، جولائی 2004ء کو آمدورفت کے لیے کھول دیا گیا۔ شہر موستار کا نام اسی پل سے منسوب ہے۔

[1] سرائے بوسنہ (سرائیوو): اسے "بوسنہ سرائے" یا صرف "سرائے" بھی کہتے ہیں۔ یہ بوسنہ (بوسنیا) کا صدر مقام ہے۔ پندرھویں صدی عیسوی میں یہاں "ورہ بوسنہ" نامی مضبوط قلعہ تھا۔ 39-1438ء سے پہلے یہاں ایک ترک گورنر مامور تھا۔ 867ھ /1463ء میں جب سلطان محمد ثانی نے بوسنہ فتح کیا تو انھوں نے اسے مفتوحہ علاقے کا فوجی مرکز بنالیا، پھر سولھویں صدی عیسوی کے وسط میں اس کا نام بوسنہ سرائے (سلافی نام "سرائیوو") شہرت پا گیا۔ 869ھ /1464ء کے ایک وقف نامے میں اس کا نام "سرائے مدینہ" بھی ملتا ہے۔ اگست 1878ء میں آسٹروی جرنیل جوزف فرائیہرفون فلپووچ نے شدید معرکے کے بعد اس پر قبضہ کرلیا۔ 28 جون 1914ء کو آسٹروی ولی عہد فرڈی ننڈ کو سرائیوو میں قتل کردیا گیا۔ (سرب دہشت گرد کے ہاتھوں یہ قتل پہلی جنگ عظیم کے آغاز کا باعث بن گیا۔) 1918ء میں بوسنہ اور ہرسک (ہرزیگووینا) نوساختہ جنوبی سلافی ریاست (یوگوسلاویہ) میں مدغم کردیے گئے (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 10/776-778)۔ ان دنوں سرائیوو (Sarajevo) بوسنیا وہرزیگووینا کے مسلمانوں، سربوں اور کروٹوں کے وفاق کا دارالحکومت ہے۔ اس کی آبادی ساڑھے چار لاکھ سے زیادہ ہے۔

[2] سلووینیا: اس ملک نے 1991ء میں یوگوسلاویہ سے علیحدگی حاصل کی۔ اس کا دارالحکومت جبلجانا ہے۔ یہ صدیوں سلطنت آسٹریا میں شامل رہا اور 1919ء میں اسے سرب کروٹ سلووین سلطنت (یوگوسلاویہ) میں شامل کیا گیا۔ یہ اٹلی، آسٹریا، ہنگری اور کروشیا کے درمیان گھرا ہوا ہے۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری)
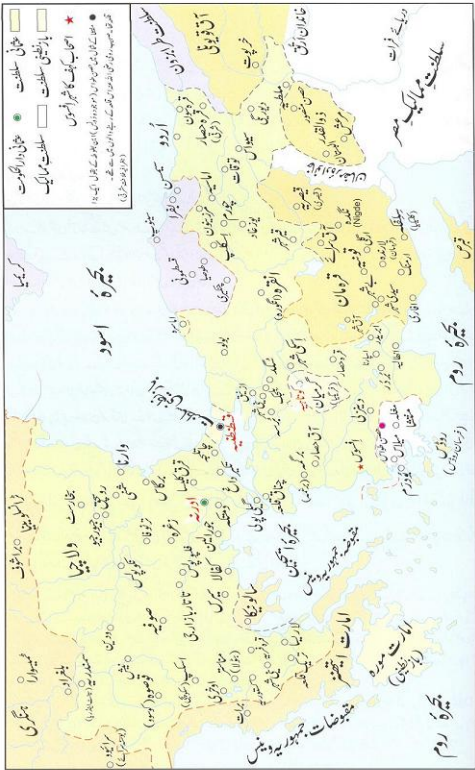
نقشہ 131 عثمانی سلطنت دور تنازعات (1402ء-1413ء) میں

819ھ/1416ء میں سلطان محمد چلپی نے رومانیہ[1] کا رُخ کیا۔ رومانیہ میں داخل ہوکر اس نے دریائے ڈینیوب کے شمال میں دو قلعوں تورنو اور برکوئی پر قبضہ کرکے انھیں مستحکم بنایا۔ اس دوران میں اسحاق بیگ نے یورپ میں بستیریا فتح کر ڈالا۔ جرمن اور ہنگروی افواج اُس جزیرہ نما میں ڈیرے ڈالے ہوئے تھیں جہاں ٹریسٹ کی بندرگاہ واقع تھی مگر وہ اس کا دفاع نہ کرسکیں اور اس جنگ میں 19 ہزار سے زیادہ مسیحی موت کے گھاٹ اُترے۔ یہ کامیابی حاصل کرکے اسحاق بیگ نے اپنی فوج ٹرانسلوینیا[2] میں داخل کردی مگر وہاں اسے شدید لڑائی لڑنی پڑی جس میں یہ عظیم سپہ سالار عروسِ شہادت سے ہمکنار ہوگیا۔

شیخ بدرالدین کا فتنہ اور محمد چلپی کے ہاتھوں اس کا استیصال

دریں اثناء جب محمد چلپی فتوحات میں مصروف تھا، ایک مدعی شیخ بدرالدین کی تحریک نے سلطنت کے استحکام کو درہم برہم کرنے کی کوشش کی۔ یہ اسلام کے خلاف ایک نئے مذہب کی تبلیغ واشاعت تھی جو موجودہ دور کے کمونزم کے بہت قریب تھا۔ اس مذہب کا مشہور ترین داعی بیرقلیجہ مصطفی نامی شخص تھا اور ایک اور شخص طرلاق کمال تھا جو دراصل یہودی تھا۔

یہ شیطانی مذہب تیزی سے پھیلنے لگا اور اس کے پیروکاروں کی تعداد بڑھتی گئی تو سلطان محمد چلپی کے سامنے اور کوئی چارہ نہ رہا سوائے اس کے کہ وہ اس فتنے کو فوری طور پر کچل ڈالے تاکہ ایسا نہ ہو کہ سلطنت ایک بار پھر شکست وریخت کا شکار ہوجائے، چنانچہ اس نے اپنے ایک معتمد کو جو اسلام قبول کرچکا تھا، ایک بڑی فوج دے کر اس مذہب کے بانی بدرالدین اور اس کے پیروکاروں سے لڑائی کے لیے بھیجا۔ یہ نومسلم سپہ سالار شاہ بلغاریہ کا بیٹا اور سیمسن کا گورنر سیسمان تھا۔ لیکن سیسمان، بے ایمان بیرقلیجہ کے ہاتھوں مارا گیا اور اس کے لشکر نے شکست کھائی۔ یوں اس ملحد کا پروپیگنڈہ وسعت اختیار کرتا گیا، چنانچہ سلطان محمد چلپی نے اس فتنے کے استیصال کے لیے اول وزیر بایزید پاشا کی قیادت میں ایک اور لشکر بھیجا۔ بایزید پاشا نے بیرقلیجہ کو جا گھیرا اور قرہ بورنو کی جنگ میں اسے شکست فاش دی۔ بیرقلیجہ مصطفی پکڑا گیا اور اس پر "حرابہ" کی حد جاری کی گئی۔ پھر اس شیطانی مذہب کے بانی بدرالدین کو مقدونیہ میں گرفتار کرلیا گیا اور علماء کا فتویٰ حاصل کرکے اس پر حد جاری کی گئی۔ اس فتوے کی سند رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان تھا:

[مَنْ أَتَاكُمْ وَأَمْرُكُمْ جَمِيعٌ عَلَى رَجُلٍ وَّاحِدٍ يُرِيدُ أَنْ يَّشُقَّ عَصَاكُمْ أَوْيُفَرِّقَ جَمَاعَتَكُمْ فَاقْتُلُوهُ]

"جب تم سب لوگ امرِ حکومت کے متعلق کسی ایک شخص پر متفق ہوچکے ہو، پھر کوئی شخص تمھارے پاس آئے جو یہ چاہتا ہو کہ تمھاری وحدت کو پارہ پارہ کردے یا تمھاری جمعیت میں تفریق ڈال دے تو اسے قتل کردو۔"[3]

[1] رومانیہ: بحیرۂ اسود کے ساحل پر واقع رومانیہ کی آبادی اڑھائی کروڑ کے قریب ہے۔ اس کا دارالحکومت بخارسٹ ہے۔ رومن عہد میں یہ ڈاسیا (Dacia) کا شاہی صوبہ تھا۔ قرونِ وسطیٰ میں یہ ولاچیا اور مولڈیویا (موجودہ مولڈووا) کی ریاستوں میں منقسم تھا جب ترک اس علاقے پر قابض ہوئے۔ یہ دونوں ریاستیں عثمانی نظم کے تحت 1861ء میں متحد ہوئیں اور 1878ء میں انھوں نے رومانیہ کے نام سے آزادی حاصل کرلی۔ پہلی جنگِ عظیم کے بعد اس میں بسربیا اور ٹرانسلوینیا کے علاقے بھی شامل ہوگئے۔ دوسری جنگِ عظیم کے بعد سوویت روس کے زیر اثر رومانیہ کمونسٹ مملکت بن گیا۔ 1989ء کے عوامی انقلاب میں کمونسٹ آمر چاؤشسکو کا تختہ الٹ دیا گیا (اور اسے پھانسی دی گئی۔) (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص: 1250)

[2] ٹرانسلوینیا: یہ شمال مغربی رومانیہ کا میدانی علاقہ ہے جو کوہساروں کے ذریعے سے باقی ملک سے الگ تھلگ ہے۔ رومی دور میں یہ ڈاسیا (Dacia) کہلاتا تھا۔ 9 ویں صدی عیسوی میں یہ ہنگری کا حصہ بنا۔ عثمانیوں کے زیر حکومت رہنے کے بعد سترھویں صدی عیسوی کے آخر میں ایک بار پھر ہنگری نے اس پر قبضہ جما لیا۔ 1918ء میں اسے رومانیہ میں ضم کردیا گیا (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص: 1532)۔ ترک اسے "اردل" کہتے تھے۔

[3] صحيح مسلم، الإمارة، باب حكم من فرق أمر المسلمين وهو مجتمع، حديث: (60)-1852.

نقشہ 132

عثمانی سلطنت محمد اول کی وفات (4 مئی 1421ء) کے وقت

2

سلطان مراد ثانی کی فتوحات

(824ھ-855ھ/1421ء-1451ء)

سلطان محمد اول کی وفات کے بعد اس کا بیٹا مراد 824ھ/1421ء میں تخت سلطنت پر بیٹھا، اس وقت اس کی عمر 18 سال تھی۔ امورِ حکومت سنبھالتے ہی مراد ثانی ایک مضبوط فوج کی تیاری، سلطنت کی معیشت مستحکم کرنے اور یورپ کے جارحیت پسندوں کی طرف سے عثمانی سرحدوں کی ممکنہ پامالی کو روکنے میں مصروف ہوگیا، تاہم یورپ کی طرف پیش قدمی سے پہلے اس نے طے کیا کہ تیمور کے حملے کے نتیجے میں ایشیائے کوچک میں سلطنت عثمانیہ کو جس خسارے سے دوچار ہونا پڑا، اس کا ازالہ کیا جائے اور ان علاقوں میں عثمانی اقتدار کو مستحکم بنایا جائے، چنانچہ اس نے ہنگری سے پانچ سال کے لیے امن کا معاہدہ کرلیا۔ علاوہ ازیں مراد ثانی نے بازنطینی حکمران مینوئل ثانی کو تجویز پیش کی کہ اس معاہدے کی تجدید کی جائے جو اس سے پہلے اس کے والد کے عہد میں طے پایا تھا لیکن مینوئل نے اس سے مطالبہ کیا کہ وہ معاہدے کے بحسن وخوبی نفاذ کی ضمانت کے طور پر اپنے دو بھائی قسطنطنیہ میں رہن رکھوائے۔ عثمانی سلطان نے انکار کیا تو قیصر روم نے دھمکی دی کہ وہ اس کے چچا مصطفیٰ کو رہا کردے گا جو کہ عثمانی تخت کا دعویدار تھا اور جسے قیصر نے اپنے ہاں قید کر رکھا تھا۔

سلیمانیہ مسجد (استنبول) کے اندرونی نقش ونگار

سلطان مراد کی طرف سے بازنطینی مطالبہ مسترد کیے جانے کے بعد مینوئل ثانی نے مصطفیٰ کو رہا کردیا اور دل میں یہ ٹھان لی کہ جب اس کی بغاوت کامیاب ہوجائے گی تو وہ ان تمام بازنطینی شہروں کو واپس لے کے رہے گا جن پر عثمانی قابض ہو چکے تھے، چنانچہ اس نے مصطفیٰ کو دیمتریس لاسکاریس کی قیادت میں دس بحری جہاز دیے۔ مصطفیٰ نے شہر گیلی پولی کا محاصرہ کرکے اُس پر قبضہ کرلیا جبکہ وہ قلعہ فتح نہ کرسکا، لہٰذا وہاں ایک فوجی دستہ چھوڑ کر اس نے لشکر کے ساتھ ادرنہ کی طرف پیش قدمی کی۔

اب مراد ثانی اپنے خاندانی حریفوں سے نپٹنے پر مجبور ہوگیا۔[1] اس کے بعد وہ سلطنت اسلامیہ کی فتوحات کی طرف متوجہ ہوا۔ اس نے وینس کی فوج کو دنداں شکن شکست دی اور 6 رمضان 833ھ/29 مئی 1430ء کو سالونیکا فتح

[1] مراد ثانی کے باغی چچا مصطفیٰ نے رومی فوج کے ساتھ عثمانی سلطنت کے یورپی ساحل پر ہلہ بول دیا تھا۔ مراد کا سپہ سالار بایزید پاشا جنگ میں مارا گیا تو مصطفیٰ آبنائے (درۂ دانیال) پار کرکے ایشیائے کوچک پر حملہ آور ہوا مگر مراد سے شکست کھائی۔ مصطفیٰ بھاگا اور گیلی پولی سے ہو کر تھسلی وغیرہ پر قابض ہوگیا لیکن مراد نے تعاقب کرکے اسے پھر شکست دی۔ آخر کار مصطفیٰ کو ادرنہ میں گرفتار کرکے شہر کے ایک برج میں پھانسی دے دی گئی۔ اس کے بعد مراد نے قسطنطنیہ کی حریف ریاست جنوا (اٹلی) سے صلح کرلی، پھر قسطنطنیہ پر چڑھائی کی تیاریاں کیں اور 826ھ / جون 1422ء میں اس کا محاصرہ کرلیا لیکن قیصر قسطنطنیہ نے مراد کے چھوٹے بھائی مصطفیٰ کو اکسا کر ایشیائے کوچک میں بغاوت کرادی تو مراد کو قسطنطنیہ کا محاصرہ چھوڑ کر ادھر آنا پڑا۔ مصطفیٰ شکست کھا کر مقتول ہوا۔ آخر کار 828ھ میں سلطان مراد نے قیصر سے 30 ہزار ڈکات سالانہ خراج اور کئی اہم مقامات لے کر صلح کرلی (تاریخ اسلام، اکبر شاہ خاں نجیب آبادی: 482/2-484)۔ یاد رہے ڈکات (Ducat) ایک طلائی سکہ تھا جو قرونِ وسطیٰ میں بیشتر یورپی ملکوں میں رائج تھا۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری)

کرلیا، پھر البانیہ میں اپنی فوجیں داخل کردیں۔ دریں اثنا افلاق (ولاچیا) کے حکمران نے سالانہ جزیے کی ادائیگی پر اطاعت کرلی (835ھ - 837ھ / 1431ء-1433ء)۔ اُس کے بعد سمندریہ (سینٹ اینڈریا)[1] کی فتح عمل میں آئی جو کہ بلغراد[2] کے قریب واقع تھا (843ھ/1439ء)۔ پھر اُس نے بلغراد کا محاصرہ کرلیا مگر جب یہ خبر ملی کہ پاپائے روم نے یورپی ملوک و امراء کو سلطنت عثمانیہ کے خلاف صلیبی جنگ کی دعوت دی ہے تو اُسے محاصرہ اُٹھانا پڑا۔ پوپ کی دعوت کے جواب میں شاہ اراگون ونیپلز[3] الفانسو پنجم، شاہ ہنگری و پولینڈ لیڈسیلاس ثانی اور جان ہنیاڈی حکمران ٹرانسلوینیا نے لبیک کہا اور سیکسنی، جرمنی، ملک چیک، لاطین (روم)، فرانس، بشناق، قرامان[4] اور ولاچیا کی فوجیں بھی ان سے آن ملیں۔ ہنیاڈی کی قیادت میں اس جم غفیر کو عثمانی عساکر کے خلاف بعض فتوحات حاصل ہوئیں، خصوصاً اُس وقت جب سلطان مراد ثانی نے سلطنت کی باگ ڈور اپنے بیٹے محمد ثانی کے سپرد کردی تھی (جمادی الاولی 848ھ / اگست 1444ء)

کونسٹنزا (رومانیہ) کی ایک مسجد کا خوبصورت گنبد

قرامان اسکی (ترکی) کا کتب خانہ

1 سمندریہ (Smederevo): یہ بلغراد سے 45 کلومیٹر جنوب مشرق میں دریائے ڈینیوب کے دائیں کنارے واقع ہے جہاں ڈینیوب اور دریائے موراوا کے سنگم سے تکون بنتی ہے۔ یہ شہر سینٹ اینڈریا سے منسوب تھا، چنانچہ سرب زبان میں ''سمندریہ'' (سمدروفو) یا ''سمن اندریا'' سے مراد ہے ''سینٹ اینڈریا''۔ یہاں سے سلطان مراد ثانی اہل ہنگری کو وادیٔ موراوا (سربیا) میں داخل ہونے سے روک سکتا تھا۔ (وکی پیڈیا)

2 بلغراد: سرب زبان میں اسے Beograd (سفید شہر) کہتے ہیں۔ یہ (سابق) یوگوسلاویہ اور (موجودہ) سربیا کا دارالحکومت ہے جو دریائے ساوا اور ڈینیوب کے سنگم پر واقع ہے۔ اس کی آبادی تقریباً 15 لاکھ ہے (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص:131)۔ ترک اپنے زمانے میں اسے بلغراد یا دارالجہاد کہتے تھے۔ دسویں صدی ہجری میں شہر کی مسلم آبادی میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ اولیا چلبی کا بیان ہے کہ بلغراد میں 38 محلے مسلمانوں کے اور 11 غیر مسلموں کے تھے۔ 90-1688ء اور 39-1718ء میں بلغراد آسٹریا کے قبضے میں رہا۔ 1867ء میں بلغراد، سربیا کے حوالے کردیا گیا۔ مسلمان یہاں سے ہجرت کرگئے اور بیشتر شمالی بوسنہ (بوسنیا) میں آباد ہوگئے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 821-816/4)

3 نیپلز: یہ اٹلی کے صوبہ کیمپانیا کا دارالحکومت ہے اور وفاقی دارالحکومت روم کے جنوب میں ''خلیج نیپلز'' پر واقع ہے۔ یہ اٹلی کی دوسری بڑی بندرگاہ ہے۔ ماضی میں یہ شہر سلطنتِ نیپلز و سسلی کا دارالحکومت رہا ہے۔ اُن دنوں نیپلز، ریاست اراگون (اسپین) کے ماتحت تھا۔

4 قرامان: ترکی کا یہ شہر اسی نام کے ایک ضلع کا صدر مقام ہے۔ اس شہر کا قدیم نام ''لارندہ'' ہے۔ یہ قونیہ کے جنوب مشرق میں 35 میل دُور ہے۔ ضلع قرامان (قرہ مان ایلی) کی حدود بدلتی رہی ہیں۔ بعض اوقات لائیکونیا (قونیہ)، کیلیکیا اور عدالیہ تک جنوبی اناطولیہ کو قرامان یا قرہ مانیہ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ سلجوقی عہد میں تیرھویں صدی عیسوی کے وسط میں ترکمان سردار کریم الدین قرہ مان نے یہاں خودمختاری حاصل کرلی۔ قرامان سترھویں صدی میں آق سرائے، آق شہر، قونیہ، قیر شہر، قیصریہ اور نگدہ کی سنجاقوں پر مشتمل تھا۔ سلجوقی دور میں مولانا جلال الدین رُومی کے والد بہاء الدین وَلَد خراسان سے ترک وطن کرکے لارندہ چلے آئے تھے اور وہیں 623ھ /1226ء میں جلال الدین رومی نے شادی کی۔ چودھویں صدی عیسوی کے اوائل میں قرہ مان اوغلو خاندان نے قونیہ کے بجائے لارندہ کو اپنا پایۂ تخت بنایا۔ 1467ء میں سلطان محمد ثانی کے عہد میں لارندہ پر عثمانی ترکوں کا قبضہ ہوا اور پھر 1486ء میں بایزید ثانی نے اس سارے علاقے کو سلطنت عثمانیہ میں شامل کرلیا۔ اس کے بعد لارندہ کا نام قرہ مان ہوگیا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 16-5/2-8)

بلغاریہ کی بندرگاہ وارنا (یکم جنوری2007ء)

اور اس وقت محمد ثانی کی عمر ساڑھے اٹھارہ سال سے زیادہ نہ تھی۔[1]

سلطان مراد کی امورِ سلطنت سے علیحدگی کے بعد ایسا ہونا فطری امر تھا۔ اسی لیے کارڈینل جسارینی نے شاہ بولونا[2] وہنگری لیڈسلاس کو یہ پیغام بھیجا تھا کہ اس نے ترکوں سے جو معاہدہ کیا تھا، وہ اسے توڑ سکتا ہے کیونکہ یہ معاہدہ (بقول اُس کے) ''کافروں (مسلمانوں) کے ساتھ طے پایا تھا اور پوپ نے ایسے معاہدے کو باطل قرار دیا ہے۔'' اس کے نتیجے میں ہنگری، پولینڈ، جرمنی (المانیہ)، فرانس، وینس، بازنطینی سلطنت، پاپائے روم اور برگنڈی سب متحد ہوگئے اور یوں 848ھ/1444ء میں سلطنت عثمانیہ پر پانچواں صلیبی حملہ عمل میں آیا تاکہ اسے شکست سے دوچار کیا جائے۔ یہ صلیبی لشکر جس کی کمان لیڈسلاس اور ہنیاڈی کر رہے تھے، سلطنت عثمانیہ کی حدود میں درآیا اور وارنا[3] کے قریب بحیرۂ اسود کے ساحل پر پہنچ گیا۔ انھوں نے وِدین[4] اور نکوپولس کے قلعوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کی مگر اس میں کامیابی نہ ہوئی تو دونوں شہروں میں لوٹ مار کی۔

اس دوران میں ادرنہ میں سلطنت کی مجلس شوریٰ منعقد ہوئی اور سلطان محمد ثانی کے سامنے یہ قرارداد پیش کی گئی:

''ہم دشمن کے حملے کو اسی صورت میں پسپا کر سکتے ہیں کہ امورِ حکومت آپ کے والد کو سونپ دیے جائیں۔ ہماری درخواست ہے کہ آپ اپنے والد کو پیغام بھیجیں کہ وہ ادھر آ کر دشمن کو دندان شکن جواب دیں اور صلیبیوں کے مقابلے میں جب یہ مہم پایۂ تکمیل کو پہنچ جائے تو آپ پھر سلطنت کے مزے لوٹیے گا۔''

دریائے ڈینیوب پر ودین شہر کا قلعہ بابا ویدا

اس قرارداد کو پڑھ کر محمد ثانی نے شخصی مفاد پر ملّی مفاد کو ترجیح دیتے ہوئے اپنے والد کو لکھا کہ آپ ادرنہ واپس آکر اُمورِ حکومت سنبھالیں لیکن اس کے والد نے آنے سے انکار کر دیا۔ اس پر محمد ثانی نے اسے ایک پُرحکمت خط بھیجا جس میں لکھا تھا:

''اگر ہم بادشاہ ہیں تو ہم آپ کو حکم دیتے ہیں کہ اپنا لشکر لے کر آئیں، اور اگر آپ بادشاہ ہیں تو بھی آئیں اور آ کر اپنی سلطنت کا دفاع کریں۔''

اس بلیغ خط کے نتیجے میں مراد ثانی کے پاس کوئی چارہ نہ رہا اور اس نے ملت کی آواز پر لبیک کہا۔ وہ تیزی سے ادرنہ پہنچا۔ اس نے اپنے بیٹے محمد ثانی کو

1 سلطان محمد ثانی رجب 832ھ/ اپریل 1429ء میں پیدا ہوا تھا (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 358/19)۔ اس لحاظ سے 848ھ/1444ء میں پہلی بار زمام حکومت سنبھالتے وقت محمد ثانی کی عمر 16 سال سے زیادہ نہ تھی۔

2 **بولونا (Bologna)**: یہ شمالی اٹلی کے صوبہ ایمیلیا (Emilia) کا دارالحکومت ہے۔ لیکن یہاں بولونا سے مراد وہ علاقہ ہے جسے ترک مؤرخین کی کتب میں بلادِ لہستان لکھا گیا ہے۔ آج کل اسے پولینڈ (عربی میں بولندا) کہا جاتا ہے۔

3 **وارنا (Varna)**: یہ مشرقی بلغاریہ میں بحیرۂ اسود کے کنارے واقع ایک شہر ہے۔

4 **وِدین (Vidin)**: یہ بلغاریہ کا ایک معروف شہر ہے جو شمال مغرب میں رومانیہ و بلغاریہ کی سرحد پر دریائے ڈینیوب کے کنارے واقع ہے۔

حکومت سے الگ کیے بغیر 40 ہزار کا لشکر جمع کیا اور وارنا میں بحیرۂ اسود کے کنارے خیمہ زن دشمن کی طرف یلغار کی (شعبان 848ھ/ نومبر 1444ء)۔ وارنا کی جنگ میں لیڈسلاس اور کارڈینل جسارینی مارے گئے اور ہنیاڈی نے بھاگ کر اپنی جان بچائی۔ اسی نوے ہزار عیسائی قید ہوئے۔ ڈیڑھ سو عثمانیوں نے شہادت پائی۔ شہداء میں بیگلر بیگ قرہ جہ پاشا بھی شامل تھا جو سلطان مراد ثانی کا داماد تھا۔

اس فتح عظیم سے پوری سلطنت عثمانیہ میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ ایسا صرف سلطنت عثمانیہ ہی میں نہیں ہوا بلکہ پورا عالمِ اسلام اس خوشی میں شریک ہوا۔ جب فتح وارنا کی خبر قاہرہ پہنچی (22 ذی الحجہ 848ھ/ یکم اپریل 1445ء) تو مصر کے مملوک سلطان چقماق نے حکم دیا کہ عباسی خلیفہ کے نام کے بعد سلطان مراد کا نام لیا جائے اور ملک بھر میں عثمانی شہداء کی روحوں کے لیے دعا مانگی جائے، نیز اس فتح پر پورے مصر میں جشن برپا ہوا۔

سلطان مراد ثانی اپنے بیٹے محمد ثانی کے حق میں حکومت سے دست بردار ہوگیا تھا، پھر بیٹے کے مطالبے پر اُس نے بڑی سرعت سے زمام حکومت دوبارہ اپنے ہاتھ میں لے لی تھی اور دشمنان اسلام کو شکست دے کر اناطولیہ لوٹ آیا تھا۔ اس کے بعد محمد ثانی کے خلاف بعض بغاوتیں ہوئیں تو مراد ثانی کو ایک بار پھر حکومت سنبھالنی پڑی۔ اپنے دوسرے حملے کے دوران میں اس نے ریاست مورہ (جنوبی یونان) پر حملہ کیا (8 رمضان 850ھ/ 27 نومبر 1446ء) اور قلعہ کورنتھ کا محاصرہ کرلیا۔ 21 رمضان 850ھ/ 10 دسمبر 1446ء کو اس نے کورنتھ فتح کرلیا۔ جزیرہ نما[1] میں داخل ہوکر اس نے پتراس پر قبضہ کرلیا۔ پھر سلطان نے سکندر بیگ کو سزا دینے کے لیے 851ھ/ 1447ء میں البانیہ پر حملے کی تیاری کی۔ سکندر بیگ نے یورپی

البانیہ: اسے عربی میں البانیا یا بلاد الارناؤط اور مقامی زبان میں Shqiperia کہتے ہیں۔ یہ بلقانی جمہوریہ بحیرۂ ایڈریاٹک کے ساحل پر واقع ہے اور مونٹی نیگرو، مقدونیہ، یونان (اور کوسوو) میں گھری ہوئی ہے۔ اس کا دارالحکومت ترانا ہے۔ فلورہ، البسان اور سقوطری (اسکودار) اہم شہر ہیں۔ رقبہ 28748 مربع کلومیٹر اور آبادی 33 لاکھ ہے۔ (المنجد في الأعلام: 62) اہل البانیہ الیری (Illyrian) نسل سے ہیں۔ الیریوں نے تیسری صدی ق م میں یہاں اپنا خود مختار سیاسی نظام قائم کیا۔ 167 ق م میں رومیوں نے البانیہ فتح کرلیا۔ بطلیموس البانویوں اور ان کے پایۂ تخت البانوپولس کا ذکر کرتا ہے جو موجودہ قریہ (Kurje) کے قریب تھا۔ ساتویں صدی عیسوی کے بعد البانیہ کے مختلف علاقوں پر سلاف، بلغاری، سرب، بازنطینی، نارمن اور اہل وینس قابض رہے۔ 1272ء میں آنژو (فرانس) کا حکمران چارلس دراچ اور سارے ساحلی علاقے پر قابض ہوگیا اور اس نے شاہ البانیہ کا لقب اختیار کرلیا۔ 737ھ/ 1337ء میں جب بازنطینی حکمران اینڈرونیکس ثالث نے صوبہ البانیہ پر لشکر کشی کی تو اس کے لشکر میں ترکی امدادی فوج بھی شامل تھی۔ 1385ء میں ایک البانوی جاگیردار کارلوتھوپیا نے اپنے حریف بلشا ثانی کے خلاف مدد مانگی، چنانچہ جنگ سورہ میں بلشا ترکوں کے ہاتھوں مارا گیا اور تھوپیا اور بلشا جاگیرداروں نے سلطان ترکیہ کی سیادت تسلیم کرلی۔ پھر جنگ قوصوہ (1389ء) کے بعد صاروخان (اناطولیہ) کے ترک اُسکپ (مقدونیہ) کے سرحدی مرکز میں لا بسائے گئے۔ 820ھ/ 1417ء میں ترکوں نے سارا البانیہ فتح کر کے اسے ''آرناودایلی'' کا صوبہ بنا دیا (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: جلد 1، عنوان ''آرناودلق'')۔ جنگ بلقان (1912ء) میں البانیہ نے آزادی حاصل کرلی۔ 1928ء میں یہاں شاہ زوغ کی بادشاہی قائم ہوئی مگر 1939ء میں اس پر اٹلی نے قبضہ کرلیا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد یہاں انور خوجہ (Enver Hoxha) کی قیادت میں سخت کمونسٹ حکومت برسر اقتدار آئی۔ 1992ء کے آزادانہ انتخابات جیت کر ڈیموکریٹک پارٹی نے اقتدار حاصل کیا (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری: 30)۔ البانیہ یورپ کا واحد مسلم اکثریتی ملک ہے۔ اس کی آبادی میں 70 فیصد مسلمان ہیں۔ اس کے باوجود انور خوجہ نے اسے دنیا کی واحد ملحد مملکت قرار دے دیا تھا۔ البانیہ کے شمال مشرقی ہمسایہ قوصوہ (کوسو) کی 92 فیصد آبادی البانوی مسلمانوں کی ہے اور مشرقی ہمسایہ مقدونیہ کی 25 فیصد آبادی بھی البانوی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔

[1] جنوبی یونان کا یہ جزیرہ نما پیلو پونیز ہے جو ایک خاکنائے کے ذریعے سے بقیہ یونان سے ملا ہوا ہے۔ کورنتھ شہر اس جزیرہ نما کے شمال میں ہے۔ کورنتھ خاکنائے میں سے گزرنے والی ریل اور شاہراہ کے ذریعے سے ایتھنز (یونان کا دارالحکومت) سے ملا ہوا ہے۔ جزیرہ نما پیلو پونیز کے شمال مغربی ساحل پر (Patra) پتراس واقع ہے۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری)

تیرانہ (البانیہ) کی مسجد ادہم بے (Et'hem Bey)

صلیبیوں کے ساتھ اتحاد کرلیا تھا اور سلطنت عثمانیہ کے خلاف خروج کیا تھا۔ [1]

عثمانیوں کی پیشرفت روکنے کے لیے یورپ کی دوسری کوشش

جنگ وارنا میں یورپی لشکروں کی عثمانی عساکر کے ہاتھوں شکست کے چار سال بعد شکست خوردہ مسیحی سالار جان ہنیاڈی نے تہیہ کیا کہ وہ اپنی شکست کا بدلہ لے گا، چنانچہ اس نے یورپی ممالک کو اکٹھا کرنا شروع کردیا تاکہ عثمانیوں کے خلاف ایک متحدہ محاذ بنایا جائے۔ اس میں ہنگری، جرمنی، پولینڈ، صقلیہ، نیپلز، پاپائے روم اور مولڈیویا اکٹھے ہوگئے۔ ان کے لشکروں کی مجموعی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی۔ یہ جم غفیر عثمانی حدود میں داخل ہوگیا اور اس نے سطح مرتفع کوسوو پر قبضہ کرلیا جہاں وہ اس سے قبل شدید شکست سے دوچار ہو چکا تھا۔

جب سلطان مراد کو عیسائیوں کی پیش قدمی کا علم ہوا تو اس نے سرعت کے ساتھ لشکر تیار کیا اور مسیحی اتحاد سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے کوسوو کا رخ کیا۔ معرکۂ کوسوو میں دونوں لشکروں میں گھمسان کی لڑائی ہوئی جو تین دن جاری رہی (10-12 ذی قعدہ 852ھ/ 17-19 جنوری 1448ء)۔ مراد ثانی نے ترخان پاشا کو حکم دیا کہ مسیحی عساکر کی واپسی کا راستہ روکے اور خود دشمن پر اس قدر زوردار حملہ کیا کہ یورپی اتحادیوں نے تباہ کن شکست کھائی۔ اس جنگ میں 17 ہزار مسیحی موت کے گھاٹ اُترے جبکہ چار ہزار ترکوں نے شہادت پائی۔

سلطان مراد ثانی کی فتوحات یہیں تک محدود نہ رہیں بلکہ اس نے موسم گرما (853ھ/1449ء) میں البانیہ پر فوجی یلغار کردی تاکہ باغی اسکندر بیگ (George Kastriota) کو سزا دے جو سلطان سے بغاوت کرکے البانیہ بھاگ گیا تھا۔ سلطان جب البانیہ کے دارالحکومت پہنچا تو اسکندر بیگ نے وہاں سے راہِ فرار اختیار کی۔

مراد ثانی کے البانیہ پر حملے کے دوران میں فروری 1451ء میں سلطان کو موت نے آ لیا۔ سلطان مراد ثانی کی وفات پر اس کے دشمنوں نے بھی اس کے حسنِ کردار کی گواہی دی۔ بازنطینی مؤرخ شالکونڈیلاس نے لکھا: ''وہ راست رو اور عادل شخص تھا۔'' ایک اور بازنطینی مؤرخ پرنس ڈوکاس سلطان کے بارے میں لکھتا ہے: ''وہ لوگوں میں غلہ لٹاتا تھا اور تنگ دستوں کے لیے بڑا سخی تھا اور اس سلسلے میں اپنی مسلم یا مسیحی رعایا میں کوئی فرق روا نہ رکھتا تھا۔ وہ دونوں کے ساتھ یکساں برتاؤ کرتا تھا۔ وہ اپنے دشمنوں سے کیے ہوئے عہد پورے کرتا تھا اور اگر ان میں سے کوئی عہد شکنی کرتا تو اس کا معاملہ اللہ پر چھوڑ دیتا۔ وہ جب تک مجبور نہ ہوجاتا جنگ نہ چھیڑتا اور جب اسے دشمنوں پر فتح حاصل ہوتی تو وہ ان کا بے جا خون نہ بہاتا بلکہ قلعے صرف اس لیے فتح کرتا کہ انھیں صلح پر آمادہ کرسکے۔'' نیز فرانسیسی مؤرخ کرنارڈے نے لکھا: ''اگر مراد اول عثمانی سلطنت کا معمار اوّل تھا تو مراد ثانی اس کا حقیقی بانی تھا۔''

[1] سکندر بیگ البانیہ کے عیسائی امیر جان کستریو کا بیٹا تھا جس نے سلطان مراد ثانی کی اطاعت کرکے اپنے تین بیٹے بطور ضمانت عثمانی دربار میں بھجوا دیے تھے۔ سلطان نے ان پر شفقت برتی تو وہ مسلمان ہوگئے۔ سکندر بیگ کو ایک علاقے کا گورنر بنادیا گیا۔ جان کستریو کی وفات کے بعد سلطان نے اس کی ریاست کا الحاق کرلیا تو سکندر بیگ کو یہ امر ناگوار گزرا۔ اس نے وزیر اول سے البانیہ کی گورنری کے احکام دھوکے سے حاصل کرلیے اور پھر اسے قتل کرکے البانیہ بھاگ گیا۔ وہاں اپنے ہم مذہب عیسائیوں کو ساتھ ملا کر بغاوت کردی۔ سلطان مراد کے جلد انتقال کے باعث البانیہ کی مہم ادھوری رہی۔ مراد کے جانشین محمد فاتح کے عہد میں 871ھ/ 1467ء میں سکندر بیگ کے انتقال پر البانیہ کو سلطنت عثمانیہ میں ضم کرلیا گیا۔ (تاریخ ترکیہ از ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، ص: 74-84)

بوسنیا ہرزیگوینا
مونٹی نیگرو
سربیا
سربیا
کوسووپولجی
پرسٹینا
پڈگوریکا (ٹیٹوگراڈ)
کوسوو (قصووہ)
دریائے ڈرین
جھیل شقودرہ
شقودرہ (اسکودر اسقوطری)
کرکیس
سکوپجی (اسکپ)
لیژا
بحیرۂ ایڈریاٹک
دریائے ماط
پیشکوپی
دیبر
مقدونیہ
دریس (درازو)
تیرانہ
البانیہ
مناستر (بٹولا)
البصان
جھیل اوخری
جھیل پریسپا
دریائے سیمن
فائری
برات
کورچہ
ولورہ (افلونیا)
کستوریہ
اوترانتو
دریائے ویوسہ
آبنائے اوترانتو
گینوقستر
اٹلی
یونان
جزیرہ کیرکرا (کورفو)
(یونان)
بحیرۂ یونان (Ionian Sea)
البانیہ (آرناودلق)
بین الاقوامی سرحد
ملکی دارالحکومت
صوبائی دارالحکومت

نقشہ 133

حصہ چہارم

باب سوم

سلطان محمد ثانی فاتح قسطنطنیہ

1

قسطنطنیہ کی عظیم الشان فتح

(20 جمادی الاولی 857ھ/29 مئی 1453ء)

سلطان مراد ثانی کی وفات کے بعد حکومت کی باگ ڈور دوسری بار اس کے بیٹے محمد ثانی کے ہاتھ آئی۔ وہ اس وقت 23 برس کا ہو چکا تھا۔[1] وہ پہلا عثمانی سلطان تھا جس نے فتح قسطنطنیہ کا عزم کیا اور نبی ﷺ نے جو بشارت دی تھی کہ "جو لشکر اس شہر کو فتح کرے گا وہ جنتی ہوگا۔"[2] محمد ثانی قسطنطنیہ فتح کر کے اس بشارت کا مصداق ٹھہرا۔

سلطان محمد ثانی نے دیکھا کہ اس کے پردادا بایزید اول نے اپنے لیے آبنائے باسفورس کے مشرقی کنارے پر ایک قلعے کی بنیاد رکھی تھی جسے اس نے "اناضولو حصاری" یعنی "قلعۂ اناطولیہ" کا نام دیا تھا۔ یہ قلعہ آبنائے باسفورس کے تنگ ترین کنارے پر واقع تھا۔ محمد ثانی نے ایک اور قلعے کی بنیاد رکھی اور اسے "رومَلی (روم ایلی) حصاری" یعنی "قلعۂ روم" کا نام دیا۔[3] اس کا مقصد یہ تھا کہ تمام آبنائے باسفورس اس کے تسلط میں آ جائے۔ سلطان محمد ثانی نے بنفسِ نفیس اس قلعے کا خاکہ بنایا اور مصلح الدین آغا کو اس کی تعمیر پر مامور کیا جبکہ سات ہزار کارکنوں نے پورے چار ماہ میں اسے پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔ قلعہ مثلث شکل میں تھا اور اس کی فصیل کی چوڑائی 20 قدم تھی۔ اس کے ہر کونے پر ایک ضخیم برج تھا جس میں سیسہ پلایا گیا تھا اور اس کی موٹائی 32 قدم تھی۔

اناضولو حصاری (باسفورس)

1 عربی اطلس الفتوحات الاسلامیہ میں تخت نشینی کے وقت محمد ثانی کی عمر 20 سال بتائی گئی ہے مگر یہ درست نہیں۔ محمد ثانی 1429ء میں پیدا ہوا تھا، یوں 1451ء میں بوقتِ تخت نشینی وہ بائیس تئیس برس کا تھا۔

2 سلطان محمد کا استدلال شاید اس حدیث سے تھا جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«أَوَّلُ جَيْشٍ مِّنْ أُمَّتِي يَغْزُونَ مَدِينَةَ قَيْصَرَ مَغْفُورٌ لَّهُمْ»

"میری امت کا سب سے پہلا لشکر جو قیصر کے شہر (قسطنطنیہ) پر چڑھائی کرے گا ان کو بخش دیا گیا ہے۔"

(صحيح البخاري، الجهاد والسير، باب ماقيل في قتال الروم، حديث: 2924)

3 چونکہ یہ قلعہ آبنائے باسفورس کے پار علاقہ "رومَلی" یا رومیلیا (تھریس ومقدونیہ) کے ساحل پر تعمیر کیا گیا، اس لیے اسے "رومَلی حصاری" یا "حصار رومیلیا" کہا جانے لگا۔

نقشہ 135
قسطنطنیہ اور آبنائے باسفورس

آبنائے باسفورس کے کنارے سلطان محمد ثانی فاتح کا بنا کردہ قلعہ "رومی حصاری"
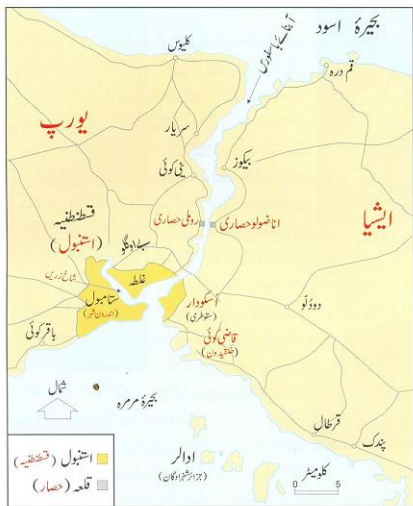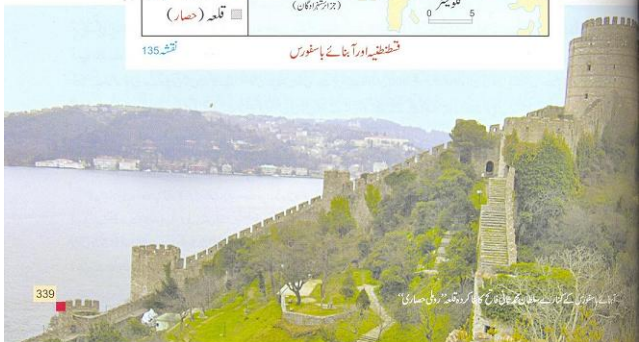
جامع ایاصوفیہ (موجودہ عجائب گھر) کا اندرونی حسن
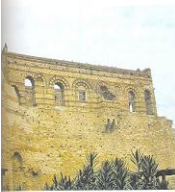
قیصر قسطنطین پرفروجینیوطس کا محل (استنبول)

اس دوران میں جبکہ قسطنطنیہ کی فتح کے لیے عثمانیوں کی جنگی تیاریاں ادرنہ کے طول وعرض میں جاری تھیں، شہرِ قیصر میں انتہائی اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ قیصر قسطنطین [1] نے جلدی میں پوپ نکولا پنجم سے مدد طلب کی۔ پوپ نے اس کی درخواست قبول کر کے کارڈینل ایسوڈور کو قسطنطنیہ بھیجا۔ کیتھولک کارڈینل نے قسطنطنیہ پہنچ کر کلیسا ایاصوفیہ کا رُخ کیا اور وہاں کیتھولک طریقے سے عبادت کے مراسم ادا کیے جو آرتھوڈکس قسطنطینی عوام کے مراسم کے خلاف ہی نہیں انھیں چیلنج کرنے والے تھے۔ لوگوں نے امداد کو پہنچنے والے کارڈینل کے طریقِ عبادت کو نہایت ناپسندیدگی سے دیکھا۔ ادھر قیصر کیتھولک اور آرتھوڈکس دونوں مسیحی کلیساؤں کو متحد کرنے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ وزیرِ اعظم لوکاس نوتاراس اور جنادیوس (جو فتح قسطنطنیہ کے بعد بطریق بنا) نے اس خوف سے اس اتحاد کی شدید مخالفت کی کہ اس طرح کہیں کیتھولک کلیسا کے ہاتھوں یونانی آرتھوڈکس کلیسا کا خاتمہ ہی نہ ہو جائے۔ نوتاراس نے اس وقت یہ تاریخی جملہ کہا: ''میں قسطنطنیہ میں لاطینی ٹوپ دیکھنے کے بجائے ترکی عمامے دیکھنا زیادہ پسند کرتا ہوں۔'' دراصل بازنطینیوں (اہل قسطنطنیہ) کو لاطینیوں (کیتھولک رومیوں) کے وہ وحشیانہ مظالم نہیں بھولے تھے جن کا ارتکاب انھوں نے 601ھ/1204ء کی صلیبی مہم کے دوران میں کیا تھا۔ تب لاطینی (رومن کیتھولک) کلیسا نے اس عذر پر مسیحی رضا کاروں کو پے بہ پے قسطنطنیہ بھیجنے کا سلسلہ جاری رکھا تھا کہ قیصر نے امداد طلب کی ہے، چنانچہ اب پاپائے روم کی طرف سے ایسوڈور کی آمد پر دونوں کلیساؤں کے اتحاد کی کوششیں بار آور نہ ہو سکیں۔

ربیع الاوّل و ربیع الآخر 857ھ/ اپریل 1453ء [2] میں عثمانیوں نے خشکی اور سمندر کی طرف سے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا۔ اس محاصرے میں عثمانیوں کی 400 جہازوں پر سوار 20 ہزار بحری فوج شریک تھی اور ان کی بری فوج کی تعداد 80 ہزار تھی۔ سلطان نے شہر کے اردگرد توپخانہ لگا دیا جس میں توپوں کی 14 بیٹریاں تھیں جو اربن نامی ہنگروی توپ ساز نے بنائی تھیں۔ وہ پتھر کے گولے ایک میل تک پھینکتی تھیں۔ بیرن کارڈیفو نے اپنی کتاب Thinkers of Islam (مفکرینِ اسلام) میں لکھا ہے کہ محمد فاتح نے توپوں میں جو گولے استعمال کیے ان میں سے ہر ایک کا وزن 300 کلوگرام تھا اور ان کی مار ایک میل سے زیادہ تھی۔ ایک توپ چلانے کے لیے 700 افراد کی ضرورت پڑتی تھی، اس کی نال بھرنے میں دو گھنٹے لگتے تھے جبکہ توپخانہ 200 توپوں پر مشتمل تھا۔

[1] یہ قیصر قسطنطین دوازدہم (Constantine 12th) تھا جو 1449ء میں تخت نشین ہوا تھا۔ دولت قسطنطنیہ (بازنطینی سلطنت) کا پہلا حکمران قسطنطین اول یا قسطنطین اعظم (324ء تا 337ء) تھا جس کے نام پر قدیم بیزنطیم کو قسطنطنیہ کا نام دیا گیا۔ نبی ﷺ کے ہم عصر قیصر ہرقل کا جانشین قسطنطین سوم (641ء) تھا اور قسطنطین چہارم امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا ہم عصر تھا۔ (المنجد في الأعلام، ص: 160,159)

[2] اطلس الفتوحات الاسلامیہ (عربی) میں محاصرۂ قسطنطنیہ کے آغاز کا وقت جمادی الاولیٰ و جمادی الآخرہ 857ھ/ اپریل 1453ء درج ہے مگر درست وقت ربیع الاول و ربیع الآخر 857ھ ہے کیونکہ اگلے صفحات میں فتح کی تاریخ منگل 20 جمادی الاولیٰ دی گئی ہے جو کہ 29 مئی 1453ء کے مطابق ہے جس کی تائید دیگر کتب تاریخ سے ہوتی ہے۔ اسی طرح قسطنطنیہ پر آخری حملہ ''18 مئی سے اگلے دن'' بتایا گیا ہے جبکہ درست تاریخ 28 مئی سے اگلے دن، یعنی 29 مئی ہے۔

شاخ زریں (گولڈن ہارن) استنبول

جنوا (اٹلی)

عثمانی بحری فوج بلطہ اوغلو سلیمان بیگ کی قیادت میں خلیج زریں [1] کے دہانے پر وارد ہوئی جہاں بازنطینی بحری بیڑے کا کمانڈر تھیوڈور دفاع پر مامور تھا۔ بازنطینیوں نے شہر کے محاصرے سے پہلے سمندر میں طویل آہنی زنجیر نصب کر کے خلیج کا دہانہ بند کر دیا تھا جس سے خلیج کے اندر کسی جہاز کا داخل ہونا مشکل ہوگیا تھا۔ یہ زنجیر عثمانیوں کے آگے سب سے بڑی رکاوٹ تھی، چنانچہ ان کے جہاز جو قسطنطنیہ پر حملے کے لیے فوج کو خلیج کے اندر لے جا اتارنے کے لیے مامور تھے، اس میں داخل ہونے سے قاصر تھے۔

اس دوران میں جنوا [2] کے تین جہاز اور ایک رومی جہاز آن پہنچے جن کی قیادت جسٹیانی کر رہا تھا جسے پوپ نے قسطنطنیہ کے دفاع اور محصورین کو مدد پہنچانے کے لیے بھیجا تھا۔ ان جہازوں کی آمد پر عثمانی بحریہ انھیں روک نہ سکی۔ عثمانی بحریہ کی اُن سے ایک جھڑپ ہوئی جس میں جسٹیانی غالب رہا اور جب وہ اپنے جہازوں کے ہمراہ خلیج کی طرف بڑھا تو اہلِ قسطنطنیہ نے آہنی زنجیر کھول دی اور رُومی جہاز خلیج میں داخل ہوگئے۔ اس اچانک پیش آمدہ واقعے سے سلطان محمد ایک ایسی جنگی ترکیب بروئے کار لانے پر مجبور ہوگیا جو اس کے سپہ سالاروں نے کمال مہارت سے پیش کی تھی۔

جنگی ترکیب یہ تھی کہ 67 ہلکے بحری جہاز آبی زنجیر کو چھوڑ کر غلطہ کی طرف سے خشکی پر چڑھا کر خلیج زریں میں اُتار دیے جائیں۔ اس کے لیے غلطہ کی زمین پر چوبی تختے بچھائے گئے اور ان پر چربی مل دی گئی تا کہ رات کے اندھیرے میں جہاز پھسلواں تختوں پر سے کھینچ کر خلیج تک لے جائے جائیں۔ دریں اثناء عثمانی توپخانے نے شہر پر شدید گولہ باری جاری رکھی تا کہ بازنطینیوں کی توجہ اس طرف مبذول نہ ہو اور ان کا کوئی اہلکار عثمانی جہازوں کی خلیج میں منتقلی پر دھیان نہ دے سکے۔ یوں عثمانی جہاز خلیج میں منتقل ہوگئے اور ایک دوسرے کے ساتھ آگے پیچھے اس طرح کھڑے ہوگئے کہ خلیج کے آر پار پل سا بن گیا تھی کہ ان جہازوں کے ذریعے سے تمام لشکر قسطنطنیہ کی خشکی پر

[1] اسے شاخ زریں (Golden Horn) بھی کہا جاتا ہے جو دراصل آبنائے باسفورس کی ایک سینگ نما شاخ (Horn) یا کھاڑی پر مشتمل ہے اور یہیں قسطنطنیہ (استنبول) کی بندرگاہ واقع تھی۔ ترکی زبان میں اسے آج کل صرف خلیج (Halic) لکھا جاتا ہے۔ (انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم، جلد اول، آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری)

[2] جنوا (Genoa): اطالوی زبان میں اسے جنووا (Genova) کہتے ہیں۔ سوئٹزر لینڈ کا مشہور شہر جنیوا (Geneva) اس سے الگ ہے۔ جنوا اٹلی کے شمال مغربی ساحل کی بندرگاہ ہے اور علاقہ لیگوریا کا صدر مقام ہے۔ آبادی 7 لاکھ سے اوپر ہے۔ کرسٹافر کولمبس یہیں پیدا ہوا تھا (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص: 580)۔ 1253ء سے 1299ء تک اطالوی ریاستوں وینس اور جنوا کے درمیان کشمکش رہی۔ پہلی جنگ (1258ء) میں جنوا نے شکست فاش کھائی۔ 1289ء میں وینس نے ایشیائے کوچک پر قابض ترکوں سے معاہدہ کر لیا تو جنوا نے درۂ دانیال بند کر دیا۔ وینس نے بزور درۂ دانیال کی ناکہ بندی توڑی اور غلطہ (قسطنطنیہ کا ایک حصہ) کو لوٹا۔ سولھویں صدی کے شروع سے جنوا پر فرانس قابض رہا حتی کہ 3 اگست 1529ء کے معاہدے کی رو سے فرانس نے اٹلی پر تمام دعوے چھوڑ دیے اور چارلس پنجم اٹلی کا بادشاہ بن گیا (اگست 1530ء)۔ یہ معاہدہ فرانسس اول (شاہ فرانس) کی ماں اور چارلس پنجم (شاہ اسپین) کی پھوپھی کے درمیان ہوا تھا۔
(انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم، جلد 286/2)

فتح قسطنطنیہ

(20 جمادی الاولیٰ 857ھ/29 اپریل 1453ء)

عثمانی عساکر قسطنطنیہ کے گرد

نقشہ 134
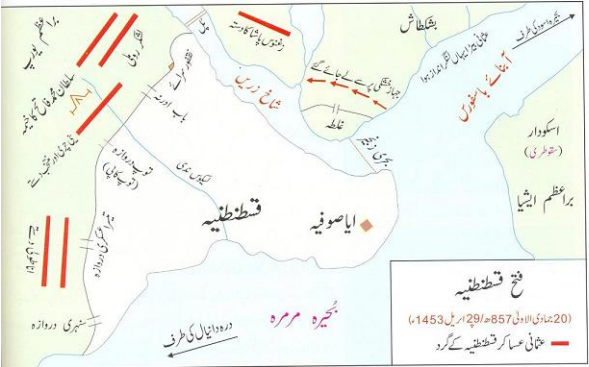
خلیفہ عبدالمجید اوّل کی تعمیر کردہ مسجد مجیدیہ (1854ء) جو باسفورس پل کے مغربی سرے کے پاس قصبہ اُرداکوئی میں واقع ہے

جا اُترا۔ اور جب صبح طلوع ہوئی تو عثمانیوں کو دیکھ کر اہل شہر پر دہشت طاری ہوگئی۔ ہم عصر بازنطینی مؤرخ دوکاس ترکوں کی اس دہشت ناک جنگی کارروائی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

''یہ ایک معجزہ تھا۔ اس سے پہلے کسی نے ایسے معجزے کے بارے میں سُنا نہ کبھی ایسا معجزہ دیکھا تھا۔''

عثمانی بحریہ تو جسٹنیانی کو خلیج (شاخ زریں) میں داخل ہونے سے روکنے میں ناکام رہی تھی، تاہم سلطان محمد کی نئی جنگی حکمت عملی سے یہ ممکن ہوگیا تھا کہ تمام عثمانی افواج قسطنطنیہ کے گرد اکٹھی کر کے یکبارگی ہلا بول دیا جائے۔ اس حملے سے پہلے سلطان نے اتمام حجت کے طور پر قیصر روم کو دوسری مرتبہ خط لکھ کر مطالبہ کیا کہ شہر پُرامن طور پر حوالے کر دو گے تو خونریزی نہیں ہوگی اور بادشاہ کو اجازت ہوگی کہ اپنے اموال اور خزانوں سمیت جہاں جانا چاہے چلا جائے۔ سلطان نے اس صورت میں اہلِ قسطنطنیہ کو امان دیتے ہوئے یہ وعدہ کیا کہ ان کے اموال، ان کی جانیں اور جائدادیں محفوظ رہیں گی۔ لیکن قیصر نے اہل جنوا کے اکسانے پر سلطان کی پیشکش مسترد کردی۔

ادھر ہنگری کے بادشاہ نے ایسے وقت سلطان محمد پر دباؤ ڈالنے کا ارادہ کیا جبکہ وہ مشکل میں تھا۔ اس نے قیصر روم کو خط لکھا کہ اس کا عثمانیوں سے کوئی رابطہ نہیں اور اسے شاہِ قسطنطنیہ کی پالیسی سے مکمل اتفاق ہے، نیز اسے یقین دلایا کہ وہ یورپی دستوں کی قیادت کرتے ہوئے حملہ آور ہوگا تاکہ عثمانیوں کو کچل ڈالا جائے لیکن شاہ ہنگری کے زیرِ قیادت یورپی فوج کی آمد سے کوئی فرق نہ پڑا اور ترکوں نے ثابت قدمی سے محاصرہ جاری رکھا۔

28 مئی کا دن امن سے گزر گیا۔ اگلے دن فجر کے وقت اجتماعی نماز کے بعد سلطان محمد اس جگہ پہنچا جہاں سے حملے کا آغاز ہونا تھا۔ اتنے میں بڑی بڑی توپوں کی گھن گرج سُنائی دی جنھوں نے پو پھٹتے ہی گولہ باری شروع کردی تھی جبکہ سلطان کے حکم سے عثمانی پرچم لہرانے لگا تھا۔ ترکوں میں یہ روایت تھی کہ حملہ شروع کرتے وقت پرچم لہرایا جاتا تھا۔

اس دوران میں عثمانی توپوں نے شہر کی فصیل میں ایک شگاف پیدا کر دیا تو عثمانی لشکر شہر کے گرد کھودی ہوئی خندقیں پار کر گیا۔ انھوں نے فصیل کے ساتھ ساتھ سیڑھیاں لگائیں اور پوری فوج تین لہروں میں فصیل پر سے کود کود کر شہر میں داخل ہوگئی۔ آخری لہر میں ینی چری (Janissary)[1] دستے بھی شامل تھے۔ اس صورت حال میں قیصر قسطنطین اپنے محفوظ دستوں کو دفاع کے لیے آگے لانے پر مجبور ہوگیا جو کنیسۃ الحواریّین کے آس پاس تعینات تھے (یہ کلیسا بعد میں جامع مسجد الفاتح قرار پایا۔) ادھر عثمانی لشکر نے بلا تاخیر تیر اندازی شروع کردی جس سے مسیحی سپہ سالار جسٹنیانی شدید زخمی ہوا اور اس حالت میں اس نے میدانِ کارزار سے راہِ فرار اختیار کی۔ قیصر قسطنطین اس کی منتیں کرتا رہا کیونکہ شہر کے دفاع میں اس کا بڑا کردار تھا مگر اس نے قیصر کی ایک نہ سنی اور بھاگ نکلا۔

عثمانی پرچم

اولین عثمانی شہداء میں امیر ولی الدین سلیمان بھی شامل تھے جنھوں نے قدیم بازنطینی شہر کی فصیل پر عثمانی پرچم لہرایا تھا۔ ان کی شہادت کے وقت 18 عثمانی سپاہی پرچم کو گرنے سے بچانے کے لیے تیزی سے وہاں پہنچ گئے اور انھوں نے پرچم سربلند رکھا حتی

[1] ''ینی چری'' کے معنی ہیں: ''نئی فوج''۔ سلطان اُورخان نے شاہی حفاظتی فوج کے طور پر اس کی بنیاد رکھی تھی۔ شروع میں اس میں نومسلم غلام زادے اور بعد میں سپاہیوں اور سالاروں کے بیٹے بھرتی کیے جاتے تھے۔ چودھویں صدی عیسوی کے بعد ''ینی چری'' ترک فوج کے بڑے لڑاکا دستوں پر مشتمل ہوتی تھی۔
(تاریخ ترکیہ، ص: 41، آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص: 754)

کہ باقی لشکری جو فصیل پر سے اُن کا دفاع کر رہے تھے، وہاں آن پہنچے اور انھوں نے پرچم سنبھال لیا۔ اس وقت تک اٹھارہ کے اٹھارہ عثمانی مجاہد شہادت سے ہمکنار ہو چکے تھے۔ اس دوران میں عثمانی سپاہی فصیل کے ان شگافوں سے شہر میں داخل ہوتے چلے گئے جو توپوں نے اس میں ڈال دیے تھے اور ان سیڑھیوں سے بھی اترتے رہے جو فصیل کے ساتھ لگائی گئی تھیں۔ پھر دوسرے حملہ آور عثمانی دستوں نے قسطنطنیہ کے بعض دروازے کھول دیے۔ اس دوران میں بحری فوج نے خلیج کے دہانے پر غلبہ پا کر آہنی زنجیر کھول دی اور پھر عثمانی بیڑا خلیج میں داخل ہو کر شہر کی طرف بڑھا۔ ان حالات میں بازنطینیوں میں سراسیمگی پھیل گئی، عثمانیوں کے ہاتھوں بے شمار قتل ہوئے اور جو بھاگ سکے، بھاگ نکلے۔

یوں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قسطنطنیہ مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔ سلطان محمد فاتح شہر میں داخل ہو کر گھوڑے سے اُترا اور اُس نے زمین پر اللہ کے حضور میں سجدۂ شکر ادا کیا اور دُعا کی کہ اللہ تعالیٰ شہداء پر اپنی رحمت فرمائے۔ پھر اس نے خاص قسطنطنیہ کے بارے میں نبی ﷺ کی حدیث پڑھی اور شہر کو ''اسلامبول'' [1] کا نام دیا، یعنی ''اسلام کا شہر'' یا ''اسلام آباد''۔ سلطان نے اپنی فوج کو لوٹ کھسوٹ سے روک دیا۔ اس کے بعد وہ کلیسا ''ایاصوفیہ'' کی طرف متوجہ ہوا، وہاں نمازِ شکرانہ ادا کی اور اسے مسجد میں تبدیل کرنے کا حکم دیا۔ پھر اس میں نمازِ عصر ادا کی۔ اس وقت بعض رومیوں نے قبولِ اسلام کا اعلان کیا۔

سلطان محمد فاتح رواداری میں بے مثال تھا۔ یہ اس کی رواداری ہی تھی کہ اُس نے عیسائیوں کو بے روک ٹوک اپنی مذہبی رسوم ادا کرنے کی اجازت دی۔ اس نے ان کے کلیساؤں اور عبادت گاہوں کو امان دی اور انھیں اپنا بطریق خود چننے کا حق دیا، چنانچہ اس نے مسیحیوں کے سرکردہ افراد جمع کیے جنھوں نے جنادیوس کو بطریق منتخب کیا۔ سلطان نے اس کے انتخاب پر اعتماد کا اظہار کیا، اسے رومیوں کا رئیس مقرر کیا اور اسے ینی چری فوج کا ایک حفاظتی دستہ عطا کیا، نیز اسے رومیوں کے مخصوص دیوانی اور فوجداری مقدمات کے فیصلے کرنے کا اختیار دیا اور اس کے ساتھ ہی کلیسا کے بڑے عہدیداروں پر مشتمل ایک مجلس تشکیل دی گئی اور صوبوں میں مطران (اسقفِ اعظم) اور قسیس (اُسقف) بھی اس اختیار کے حامل قرار دیے گئے۔

استنبول کی پرانی فصیل

مسجد ایاصوفیہ جو اب عجائب گھر بن چکی ہے

جامع مسجد سلطان فاتح (استنبول)

[1] سلطان محمد فاتح نے صوتی اور معنوی مناسبت کے باعث استنبول کو ''اسلامبول'' کا نام دیا۔ یاقوت حموی متوفی 626ھ نے معجم البلدان (347/4) میں لکھا ہے کہ ''قسطنطین اعظم نے اسے دارالحکومت بنا کر اس کا نام قسطنطنیہ (عربی میں قسطنطينية) رکھا جسے آج کل اصطنبول کہتے ہیں۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ شہر پہلے سے مسلمانوں کے ہاں اصطنبول یا استنبول کے طور پر معروف تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قسطنطین اعظم نے 330ء میں قدیم شہر بیزنطیم کو ''کان سٹین ٹینو پولس'' (Constantinopolis) یا قسطنطنیہ کا نام دیا تھا مگر عام طور پر اسے آئس ٹن پولن Eis Ten Polin (اندرونِ شہر) کہا جاتا تھا جسے مقامی لہجے میں سٹامبول (Stamboul) کہتے تھے۔ عرب اسی کو معرب کر کے اصطنبول یا استنبول کہنے لگے۔'' (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص:748)

جب سلطان محمد فاتح ان خوفزدہ عیسائیوں کو امان دے کر عدل قائم کر چکا جو شہر سے راہِ فرار اختیار کرنا چاہتے تھے تو اس نے استنبول (اسلامبول) کو اپنا مستقر بنا لیا، پھر عالم اسلام کے سربراہوں کو خطوط لکھ کر انھیں فتح قسطنطنیہ کی بشارت دی۔ سلطانِ مصر اینال شاہ [1] کے نام لکھے گئے خط کے بعض فقرات یہ تھے:

''بے شک بہترین طریقہ ہمارے اسلاف کا ہے۔ وہ مجاہدین فی سبیل اللہ تھے اور کسی علامت گر کی ملامت سے نہیں ڈرتے تھے۔ ہم ان کے طریقے پر قائم ہیں اور اس خواہش پر مسلسل کاربند ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس قول کی مثال بن گئے ہیں:

﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ ﴾

''ان لوگوں سے لڑو جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے۔'' [2]

اور ہم اپنے نبی محمد ﷺ کی ہدایت پر مضبوطی سے قائم ہیں جنھوں نے فرمایا:

[مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِي سَبِيلِ اللهِ حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ]

''جس شخص کے پاؤں اللہ کی راہ میں گرد آلود ہو گئے، اللہ نے اس پر دوزخ کی آگ حرام کر دی۔'' [3]

اسی لیے ہم نے اس برس (فتح قسطنطنیہ کا) ارادہ کیا، جس میں اللہ نے برکت اور انعام ارزانی کیا، جبکہ ہم اللہ ذوالجلال والاکرام کی رسی کو مضبوطی سے تھامے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس پر قائم ہیں، چنانچہ ہم نے فریضۂ جہاد کی ادائیگی کا عزم کیا جو اسلام نے ہم پر عائد کیا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے:

﴿ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ ﴾ ''تم ان کفار سے لڑو جو تمھارے قرب و جوار میں ہیں۔'' [4]

اس مقصد کے لیے ہم نے غازیوں اور مجاہدین کے بری و بحری لشکر تیار کیے، اس شہر کو فتح کرنے کی خاطر جو فسق و فجور اور کفر سے بھرا ہوا تھا اور جو طویل مدت سے ممالک اسلامیہ کے وسط میں ہونے کے باوجود کفر و شرک پر فخر کرنے والوں کا گڑھ تھا۔

جیسے کہ کسی شاعر نے کہا ہے: ؎

فَكَأَنَّهَا حُسْنٌ عَلَى الْخَدِّ الْأَغَرِّ
وَكَأَنَّهَا كَنَفٌ عَلٰى وَجْهِ الْقَمَرِ

''یہ شہر گویا تابناک رخسار پر ایک حُسن ہے، اور اس کے ساتھ ہی، جیسے چاند کے چہرے پر سایہ (گہن) ہو۔''

سلطان محمد فاتح نے شہر قسطنطنیہ کی تعریف اور اس کے قلعے کی مضبوطی اور پچھلی مہمات میں اس کے ناقابلِ تسخیر ہونے کا ذکر کرنے کے بعد لکھا:

''ہم نے ان سے جنگ کی اور انھوں نے ہم سے جنگ کی، ہم نے ان سے لڑائی کی اور انھوں نے ہم سے لڑائی کی، ہماری لڑائی 54 دن رات جاری رہی حتی کہ صبح طلوع ہوگئی۔ اس روز منگل تھا اور جمادی الاولیٰ کی بیس تاریخ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے مشرق سے سورج نکلنے سے پہلے ہمیں فتح سے نوازا۔''

[1] ابو نصر سیف الدین الملک الاشرف اینال العلائی چرکسی غلاموں میں سے تھا جو 857ھ تا 865ھ / 1453ء تا 1461ء مصر پر حکمران رہا۔ مصر کے چرکسی ممالیک کے خانوادے نے 784ھ تا 923ھ / 1382ء تا 1517ء مصر پر حکومت کی۔ (أطلس التاريخ العربي الإسلامي:233)

[2] التوبة 29:9. [3] صحيح البخاري، الجمعة، باب المشي إلى الجمعة، حديث: 907. [4] التوبة 123:9.

اسی طرح سلطان محمد فاتح نے شریف مکہ مکرمہ کو فتح قسطنطنیہ کی خوشخبری دیتے ہوئے مال غنیمت میں سے تحائف ارسال کیے اور اس سے دعا کی درخواست کرتے ہوئے اپنے خط میں لکھا:

''اس برس اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو فتح عطا کی، ایسی فتح آنکھ نے کبھی دیکھی نہ کان نے سُنی، اور یہ مشہور شہر قسطنطنیہ کی فتح ہے۔ ہم اس فتح کی خوشخبری دیتے ہوئے آپ کو یہ خط لکھ رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ اس عظیم کامیابی اور مسرت کی خوشخبری حرمین شریفین کے تمام باشندوں، علماء و سادات کرام، پرہیزگاروں اور عبادت گزاروں، صلحاء و مشائخ، ائمہ کرام، خدا رسیدہ متقین، سب چھوٹوں بڑوں اور بیت اللہ کے زائرین کو پہنچا دیں گے جو اہل اسلام کے لیے عروۃ الوثقیٰ (مضبوط رسی) کے مانند ہے جو ٹوٹنے کی نہیں، نیز آب زمزم اور مقام ابراہیم کی عبادت سے بہرہ ور ہونے والوں، مرقد رسول کے قرب و جوار میں عبادت کرنے والوں اور عرفات میں ہماری سلطنت کے دوام کی دعا کرنے والوں اور ہماری فتح کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور میں گریہ وزاری کرنے والوں کو بھی خوشخبری سنا دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں کی برکات سے ہمیں بہرہ یاب کیا اور ان کے درجات بلند کیے۔ ہم اپنے نمایندے کے ہاتھ آپ کے لیے مالِ غنیمت میں سے خالص و معیاری سونے کے دو ہزار فلورے تحفتاً بھیج رہے ہیں اور سات ہزار فلورے فقراء میں تقسیم کرنے کے لیے ہیں جن میں سے دو ہزار سادات اور نقیبوں کے لیے اور ایک ہزار خدّامِ حرمین کے لیے مخصوص ہیں اور باقی مکہ اور مدینہ میں مسکینوں اور محتاجوں میں تقسیم کر دیے جائیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں شہروں کے شرف میں اضافہ کرے! آپ سے امید ہے کہ یہ مال ان لوگوں میں ان کی احتیاج اور ضرورت کے مطابق تقسیم کریں گے۔ ہماری طرف سے آنے والی سفارت کی کیفیت ہمیں لکھ بھیجنا۔ ان شاء اللہ، ہمارے لطف و احسان سے ان لوگوں کی دائمی دعائیں ہمارے شامل حال رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ آپ کی حفاظت کرے اور آپ کی سعادت و سیادت کو روزِ قیامت تک دوام بخشے۔''

شریف مکہ نے سلطان محمد فاتح کے خط کا جواب یوں دیا:

''ہم نے آپ کا مکتوب کمال ادب کے ساتھ کھولا اور کعبہ شریف کے سامنے اہلِ حجاز اور اہلِ عرب کو پڑھ کر سنایا۔ ہم نے اس میں قرآن کے احکامِ جہاد دیکھے جن میں مومنوں کے لیے شفا اور رحمت ہے اور اس کے متن سے رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کا ایک معجزہ ظاہر ہوتے دیکھا، اور وہ معجزہ قسطنطنیہ اور اس کے گرد و نواح کی فتح کا معجزہ ہے، جس کا قلعہ بہت مضبوط اور خواص و عوام میں مشہور و معروف تھا اور اس کی فصیل بہت مستحکم تھی۔ اس مشکل اور خطرناک کام کے آسان ہونے پر ہم اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں۔ اس پر ہمیں انتہائی خوشی ہوئی ہے۔ آپ نے ارضِ مقدس کے باشندوں سے محبت کا اظہار کر کے اپنے آبائے کرام اور اجداد عظام کے جس طریقے اور مسلک کا احیا کیا ہے، اس پر ہمیں بے پناہ مسرت ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی روحوں کو راحت بخشے اور انھیں جنت کے اعلیٰ مقامات سے نوازے!''

اس فتح عظیم کے ساتھ، جو سلطان محمد فاتح کو 25 برس کی عمر میں عطا ہوئی، اللہ تعالیٰ کا نور اور اسلام مشرقی یورپ میں پھیلنے لگا، چنانچہ اس کے بعد سلطان موصوف بلادِ بلقان کے جہاد میں مصروف ہو گیا۔

2

سربوں کی سرزمین فتح ہوتی ہے

فتح قسطنطنیہ کے بعد سلطان محمد فاتح نے دریائے ڈینیوب کے علاقے میں اپنی سلطنت کا دبدبہ قائم کرنے پر توجہ مرکوز کی، چنانچہ اب وہ ہنگری کی طرف متوجہ ہوگیا جو یورپ میں سلطنت عثمانیہ کی توسیع کے راستے میں ہمیشہ ایک مشکل خطہ چلا آرہا تھا۔ اس لیے اس نے سربوں کی سرزمین (سربیا) کو عثمانی سلطنت میں ضم کرنے کا اقدام کیا، خصوصاً اس وقت جبکہ بہت سے سرب اُمراء نے سلطنت عثمانیہ کی اطاعت اور ماتحتی اختیار کر لی تھی۔ اُن میں برانکووتش اور ولاچیا (افلاق) اور مولڈیویا (بغدان) کے اُمراء شامل تھے جنھوں نے ہنگری کی تقلید میں جنگ میں شکست کھائے بغیر عثمانیوں کی سیادت قبول کر لی تھی۔ اسی طرح بازنطینی حکمران کے بھائیوں دیمتریس اور تومس حاکمان موریہ نے اپنے زیرِحکومت علاقے دولت عثمانیہ میں ضم کر

اہل وینس کے تعمیر کردہ قلعہ میتھونی (موریا، یونان) میں عثمانی بُرج

موریہ: یہ یونانی جزیرہ نما پیلوپونیسوس (Peloponnesus) کا عمومی نام ہے جسے زمانۂ قدیم میں یونان کا قلعہ سمجھا جاتا تھا۔ مسلمان مصنفین اسے لاموریہ، المورِیا یا مورہ بھی لکھتے ہیں۔ 807ء میں سلافی آبادکاروں نے افریقہ سے آنے والے عربوں کی مدد سے موریہ کے شہر پتراس کی ناکہ بندی کی مگر اہل شہر نے انھیں پسپا کر دیا۔ نویں صدی میں سلافی آبادکار عیسائیت اختیار کرنے لگے۔ چوتھی صلیبی جنگ کے بعد اہل وینس نے موریہ کو زیرِ نگیں کر لیا۔ 1264ء میں موریہ کے فرینک حکمران کی درخواست پر دو ترک سرداروں مالک اور سالک نے بازنطینی فوج کو پے در پے شکستیں دے کر فرینکوں کا اقتدار بحال کیا، چنانچہ جنگ کے بعد ترکوں کی خاصی تعداد موریہ میں آباد ہوگئی۔ 1392ء میں ایورنوس بیگ کے زیرِ قیادت ایک ترک فوج جزیرہ نما کے متعدد قلعوں پر قابض ہوگئی تو موریہ کے گورنر تیریو اول نے سلطان بایزید کا خراج گزار بننا قبول کیا۔ 1423ء میں ترک سپہ سالار ترخان نے موریہ کے اہم ترین قلعہ جزمہ حصار (شہر کورنتھ کے قریب) پر یلغار کی تو بازنطینی حکمران مینوئل ثانی پیلیولوگوس نے ایک لاکھ سکے خراج ادا کرنے کا وعدہ کیا اور جزمہ حصار سے دست بردار ہوگیا۔ سلطان مراد ثانی کے عہد میں ریاست موریہ سلطنت عثمانیہ کی باجگزار بن گئی۔ 1460ء میں سلطان محمد فاتح نے اسے اپنی سلطنت میں ضم کر لیا۔ 1502ء میں وینس والوں نے موریہ میں اپنی نوآبادیاں ترکوں کے حوالے کر دیں، پھر صلح نامہ کارلوتز (1699ء) کے تحت ترکوں نے موریہ اہل وینس (بندقیہ) کی تحویل میں دے دیا مگر جب یونانیوں نے ترکوں کے زیرِ اقتدار رہنے کی خواہش کی تو سلطنت ترکیہ نے 1715ء میں اسے دوبارہ فتح کر لیا۔ اس کے بعد بہت سے عیسائیوں نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا۔ 1768ء میں زارشاہی کے اکسانے پر موریہ کے یونانیوں نے ناکام بغاوت کی۔ 1821ء میں جب ترک گورنر خورشید پاشا باغی علی پاشا کا محاصرہ کیے ہوئے تھا، اس دوران میں موریہ کے عیسائیوں نے پھر بغاوت کر دی۔ 1827ء میں روس اور انگلستان نے سازش کی کہ موریہ اور یونان کے دوسرے حصوں کو ملا کر ایک آزاد ریاست قائم کر دی جائے۔ بابِ عالی (Sublime Porte) حکومتِ قسطنطنیہ نے ان کی مداخلت تسلیم نہ کی تو ان کے متحدہ بیڑے نے حملہ کر دیا۔ آخرکار طویل مذاکرات کے بعد فروری 1833ء میں بویریا (جرمنی) کے شہزادہ اوٹو کو یونان کا پہلا بادشاہ بنا دیا گیا اور اس وقت سے موریہ یونان کا ایک حصہ قرار پایا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 775/21)

دیے، نیز جنوا کے زیرِحکومت جزائر خیوس اور لسبوس نے بھی یہی روش اختیار کی۔ بحیرۂ ایجین کے دیگر جزائر کے ساتھ بھی امن وصلح کے معاہدے طے پا گئے۔ اسی طرح بلقان کے قبائل نے بھی اسلام اور سلطنت عثمانی سے ناتا جوڑ لیا۔ بلقانی قبائل کی اس اطاعت اور دولت عثمانیہ سے وابستگی کے کئی ملکوں پر واضح اور مخالفانہ اثرات مرتب ہوئے جنھوں نے بڑھتے ہوئے عثمانی خطرے کو محسوس کیا۔ یہ ممالک سربیا، ہنگری اور وینس تھے۔ انھوں نے اس خطے میں ہنگامہ اُٹھانے کی کوشش کی اور سرب امیر برانکووتش کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا جس نے پہلے سلطنت عثمانیہ کی اطاعت کا اعلان کیا تھا۔ اب اس نے شاہ ہنگری ہنیاڈی کے ساتھ اتحاد کر لیا اور دونوں عثمانی عساکر پر چھاپے مارنے لگے جو اس دو فریقی اتحاد کے لیے چیلنج بن گئے تھے۔

اس صورت حال میں عثمانی افواج نے سربیا کے علاقے میں پیش قدمی کی اور یکے بعد دیگرے ان کے شہر اور قلعے فتح کرتی چلی گئیں حتی کہ بلغراد تک جا پہنچیں۔ ان فوجوں نے صدر اعظم محمود پاشا کی قیادت میں سربوں کے تمام علاقے 863ھ تا 865ھ / 1458ء تا 1461ء یکے بعد دیگرے فتح کر لیے۔

موریا (یونان) کے قصبہ ناپلیون (Nafplion) میں سابق عثمانی مسجد

3

یونان، بوسنیا اور البانیہ کی فتوحات

موریہ (جنوبی یونان) کی فتح

الحاقِ موریہ کی تفصیل یہ ہے کہ یہ علاقہ دو بھائیوں تومس اور دیمتریس کے مابین اختلاف ونزاع کا باعث بنا ہوا تھا۔ ان کے باہمی تنازع سے البانویوں کو اس علاقے کے معاملات میں مداخلت کا موقع مل گیا۔ جب سلطان محمد فاتح کو البانویوں کی طرف سے خطرہ محسوس ہوا تو اس نے 863ھ/1458ء میں موریہ پر فوج سے چڑھائی کر دی۔ البانوی شکست کھا کر بھاگ نکلے اور سلطان نے مشرقی موریہ کا علاقہ سلطنت عثمانیہ میں ضم کرلیا۔ دریں اثناء تومس اور اس کے بھائی نے سلطنت عثمانیہ کی مصروفیت سے فائدہ اٹھایا اور انھوں نے مذکورہ علاقہ واپس لینے کی کوشش کی لیکن سلطان محمد فاتح نے ان کی چال ناکام بنا دی اور حملہ کر کے 865ھ/1460ء میں شہر ایتھنز پر قبضہ کرلیا۔ پھر 869ھ/1464ء میں بحیرۂ ایجین[1] کے جزائر فتح کر لیے گئے۔ یوں پورا یونان عثمانی عملداری میں آ گیا سوائے بعض مقامات اور قلعوں کے جو وینس کے زیر حکومت تھے۔ 867ھ/1462ء میں عثمانی فوج نے اِفلاق (ولاچیا) بھی فتح کرلیا۔

قدیم ایتھنز کی منڈی Monastiraki میں 1759ء کی تعمیر کردہ عثمانی مسجد جو عجائب گھر بن چکی ہے مگر یونانی آج بھی اسے جامع (Tzami) یعنی مسجد کہتے ہیں

بوسنیا و ہرزیگووینا کی فتح

ترک اسے بوسنہ وہرسک کہتے تھے۔ سربیا کی فتح کے بعد سلطان محمد فاتح نے بوسنیا کی فتح ضروری سمجھی جو اپنے قلعوں کے لیے مشہور تھا۔ اس کا مقصد عثمانیوں کے خلاف یورپی اتحاد کا سد باب کرنا تھا، چنانچہ سلطان نے حاکم بوسنیا کو خط لکھا کہ وہ دولت عثمانیہ کی اطاعت کر لے مگر اس نے انکار کر دیا۔ اس پر 868ھ/1463ء میں سلطان محمد فاتح نے فوجی یلغار کر کے شہر کے شہر فتح کر لیے اور یوں تمام بوسنیا عثمانی عملداری میں آ گیا۔

روڈس شہر کا سقراط بازار

[1] بحیرۂ ایجین: یونان اور ترکی کے مابین واقع یہ سمندر (ایجہ) دراصل بحیرۂ روم ہی کا ایک حصہ ہے۔ قدیم عہد میں عرب اسے بحر الخبیل کہتے تھے۔ درۂ دانیال کے ذریعے سے یہ بُحیرہ مرمرہ سے ملا ہوا ہے۔ بحیرہ ایجین کے اہم جزائر یوبیہ (Euboea)، خیوس (Chios)، لسبوس، لمنوس، ساموس، جزائر دوازدہ (Dodecanese) اور سائیکلادس ہیں۔ (المنجد في الأعلام: 91)

البانیہ کی فتح

866ھ / جولائی 1461ء میں سلطان محمد فاتح نے حاکم البانیہ سکندر بیگ کے ساتھ معاہدۂ صلح کیا۔ اس کے مطابق سکندر بیگ البانیہ اور اپیروس کے صوبوں سے دستبردار ہوگیا مگر جلد ہی اس نے عہد شکنی کی۔ سکندر بیگ کی فوج کے عثمانی لشکر سے کئی معرکے ہوئے حتی کہ عثمانیوں نے تمام البانیہ فتح کرلیا اور 872ھ / 1467ء میں اسے سلطنت عثمانیہ میں ضم کرلیا گیا۔ اسی اثناء میں سلطان محمد فاتح نے اناطولیہ کے شمالی ساحل پر اماستریس، سینوپ اور ترابزون [1] فتح کرلیے۔

قلعہ کروجہ (البانیہ)

سقوطری (اسکودار) البانیہ

قلعہ تریونِک (بوسنیا)

جامع مسجد اسکندر پاشا (ترابزون)

1 طرابزون (ترابزون): اس شہر کے نام کی ترکی شکل طَرَبْزون (انگریزی میں Trebizond یا Trabzon) ہے۔ یہ بحیرۂ اسود کے جنوب مشرقی گوشے میں پہاڑی ساحل پر واقع ہے۔ اسے سلطنت روما کا سرحدی شہر ہونے کے باعث بڑی اہمیت حاصل تھی لیکن قیصر جسٹینین کے عہد سے قیصریہ جدید (نیکسار) اس علاقے کا اہم ترین مقام بن گیا۔ عرب مصنفین اسے اَطرابزَند، یا طرابزندہ اور بحیرۂ اسود کو بحر طرابزندہ کہتے تھے۔ (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 12 / 545) ترابزون کو یونانیوں نے 756 ق م میں Trapezus کے نام سے آباد کیا تھا۔ 1204ء میں جب صلیبیوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کرلیا تو الیکسوس کومینوس نے ترابزون کو پایۂ تخت بنا کر ایک ذیلی بازنطینی سلطنت کی بنیاد ڈالی جو 1461ء میں عثمانی سلطنت میں ضم کرلی گئی۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری: 1525)

4

وینس کے مقبوضات کی فتح

قسطنطنیہ کی فتح، جزیرہ نمائے موریہ (یونان) کے سلطنت عثمانیہ میں انضمام اور آبناؤں [1] پر عثمانی کنٹرول کے پیشِ نظر اہل وینس نے محسوس کیا کہ عثمانی اہل یورپ کے لیے خطرات کا باعث بن گئے ہیں، چنانچہ انھوں نے اس روز افزوں خطرے کا مقابلہ کرنے کے لیے مشرق ومغرب کے حکمرانوں کو عثمانیوں کے خلاف اُبھارا۔ انھوں نے مصر وشام کے ممالیک اور ان کے ماتحت ریاستوں کو بھی ایسی ہی ترغیب دی جن میں ریاست رمضان [2] بھی شامل تھی، تاہم دولت ممالیک نے وینس والوں کی تحریک وترغیب پر کان نہ دھرے۔ تب اُنھوں نے امارت آق قویونلی کو عثمانیوں کے خلاف اُکسایا جس کا حکمران اوزون حسن تھا۔ اس نے اس سلسلے میں وینس سے معاہدہ کیا جس میں بعض یورپی ممالک اور پوپ بھی شریک ہوگئے۔

اوزون حسن: آق قویونلی ترکمان خانوادہ نے منگولوں کے زوال کے بعد دیار بکر سے فرات تک اپنی سلطنت قائم کر لی تھی۔ آق قویونلی کے ترکی میں معنی ہیں: ''سفید بھیڑوں والے''۔ ان کے حکمران اوزون حسن نے دارالحکومت دیار بکر سے تبریز منتقل کر لیا تھا جس پر 1502ء میں صفوی قابض ہوگئے (المنجد في الأعلام)۔ 1458ء میں طرابزون کے آخری بادشاہ ڈیوڈ نے اپنی بھتیجی کیتھرائن (ڈسپنا) اوزون حسن سے بیاہ دی تھی۔ 873ھ /1468ء میں اوزون حسن نے سلطان ابوسعید تیموری اور اس کے حلیف شاہ ایران قرہ قویونلی حسن علی کو الگ الگ شکست دی اور دونوں مارے گئے۔ دریں اثناء اوزون حسن کے امراء نے کرمان، فارس، لُورستان، کردستان اور خوزستان فتح کر لیے، نیز حاکم موصل خلیل بے نے بغداد پر قبضہ کر لیا۔ اوزون حسن کی فتوحات کے پیشِ نظر اہل وینس نے 1462ء ہی میں عثمانیوں کے خلاف مملکتِ آق قویونلی سے حلیفانہ تعلقات استوار کر لیے تھے۔ دریں اثناء 1471ء میں وینس کی سینٹ نے اوزون حسن کی مسیحی بیوی ڈسپنا کاترینا کے بھانجے کاترینو زینو کو تبریز (ایران) بھیجا۔ اس مفاہمت کے تحت وینس سے 200 فوجیوں کے ہمراہ 6 بڑی توپیں، 600 توڑے دار بندوقیں (Spingardl)، تفنگیں (Schioppotti) اور گولہ بارود ایران بھیجا گیا۔ اوزون حسن کو تمام ایشیائے کوچک پر قبضہ دلوانے کی بھی یقین دہانی کرائی گئی، چنانچہ اوزون حسن نے توقات کو تاراج کیا اور پھر اس کی فوج قیصریہ پر حملہ آور ہوئی۔ ربیع الاول 878ھ / اگست 1473ء کی جنگ میں آق قویونلی فوج نے عثمانیوں سے شکست فاش کھائی، اس کا سالارِ اعلیٰ کافر اسحق (غالبًا مسیحی) اور اوزون حسن کا بیٹا زینل (زین العابدین) مارے گئے۔ شبِ عید الفطر 882ھ میں اوزون حسن انتقال کر گیا (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 3/537-545)۔ 1501ء میں صفویوں کی فتح سے آق قویونلی سلطنت ختم ہوگئی۔

[1] آبناؤں سے مراد درہ دانیال (Dardanelles) اور آبنائے باسفورس ہیں جو یورپی ترکی کو ایشیائی ترکی سے الگ کرتی ہیں۔ آبنائے باسفورس بحیرۂ اسود کو بحیرۂ مرمرہ سے ملاتی ہے۔ استنبول اس کے جنوب میں بحیرہ مرمرہ کے کنارے واقع ہے۔ اس کی لمبائی 30 کلومیٹر اور چوڑائی 500 میٹر سے 3 کلومیٹر تک ہے۔ درۂ دانیال بحیرۂ مرمرہ کو بحیرۂ ایجین (اور بحیرۂ روم) سے ملاتا ہے۔ اس کا طول 70 کلومیٹر اور عرض 1270 میٹر سے 7 کلومیٹر تک ہے۔ درۂ دانیال کے یورپی ساحل پر گیلی پولی کی بندرگاہ واقع ہے۔ (المنجد في الأعلام: 147 و 242)

[2] رمضان اوغلری اناطولیہ کا ایک شاہی خانوادہ تھا جس کی بنیاد 780ھ /1379ء میں ترکمان سردار رمضان اوغلو نے رکھی تھی۔ ان کی ریاست آطنہ (عَدَانا یا اضنہ)، سیس، آیاس، ورسق اور طرسوس وغیرہ پر مشتمل تھی۔ دارالحکومت آطنہ تھا۔ اس کا آخری حکمران ابراہیم بیگ ثانی (متوفی 1002ھ /1594ء) کا بیٹا محمد بیگ ثانی تھا جو برائے نام حکمران تھا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 10/347)

درہ دانیال میں وینسی قلعہ بزکادہ (Bazcaada) جسے عثمانیوں نے از سرِ نو تعمیر کیا

اس معاہدے کا مقصد دولت عثمانیہ کی باہم تقسیم اور یورپ سے عثمانیوں کا مکمل اخراج تھا، نیز امارت قرامان، ترابزون اور اناطولیہ کا کچھ حصہ اوزون حسن کی عملداری میں شامل ہونے تھے۔ اور یہ وہ علاقے تھے جو بحیرۂ اسود، بحیرۂ مرمرہ، بحیرۂ روم اور بحیرۂ ایجین کے درمیان واقع تھے اور جن پر سلطنت عثمانیہ کا انحصار تھا، لہٰذا قسطنطنیہ وینس اور اناطولی ریاستوں میں قربت کی اجازت نہیں دے سکتا تھا، چنانچہ جیسے ہی سلطان محمد فاتح کو ان طاقتوں کے گٹھ جوڑ کی اطلاع ملی، اس نے فوری طور پر بلقان پر چڑھائی کر دی۔ یوں شعبان 868ھ / اپریل 1463ء میں یورپی محاذ پر جنگ چھڑ گئی جس کے دوران میں عثمانیوں کے لیے ہنگری پر قبضہ کرنا ممکن ہو گیا۔ اس صورتِ حال میں اہلِ وینس پریشان ہوئے۔ ان میں تنہا سلطنت عثمانیہ کا سامنا کرنے کا یارا نہ تھا، خصوصاً جبکہ پوپ کا بھی انتقال ہو گیا تھا۔ نئے پوپ نے سلطنت عثمانیہ کے خلاف رزم آرائی میں شرکت سے انکار کر دیا۔

ان حالات میں سلطان محمد فاتح نے جان لیا کہ وینس کی فوجی قوت توڑے بغیر کوئی چارہ نہیں، لہٰذا اس نے وینس کے مقبوضہ جزیرہ اکریبوز [1] پر ہلا بول دیا اور 875ھ / 1470ء میں اسے فتح کر لیا۔ اس کے بعد عثمانی عساکر تھسلی (مشرقی یونان) اور اتیکا میں داخل ہو گئے۔ ادھر اناطولیہ میں عثمانی فوج فتح کے پرچم لہراتی ریاست رمضان تک جا پہنچی۔ یوں سلطان محمد فاتح بحیرۂ روم کے تمام شمال مشرقی ساحلوں پر اپنا اقتدار قائم کرنے میں کامیاب رہا۔ اب اٹلی کے ساحل اس کے سامنے کھلے پڑے تھے۔ دریں اثناء ترابزون اور ریاست قرامان جن پر کچھ عرصے کے لیے اوزون حسن قابض ہو گیا تھا، وہ دوبارہ فتح کر کے عثمانی سلطنت میں شامل کر لیے گئے۔ دوسری طرف عثمانی افواج نے دریائے ڈینیوب کے ساتھ ساتھ پیش قدمی کرتے ہوئے ہنگری کو تاخت و تاراج کیا اور زاغرب فتح کر کے آسٹریا میں داخل ہو گئیں، نیز ترکوں نے وینس کے ساحل اور مشرقی اٹلی پر یلغار کی۔

جزیرہ یوبیہ (یونان) میں عثمانی مسجد

ان عثمانی فتوحات کے نتیجے میں اہلِ وینس سلطنت عثمانیہ سے صلح کے مذاکرات کرنے پر مجبور ہو گئے (شوال 884ھ / 1479ء) اور انھوں نے جنگی تاوان اور سالانہ جزیے کی ادائیگی کی شرط پر عثمانیوں سے صلح کر لی۔ علاوہ ازیں کئی مقامات سے وینس والوں نے انخلا کیا جن پر وہ قابض چلے آ رہے تھے۔ انھوں نے آرگوس اور تمام البانیہ خالی کر دیے اور بلقان کے محض چند ساحلی مقامات ان کے تسلط میں باقی بچے۔

[1] اکریبوز یا یوبیا: کریٹ کے بعد یوبیا یونان کا دوسرا بڑا جزیرہ ہے جو بحیرۂ ایجین کی طرف واقع ہے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ (541/3) کے مطابق ''1469-70ء میں ترکوں نے یوبیہ (Euboea) فتح کر لیا جو 264 برس تک اہلِ وینس کے قبضے میں رہا تھا۔''

5

کریمیا کی فتح

مشرقی یورپ میں تاتاری سلطنت آلتون اُردو (سنہرا لشکر) کی شکست وریخت سے جو ریاستیں وجود میں آئیں، اُن میں اہم ترین ریاست کریمیا تھی جو مشرقی یورپ میں واقع تھی۔ چنگیز خان کے بڑے بیٹے جوجی خان کی اولاد میں "جوجی اولوس" کے نام سے جو شاہی خانوادہ حکمران چلا آرہا تھا، اس کے زوال سے جن ریاستوں نے جنم لیا، ان سے کریمیا کی سیاسی چپقلش بہت نمایاں تھی۔

آلتون اُردو: چنگیز خان کے فرزند اکبر جوچی (یا جوجی) کا دوسرا بیٹا باتو (Batu) 1236ء سے 1241ء تک روس کے وسیع علاقے بشمول یوکرین زیر اقتدار لانے میں کامیاب رہا تھا۔ "آلتون اردو" کے نام سے اس خانوادے کی حکومت 1502ء تک برقرار رہی۔ باتو کا آباد کردہ دارالحکومت سرائی (سرائے) زیریں وولگا کے کنارے واقع تھا۔ کوہ قاف کا علاقہ بشمول جارجیا 1260ء تک اور بلغاریہ 1310ء تک آلتون اردو کے تسلط میں رہا۔ اُردوئے زرّیں (Golden Horde) کا جدید ترکی نام آلتون اوردو یا آلتین اردو (Altin Ordu) ہے۔ مقامی تصانیف میں اس ملک کو عموماً دشتِ قپچاق کہا گیا ہے۔ باتو کے بڑے بھائی اوردا (Orda) نے مغربی سائبیریا میں ایک ریاست قائم کی تھی جسے نیلے یا سفید لشکر (Blue Or White Horde) کا نام دیا گیا ہے۔ یہ ریاست اُردوئے زرّیں کے ماتحت تھی۔ 1256ء میں باتو کا بھائی برکہ (یا برقہ) جانشین ہوا۔ وہ پہلا مغل شہزادہ تھا جس نے مذہب اسلام (طریقۂ اہل سنت) قبول کر کے تاتاریوں کو دائرۂ اسلام میں شامل کرنے کا آغاز کیا۔ یہی وجہ تھی کہ ان کے عم زاد ہلاکو خان نے 1258ء میں خلافتِ بغداد کو تباہ کر کے برکہ خان کی شدید دشمنی مول لی، چنانچہ آلتون اُردو اور ایران کے ایلخانی منگولوں کے درمیان متعدد جنگیں ہوئیں۔ انھی میں کوہ قاف ایلخانیوں کے زیرِ اثر آ گیا۔ برکہ نے مصر کے مملوک حکمرانوں سے ایلخانیوں کے خلاف معاہدہ بھی کیا تھا۔ مصر کے ممالیک (غلاموں) کی بڑی تعداد اسی اُردوئے مُطلاّ کے علاقے سے جاتی تھی (رکن الدین بیبرس کا تعلق یوکرین سے تھا۔) برکہ کے جانشین اگرچہ شامانی بدھ مت کے پیروکار رہے، تاہم اوز بیگ خاں (41-1313ء) مسلمان تھا جس نے وولگا کے علاقے میں اسلام کی بنیاد مستحکم کی۔ اوز بیگوں کا نیا قبیلہ اسی اوز بیگ (اُزبک) کے نام سے منسوب ہوا۔

1380ء میں ریاست مسکووی (Duchy of Muscovy) کے روسیوں نے دریائے ڈون (Don) کے کنارے ممائی (Mamai) کی تاتاری فوج کو شکستِ فاش دی اور پھر مسکووی کے گرینڈ ڈیوک نے اپنی آزاد حکومت قائم کر لی۔ 1391ء میں تیمور نے اُردوئے زرّیں کے حکمران تُقتَمِش کو شکست دی اور شہر سرائی تباہ کر ڈالا۔ اس کے بعد تاتاری سالار ایدیگو (Edigu) عملاً حکمران بن گیا۔ اس نے 1399ء میں لتھوانیا کی (مسیحی) فوجوں کو شکست دے کر ان کی پیش قدمی روک دی، تاہم اس کی موت (1419ء) کے بعد سلطنت کا شیرازہ بکھرنے لگا جسے قازان، استراخان اور 1438ء میں کریمیا میں آزاد ریاستوں کے قیام نے اور تیز کر دیا۔ 1502ء میں بچے کھچے "اُردوئے عظیم" نے آخری بار فیصلہ کن شکست کھائی اور مسکووی اور کریمیا نے اس پر غلبہ حاصل کر لیا۔ قازان، استراخان اور سائبیریا کی ریاستیں سولھویں صدی عیسوی میں (روسیوں کے ہاتھوں) ختم ہو گئیں (قازان کو 1552ء میں روسیوں نے فتح کیا۔) (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 3/839-844)

قازان میں نو تعمیر شدہ مسجد قُل شریف (Qul Sharif) جو مشرقی یورپ کی سب سے بڑی مسجد ہے

روس کے مقبوضہ مسلم اکثریتی علاقے داغستان، چیچنیا، تاتارستان، باشکیریہ، اوسیتیا اور یوکرین میں شامل کریمیا آج بھی اسلامی ریاست "آلتون اُردو" (اُردوئے زرّین یا سنہری لشکر) کی یاد دلاتے ہیں۔
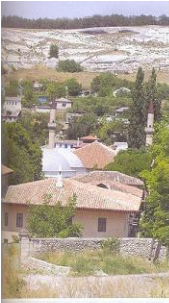
قصرِ خان (باغچہ سرائے، کریمیا) کا منظر جس میں مسجد لبابہ

ریاست کریمیا جزیرہ نمائے کریمیا میں قائم ہوئی تھی جو بحیرۂ اسود کے اندر آج کل کے وسیع تر یوکرین میں شامل ہے۔ اس وقت یہ ریاست شمالی قفقاز اور روس تک پھیلی ہوئی تھی۔ کریمیا کے ساحل پر متعدد قلعے تھے جہاں اہل جنوا نے بندرگاہیں کھول رکھی تھیں۔ یوں ترکوں کے ہاتھوں قسطنطنیہ (استنبول) فتح ہونے تک بحیرۂ اسود کی تقریباً تمام تجارت جمہوریہ جنوا کے کنٹرول میں تھی اور وہ تجارتی ٹیکس وصول کرتی رہی حتی کہ سلطان محمد فاتح نے آبنائیں (آبنائے باسفورس اور درۂ دانیال) بند کردیں اور قسطنطنیہ کا علاقہ غلطہ [1] اہلِ جنوا کے قبضے سے چھڑا لیا۔ جمہوریہ جنوا کے لیے بڑی طاقتوں (عثمانی اور بازنطینی سلطنتوں اور وینس) کی رزم آرائی مشکلات کا باعث بنی اور اہلِ جنوا یورپ اور کریمیا میں اپنی نوآبادیوں کے مابین آبناؤں کے راستے سامان کی نقل وحمل کے لیے دولت عثمانیہ کو ٹیکس ادا کرنے پر مجبور ہوگئے۔

نقشہ 136
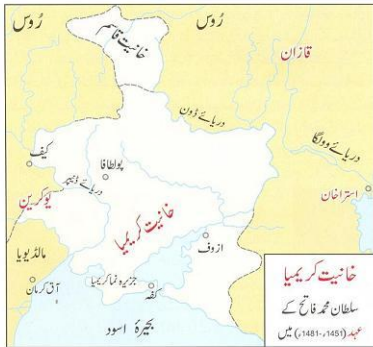
[1] غلطہ (Galate): شاخِ زریں کے قریب واقع قسطنطنیہ کے اس ناحیہ کا قدیم نام Sykae تھا اور ایک متبادل نام Pera (دوسری طرف) بھی مختلف شکلوں میں استعمال ہوتا رہا۔ 1261ء میں قیصر میکائل ہشتم نے غلطہ اہل جنوا کو دے دیا۔ انھوں نے یہاں ڈیڑھ سو فٹ بلند غلطہ بُرج تعمیر کیا۔ بایزید ثانی نے یہاں غلطہ سرائے کی بنیاد رکھی جو شاہی خدام کی تربیت گاہ کے طور پر کام میں لائی جاتی تھی۔ اسے 1867ء میں شاہی ثانوی درسگاہ (Lycee Imperial) بنا دیا گیا۔ غلطہ سے متصل ساحل سمندر کی مشرقی سمت میں محمد فاتح نے بندوقیں ڈھالنے کا کارخانہ (طوپ خانہ) قائم کیا تھا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 2/560-562)

ادھر سلطان محمد فاتح کو بحیرۂ اسود سے یورپی ممالک کا تعلق گوارا نہ تھا، لہٰذا اس نے فتح قسطنطنیہ کے کچھ عرصہ بعد شعبان 859ھ/جولائی 1454ء میں ایک بحری بیڑا کریمیا بھیج دیا تھا جس نے کریمیا میں اہلِ جنوا کی بڑی بندرگاہ کفہ کو سالانہ خراج کی ادائیگی پر مجبور کر دیا۔ یوں بحیرۂ اسود کو بحیرۂ عثمانیہ بنانے کی سلطان محمد فاتح کی سیاست ظاہر و باہر تھی۔ اس نے 856ھ/1451ء کی گرمیوں میں اپنی تخت نشینی کے فوراً بعد اپنے قپودان دریا (امیر البحر) بلطہ اوغلو سلیمان بیگ کو 50 جنگی جہازوں کے ہمراہ بحیرۂ اسود کے ساحلوں کی طرف روانہ کر دیا تھا۔ سلیمان بیگ نے جنوب میں باطوم [1] فتح کر لیا اور قپچاق ترکوں (آجار) پر عثمانی اقتدار قائم کیا جو جارجیا میں آباد تھے۔ اسی طرح اس نے شمال میں قلعہ سوخوم [2] پر بھی قبضہ کر لیا، نیز ابخازیوں [3] نے اطاعت قبول کر لی جو کہ اسلام قبول کر چکے تھے۔ یوں جارجیا کا تمام ساحل 856ھ/1451ء سے سلطنت عثمانیہ کی عملداری میں شامل ہو گیا۔

884ھ/1479ء میں اجارستان [4] اور باطوم قطعی طور پر عثمانی سلطنت میں شامل ہو گئے۔ یہ اس خطے پر عثمانی اقتدار کا نقطۂ آغاز تھا جس کا سہرا سلطان محمد فاتح کے سر بندھا، چنانچہ اس نے اہتمام کیا کہ بحیرۂ اسود میں عثمانی پرچم کے سوا کوئی اور پرچم بلند نہ ہو۔ اہل جنوا، جو کفہ میں مقیم تھے، کریمیا سے اٹلی آنے جانے کے لیے ہنگری اور البانیہ کا راستہ بکثرت استعمال کرتے تھے اور اس کی خاطر وہ خان کریمیا کو ٹیکس بھی ادا کرتے تھے۔ اسی لیے سلطان محمد فاتح نے کفہ - اٹلی تجارتی راستے کو کاٹ دینے کا تہیہ کر لیا۔

باطوم کی ایک مسجد

سوخومی سے بحیرۂ اسود کا منظر

قلعہ بلکلاوا (کریمیا) کے آثار

[1] باطوم (Batumi): یہ جارجیا کی جمہوریہ اُجاریہ کا دارالحکومت ہے اور بحیرۂ اسود کے ساحل پر واقع ہے۔ (المنجد في الأعلام)

[2] سوخوم یا سوخومی (Sukhumi): یہ جارجیا کی بحیرۂ اسود پر واقع بندرگاہ ہے اور جمہوریہ ابخازیہ کا دارالحکومت ہے۔ (المنجد في الأعلام)

[3] ابخاز: یہ مغربی قفقاز میں بحیرۂ اسود کے کنارے آباد قوم ہے۔ قیصر جسٹینین نے ابخازیہ کو سر کیا تو وہاں کے لوگوں نے عیسائیت قبول کر لی۔ گرجستان (جارجیا) والوں کی روایت کے مطابق عرب سالار مُروان قُرو (مروان الاصم) نے داریال اور دربند کے دروں پر قبضہ جما کر ابخازیہ پر چڑھائی کی۔ حاکم تفلس اسحاق (830ء تا 853ء) کے عہد میں ابخازی عربوں کو خراج دیتے تھے۔ 978ء - 1010ء کے دوران میں شاہ جارجیا بگرات ثالث نے ابخازیہ پر قبضہ کر کے شاہ ابخازیہ کا لقب اختیار کیا۔ عثمانی عہد میں ابخازیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ 1810ء میں ابخازیہ کے امیر سفر بیگ نے اپنے پدرکُش بھائی ارسلان بیگ کے خلاف روس سے مدد مانگی تو رُوسی فوج نے سوخوم پر قبضہ کر لیا۔ دراصل سفر بیگ نے مسیحی مذہب اور جارج نام اختیار کر لیا تھا۔ 1930ء میں روس نے ابخازیہ کو جارجیا کا حصہ بنا دیا۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 1/339-341)

[4] اجارستان یا اجاریا (Adjarskaja): یہ جارجیا کے اندر بحیرۂ اسود پر واقع جمہوریہ ہے جس کا دارالحکومت باطوم ہے۔ (المنجد في الأعلام: 27)
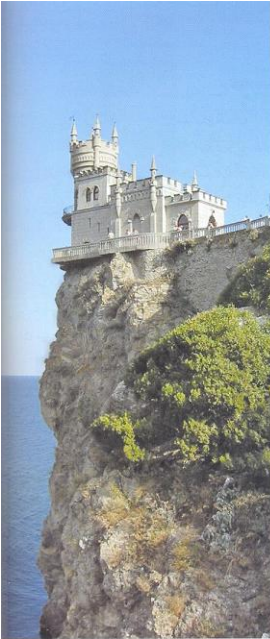
یالٹا (کریمیا) میں آرورا نامی پہاڑی پر قلعہ "ابابیل کا گھونسلا"

عثمانی امیر البحر گدیک احمد پاشا 13 محرم 880ھ/19 مئی 1475ء کو اتنا بڑا بحری بیڑا لے کر قسطنطنیہ سے نکلا جو بحیرۂ اسود میں اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھا گیا تھا۔ اس میں 183 جنگی جہاز اور 290 تجارتی جہاز شامل تھے جن کی کل تعداد 473 تھی۔ اہل جنوا کی ساحل کریمیا پر بندرگاہوں سغداق اور منکب نے جلد ہتھیار ڈال دیے۔ کریمیا کے انتہائی جنوبی ساحل پر واقع بندرگاہ منکب، یالٹا [1] کے قریب مغرب میں، کُمنان کے سامنے تھی۔ اس دوران میں بحیرۂ اسود کے جنوبی ساحل پر بازنطینی سلطنت کا جو بچا کھچا علاقہ تھا وہ بھی عثمانیوں کے قبضے میں آ گیا۔ پھر عثمانی بیڑا خلیج جارجیا سے بحیرۂ ازوف منتقل ہو گیا اور ازوف کی دریائی بندرگاہ فتح ہوگئی جو بحیرۂ ازوف کے شمال مشرقی ساحل پر دریائے ڈون کے ڈیلٹا میں واقع ہے۔ ازوف میں ایک مضبوط عثمانی قلعہ تعمیر کیا گیا جہاں فوجی دستے تعینات کیے گئے۔ کفہ [2] میں ایک بڑے شہر کی بنیاد ڈالی گئی جس کی آبادی بتدریج سات لاکھ تک پہنچ گئی۔ یہاں بھی فوج تعینات کی گئی۔

دریں اثناء خان کریمیا نے دولت عثمانیہ کی اطاعت قبول کر لی اور دوطرفہ معاہدہ طے پا گیا۔ خان کریمیا اور سلطان محمد فاتح نے معاہدے پر دستخط کیے۔ اگلے تین سو برس تک کریمیا کا نظام حکومت اسی معاہدے کے تحت چلتا رہا۔ اس معاہدے میں طے پایا کہ عثمانی سلطان کریمیا کی امارت چنگیز خان کی نسل میں رکھنے کی ضمانت دے گا۔ سلطان کو یہ اختیار دیا گیا کہ وہ کسی بھی شخص کو کریمیا کا خان (امیر) مقرر کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ چنگیز خان کی نسل سے ہو۔ عثمانی سلطان نے خان کریمیا کی عزت افزائی کے لیے یہ طے کیا کہ کریمیا کی مساجد میں عباسی خلیفہ اور عثمانی سلطان کے بعد خان کریمیا کا نام پڑھا جائے

[1] اطلس الفتوحات الاسلامیہ (عربی) میں یالٹا کو مالطہ (مالٹا) لکھا گیا ہے، حالانکہ مالٹا تو ساحل کریمیا سے تقریباً اڑھائی ہزار کلومیٹر دور بحیرۂ روم کے وسط میں واقع ہے جبکہ "یالٹا ساحل کریمیا کی ایک بندرگاہ ہے جہاں فروری 1945ء میں اتحادی لیڈروں چرچل، روزویلٹ اور اسٹالن کی ملاقات ہوئی تھی جس میں یورپ کی سرحدی تقسیم کے فیصلے ہوئے۔" (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری: 1674)

[2] کفہ یا کَفّہ: یہ جزیرہ نمائے کریمیا کے جنوبی ساحل پر ازمنۂ وسطیٰ کا ایک شہر ہے جو آج کل پھر اپنے قدیم نام تھیوڈوسیا (Theodiosia) سے مشہور ہو گیا ہے۔ تیرھویں صدی عیسوی کے آخر میں جنوا (Genoa) کی اطالوی جمہوریت نے یہ جگہ تاتاری سردار "اوران تیمور" سے خریدی تھی جو توقا تیمور کا بیٹا اور جوچی (ابن چنگیز خان) کا پوتا تھا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 338,337/17)

اور خان کریمیا جو سکے ڈھالے ان پر سلطان کے بعد خان کا نام رقم کیا جائے۔ یوں بحیرۂ اسود پر عثمانی عملداری مسلم ہوگئی اور سلطنت عثمانیہ کی حدود یکبارگی ماسکو کے جنوب میں 55 درجہ عرض بلد تک پہنچ گئیں۔ اس دوران میں مشرقی بحیرۂ ایجین میں جزیرہ سیسیم فتح ہوگیا۔

880ھ/1475ء میں ساقز [1] عثمانی عملداری میں داخل ہوگیا اور 884ھ/1479ء میں دریائے کوبان [2] کا دہانہ فتح ہوگیا جہاں قلعہ آنابا کو مضبوط بنایا گیا جو سمندر کی طرف بلاد چرکس کا دروازہ تھا۔

مفتی مسجد، کفہ (تھیوڈوسیا) کریمیا

جزیرہ خیوس (یونان) کی ایک مسجد

1 ساقز: یہ جزیرہ خیوس (Chios) کا ترکی نام ہے۔ یہاں ایک عمدہ قسم کی دوا مصطگی (Pistacia Lentiscus) پائی جاتی ہے، چنانچہ عرب اس جزیرے کو جزیرۃ المصطکی (Mastic Island) بھی کہتے ہیں (اُردو دائرہ معارف اسلامیہ: 609/10)۔ خیوس ساحلِ ترکی کے قریب بحیرۂ ایجین میں واقع یونانی جزیرہ ہے۔ اس کا رقبہ 904 مربع کلومیٹر اور آبادی 65 ہزار ہے۔ (المنجد في الأعلام)

2 دریائے کوبان: روس کا یہ دریا قفقاز کی بلند ترین چوٹی البرس (Elbrus,5642m) کے دامن سے نکل کر قراچائی چرکسیہ اور کراسنوڈار کی جمہوریاؤں میں سے بہتا ہوا بحیرۂ ازوف میں جا گرتا ہے۔ قراچائی چرکسیہ کا دارالحکومت چرکسک (Cherkessk) دریائے کوبان کے کنارے واقع ہے۔ (ریفرنس اٹلس آف دی ورلڈ)

6

اٹلی کی مہم

سلطان محمد فاتح کی بڑی خواہش تھی کی وہ روم کو سلطنت عثمانیہ میں ضم کرلے، وہاں اس کا سکہ چلے اور عثمانی سلطنت کی فرمانروائی کے تحت تاج رومیہ [1] اور تاج عثمانیہ ایک ہوجائیں۔ اسی لیے وہ ضروری سمجھتا تھا کہ اٹلی (اطالیہ) اور اس کے ساتھ روم فتح کرلے۔ جنوبی اٹلی میں نیپلز کی بڑی ریاست تھی جس میں صقلیہ (سسلی) بھی شامل تھا مگر اب سسلی پر ہسپانیہ (سپین) کا عمل دخل چلا آرہا تھا۔

جزیرہ نمائے اطالیہ کے نصف پر پاپائے روم کا حکم چلتا تھا۔ اس جزیرہ نما میں ڈیوکی فلورنس اور ڈیوکی میلان (لمبارڈی) جیسی چھوٹی ریاستیں بھی

اٹلی: جنوبی یورپ میں بحیرۂ روم کے ساحل پر واقع یہ ملک سلاوینیا، آسٹریا، سوئٹزرلینڈ اور فرانس میں گھرا ہوا ہے۔ اس کے مشرق میں بحیرۂ ایڈریاٹک اور بحیرۂ آئیونیا ہیں جبکہ جنوب میں بحیرۂ روم اور مغرب میں بحیرۂ ٹرینین واقع ہے۔ اس کا رقبہ 3 لاکھ 1 ہزار 258 مربع کلومیٹر اور آبادی 5 کروڑ 77 لاکھ ہے۔ دارالحکومت روم (Roma یا Rome) ہے۔ میلان، نیپلز، ٹیورن، جنوا (Genoa)، وینس، پلرمو (سسلی)، بولونا، باری، ٹریسٹ اور فلورنس اہم شہر ہیں۔ اٹلی ایک جزیرہ نما ہے جو شمال میں کوہستان ایلپس سے لے کر جنوب مشرق کی طرف پھیلتا چلا گیا ہے۔ اس کے شمال کی طرف جنوا، وینس اور ٹریسٹ کی خلیجیں ہیں اور جنوب میں خلیج تارنتو ہے۔ اس کے آتش فشاں پہاڑ ویسوویس اور ایٹنا (سسلی) بہت مشہور ہیں۔ ویٹیکن اور سان مارینو کی ریاستیں اٹلی کے اندر واقع ہیں۔ سسلی، سارڈینیا، کیپری اور ایلبا کے جزیرے اٹلی میں شامل ہیں۔ رومی تہذیب اٹلی ہی میں پروان چڑھی تھی۔ 753 ق م تا 509 ق م روم میں بادشاہت قائم رہی اور 509 ق م سے 31 ق م تک رومی جمہوریہ نے شہرت پائی۔ دوسری اور پہلی صدی ق م میں مقدونیہ، یونان، ایشیائے کوچک، شام اور اردگرد کے علاقے رومی حکومت میں شامل ہوگئے۔ 31 ق م میں آکٹیویس نے قیصر آگسٹس کے نام سے اپنی بادشاہت کا اعلان کردیا۔ رومی سلطنت 395ء میں مشرقی اور مغربی رومی سلطنتوں میں تقسیم ہوگئی۔ سامراجی دور میں اٹلی کا لیبیا، اریٹیریا اور حبشہ (ایتھوپیا) پر قبضہ رہا۔ اطالوی ریاستوں کے اتحاد (1859-60ء) سے جدید اٹلی وجود میں آیا۔ 1922-45ء میں اٹلی پر مسولینی کی فاشسٹ پارٹی حکمران رہی اور نازی جرمنی کے ہٹلر سے اتحاد پر برلن روم محور وجود میں آیا جس نے اتحادیوں کے خلاف دوسری جنگ عظیم (1939-45ء) لڑی۔ (جرمنی، اٹلی اور ان کا تیسرا محوری ساتھی جاپان اتحادیوں سے ہار گئے۔) 1945ء میں مسولینی کو پھانسی دی گئی اور 1946ء میں اٹلی جمہوریہ قرار پایا (المنجد في الأعلام)۔
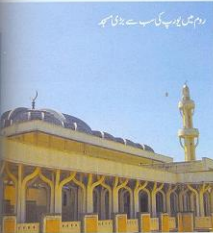
ماضی قدیم میں اٹلی روم کے مرکز کے تحت دوسری صدی ق م سے متحد ہوا تھا حتی کہ 476ء میں سلطنتِ روم کا خاتمہ ہوگیا۔ قرون وسطیٰ میں اٹلی کئی شہری ریاستوں اور پاپائیت میں بٹ گیا۔ اس زمانے میں یہاں تحریک احیائے علوم (Renaissance) پروان چڑھی۔ انیسویں صدی عیسوی کے وسط میں گریبالڈی کی قیادت میں قومی تحریک اٹھی اور 1861ء میں شاہ سارڈینیا ایمانوئل دوم متحدہ اٹلی کا بادشاہ قرار پایا۔ 1915ء میں اٹلی اتحادیوں کی حمایت میں جنگ عظیم اول میں کود پڑا۔
(آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری)

روم میں یورپ کی سب سے بڑی مسجد

1 عربی نسخہ اطلس الفتوحات الاسلامیہ میں "تاج رومیہ" کی جگہ "تاج بیزنطیہ" درج ہے، حالانکہ بازنطینی تاج (قسطنطنیہ) 26 برس پہلے سلطنت عثمانیہ میں ضم ہو چکا تھا۔

تھیں۔ یہ ریاستیں ایک دوسری کے تابع نہیں تھیں اور ان میں سے کوئی بھی جمہوریہ جنوا کی سی اہمیت کی حامل نہ تھی۔ اس پس منظر میں سلطان محمد فاتح کی خواہش تھی کہ وہ جنوبی اٹلی کا سلطنت عثمانیہ سے الحاق کرلے تاکہ سلطان روم کی حیثیت سے اس کی سیادت قائم ہوجائے، جبکہ کئی اطالوی شہر ایسے تھے جنھوں نے پہلے ہی سلطان محمد فاتح کی اس حیثیت کو تسلیم کرلیا تھا۔

اطالوی ریاستوں میں عثمانی سکوں کا اجرا

بعض ریاستوں نے تو سلطان محمد فاتح کے نام کے سکے بھی جاری کیے، ان پر اس کی شبیہ موجود تھی۔ ان پر مرقوم لاطینی عبارت یوں پڑھی جاتی ہے:

سلطان محمد فاتح کے نام کا سکہ

Svlani Mohammeth Octhomani Vgvl: Bizantii Inperatoris 1481
Svltanus Mohammeth Othomanrs Trrcorrm Imperator.

اس عبارت کا مفہوم یہ ہے:

''سلطان محمد عثمانی بیزنطی (بازنطینی) بادشاہ 1481ء'' اور ''سلطان محمد بادشاہ ترکان''

سلطان محمد فاتح کے حکم پر سابق وزیراعظم اور امیرالبحر گدیک احمد پاشا نے نصف عثمانی بحری بیڑے کے ہمراہ اٹلی کی طرف یلغار کی اور انھی دنوں مسیح پاشا جزیرہ روڈس کی بحری مہم پر روانہ ہوا۔ بحیرۂ روم میں ان دو عثمانی بیڑوں کی نقل و حرکت سے عثمانیوں کی بحری قوت کا بے پناہ اظہار ہوتا تھا۔ اٹلی پر حملہ آور بیڑے میں 40 بڑے اور 52 چھوٹے جنگی جہاز شامل تھے۔ علاوہ ازیں 40 جہاز نقل وحمل کے لیے تھے۔ یہ بیڑا پہلے آبنائے اترانتو میں البانیہ کی بندرگاہ (افلونیا) میں داخل ہوا، پھر اس نے 18 جمادی الاولیٰ 885ھ / 26 جولائی 1480ء کو لنگر اٹھایا اور 75 کلومیٹر عریض آبنائے اترانتو میں سفر کرتے ہوئے 18 ہزار پیادے، ایک ہزار گھڑ سوار اور بہت سی توپیں اٹلی کے ساحل پر اتار دیں۔ یہ فوج قلعہ اترانتو کے قریب اُتری اور اہل قلعہ نے 14 دن کی شدید مزاحمت کے بعد ہتھیار ڈال دیے۔ اس دوران میں قلعے کی کل 22 ہزار فوج میں سے 12 ہزار فوجی مارے جا چکے تھے۔ سپہ سالار خیرالدین مصطفیٰ بیگ نے قلعے میں ساڑھے چھ ہزار عثمانی پیادہ فوج تعینات کی۔ نیپلز کے بادشاہ فرنیت کو اس قلعے پر ہلا بولنے کی جرأت نہ ہوئی۔

قلعہ اترانتو (اٹلی)

7
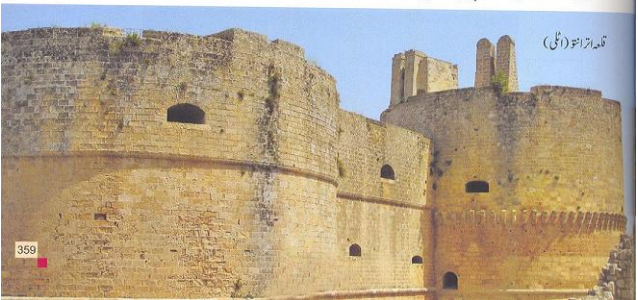
مسیحی طبیب کی سازش اور محمد فاتح کی شہادت

دریں اثناء جبکہ سلطان محمد فاتح روم کی فتح کے لیے جنگی تیاریاں کررہا تھا، اُسے اچانک شدید پیچش نے آ لیا۔ یہ اس زہر کا اثر تھا جو لاکوبو نامی وینسی طبیب سازش کے تحت سلطان کو بتدریج کھلاتا رہا تھا اور اس کے نتیجے میں اس فاتح اعظم کی موت واقع ہوگئی۔ لاکوبو نے مبینہ طور پر اسلام قبول کرلیا تھا اور اپنا نام یعقوب پاشا رکھ لیا تھا۔ اس بدبخت نے سلطان کی موت کی خبر فی الفور وینس ارسال کی جو وہاں سولہ دن بعد پہنچی۔ اس کے مکتوب کے الفاظ مسیحی نفرت کی عکاسی کرتے تھے الفاظ یہ تھے:

Le Grand Aquilae Morta. (عظیم گدھ مرگیا!)

یہ خبر پہنچتے ہی یورپ کے گرجوں کی گھنٹیاں بجنے لگیں اور پوپ کے حکم سے تین راتیں شکرانے کے مراسم ادا کیے جاتے رہے جبکہ عالم اسلام کے اطراف واکناف میں غم والم کے بادل چھا گئے۔

سلطان محمد فاتح نے ایسی بے مثال فتوحات کے بعد انتقال کیا جو اس سے پہلے کسی حکمران کے حصے میں نہیں آئی تھیں۔ سلطنت عثمانیہ فتح قسطنطنیہ کے وقت 9 لاکھ 64 ہزار مربع کلومیٹر پر محیط تھی جس میں سے اناطولیہ میں 4 لاکھ 80 ہزار مربع کلومیٹر اور بلقان میں 4 لاکھ 84 ہزار مربع کلومیٹر کا علاقہ تھا۔ اور فتح قسطنطنیہ کے 28 سال بعد جب اس کی وفات ہوئی تو سلطنت عثمانیہ کا رقبہ 22 لاکھ 14 ہزار مربع کلومیٹر تک پہنچ گیا تھا جس میں سے 17 لاکھ 3 ہزار مربع کلومیٹر کا علاقہ یورپ میں تھا اور 5 لاکھ 11 ہزار مربع کلومیٹر ایشیا میں۔

سلطان محمد فاتح نے اسلام اور مسلمانوں کے لیے جو کچھ کیا، اس کے عوض اللہ تعالیٰ سلطان پر اپنی رحمت فرمائے!

مسجد سلطان محمد فاتح (استنبول) کی چھت کے نقش و نگار

نقشہ 137
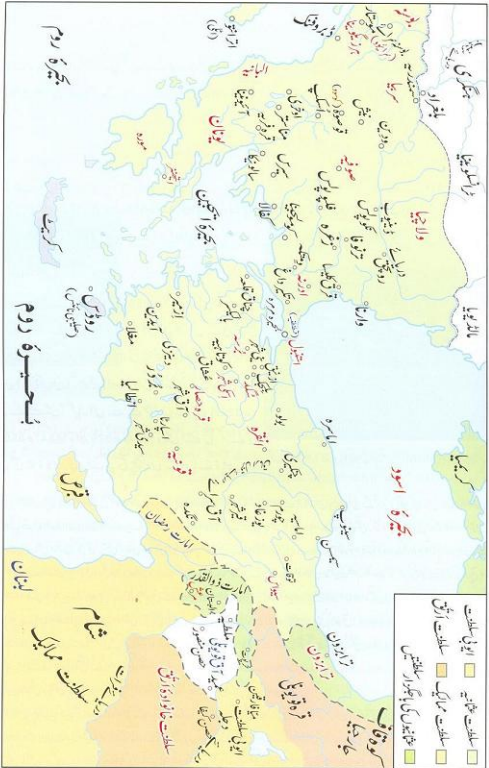
سلطنت عثمانیہ سلطان محمد فاتح کے عہد (1481ء) میں

8

سلطان بایزید ثانی اور اُس کی فتوحات

سلطان بایزید ثانی نے 22 ربیع الاول 886ھ / 23 مئی 1481ء کو زمامِ اقتدار سنبھالی۔ کچھ عرصہ وہ امور سلطنت نپٹانے میں مصروف رہا اور اس کے بعد سلطنت عثمانیہ کی فتوحات کا سلسلہ پھر سے شروع ہوگیا۔

فتح بُغدان (مالڈیویا)

سلطان بایزید ثانی نے فتوحات کا آغاز 888ھ / 1483ء میں ہنگری پر فتح حاصل کر کے کیا اور اگلے سال مالڈیویا [1] کا رُخ کیا اور اس کے کئی شہر فتح کر لیے۔ قلعہ کیلی 20 جمادی الآخرہ 889ھ / 15 جولائی 1484ء کو فتح ہوا اور قلعہ اکرمان (آق کرمان) [2] جو بحیرۂ اسود پر واقع تھا، 25 رجب / 19 اگست کو مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔ اس سے پہلے عثمانیوں نے تین بار 822ھ / 1419ء، 858ھ / 1454ء اور 879ھ / 1474ء میں اسے فتح کرنے کی کوشش کی تھی جو ناکام رہی۔ اب یہ فتح عثمانیوں کے دریائے ڈینیوب اور

دریائے ڈنیسٹر (مالڈیویا) پر واقع قلعہ خُتن (Khotyn) جہاں کبھی ترک حکمران تھے

[1] مالڈیویا: بغدان ایلی یا بغدان ولایتی صوبہ مولداوہ یا مالڈیویا (Moldavia) کا تُرکی نام ہے جو بغدان یا بوغدان کے نام پر رکھا گیا جس نے 760ھ / 1359ء میں جبال کارپات (Carpathians) اور دریائے دنیستر (Daniester) کے مشرقی جانب ایک ریاست قائم کی تھی۔ ترکوں نے پہلی دو ناکام کوششوں کے بعد اب خان کریمیا سے مل کر فوج کشی کی۔ آق کرمان اور کیلی (Kili) پر عثمانیوں نے اور کوشان (Kawshan) اور توماسر (Tombasar) پر خان نے قبضہ کرلیا۔ سلطان کی طرف سے بغدان پر موروثی ووئی وود (Voy vode مقامی حکام) مامور ہوتے تھے۔ ان کا نشانِ حاکمیت علم، خلعت اور سُرخ بورک (ترکی ٹوپی) ہوتا تھا۔ 1189ھ / 1775ء میں آسٹریا نے مالڈیویا کے شمال مغربی حصے بکووینا (Bukovina) پر قبضہ کرلیا اور 1227ھ / 1812ء میں روس نے بسریبیا (Bessarabia) کا الحاق کرلیا (بسریبیا کا بڑا حصہ ان دنوں مالڈووا میں اور باقی یوکرین میں شامل ہے۔) 1276ھ / 1859ء میں افلاق (Walachia) اور مولداوہ کو ملا کر رومانیہ تشکیل دیا گیا جسے 1878ء میں ترکوں سے آزادی مل گئی (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 679/4)۔ جنوب مشرقی یورپ کا خشکی بند ملک مالڈووا (Moldova سابق مالڈیویا) رومانیہ اور یوکرین کے درمیان واقع ہے۔ اس کا دارالحکومت چسناؤ (Chisinau) ہے۔ 1945ء میں رومانیہ کے چھوڑے ہوئے علاقے سے مالڈووا تشکیل پایا جس پر سوویت روس قابض رہا حتی کہ 1991ء میں یہ آزاد ہوگیا۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری: 930)

[2] آق کرمان: یوکرین کا یہ شہر دریائے دنیستر کے دہانے کے بائیں کنارے واقع ہے۔ ترکی نام ''آق کرمان'' کے معنی ہیں ''سفید شہر۔'' چودھویں صدی عیسوی میں یہ Album Castrum (سفید قلعہ) کے نام سے ایک جنیوی قلعہ تھا۔ اور اس صدی کے آخر میں دولت مالڈیویا اس پر قابض ہوگئی تھی۔ 1806ء میں آق کرمان پر روسی قابض ہوگئے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 181/1) اب آق کرمان بلہورود دنستروفسکی (Bilhorod Dnistrovskyi) یعنی ''سفید قلعہ'' کہلاتا ہے۔

دریائے ڈنیسٹر کے دہانوں پر عثمانی قبضے کے باعث ممکن ہوئی۔ یوں عثمانی کریمیا کی طرف جانے والے خشکی کے تمام راستے کے مالک ہوگئے اور ریاست مالڈیویا اپنے تمام ساحلی علاقوں سے محروم ہوگئی اور اس کے پاس بحیرۂ اسود کا کوئی ساحل نہ رہا۔ اس کے ساحلی علاقے سلطنت عثمانیہ کا حصہ بن گئے اور یوں بحیرۂ اسود تمام تر بحیرۂ عثمانیہ بن گیا۔

فتح سلاوینیا وکروشیا

سن 898ھ/1492ء کے اواخر میں گورنر بوسنیا یعقوب پاشا نے آٹھ ہزار کے لشکر کے ہمراہ سلاوینیا [1] پر یلغار کی۔ اس لشکر نے سلاوینیا اور بستریا [2] یکے بعد دیگرے فتح کر لیے۔ اس کے بعد جب عثمانی لشکر واپس آ رہا تھا تو صلیبی افواج نے کروشیا [3] میں ان پر حملہ کر دیا۔ لیکن یعقوب پاشا نے انھیں عبرتناک شکست دی۔ 5700 عیسائی مارے گئے اور 25 ہزار قید کر لیے گئے۔ یہ واقعہ 27 ذی قعدہ 898ھ/9 ستمبر 1493ء کو پیش آیا۔ یعقوب پاشا کی اس شاندار فتح پر ایک منظوم قصیدہ لکھا گیا۔

ڈبروفنک (کروشیا) کی بندرگاہ

اس کے بعد 902ھ-909ھ/1496ء-1503ء کے دوران میں عثمانی عساکر کو اہل وینس پر کئی فتوحات حاصل ہوئیں اور ان کے زیر قبضہ کئی شہر مسلمانوں کے قبضے میں آ گئے، مثلاً: لیپانٹو [4]، کورون، نوارین، دُرازو۔ [5] ان فتوحات کی بنا پر بلقان اور مشرقی یورپ پر عثمانی سلاطین کا مکمل تسلط قائم ہوگیا۔

[1] سلاوینیا (Slovenia): جنوب مشرقی یورپ کے اس ملک میں چھٹی صدی عیسوی میں جنوبی سلاف (Slav) آباد ہوئے۔ (عثمانی دور کے بعد) یہ سلطنت آسٹریا کا حصہ بن گیا۔ 1919ء میں اسے ''سربوں، کروٹوں اور سلاوینیوں کی سلطنت'' (بعد میں یوگوسلاویہ) میں شامل کر دیا گیا۔ 1991ء میں سلاوینیا نے آزادی حاصل کر لی۔ اس کا دارالحکومت جبلیانا (Ljubljana) ہے اور ملکی آبادی تقریباً 20 لاکھ ہے۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری: 1366)

[2] بستریا (Styria): یہ جنوب مشرقی آسٹریا کی ایک پہاڑی ریاست ہے اور اس کا صدر مقام گراز ہے۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری: 1436)

[3] کروشیا (Croatia): جنوب مشرقی یورپ کے اس ملک کا نام کروٹ زبان میں اہرواسکے (Hrvaska) ہے۔ چھٹی ساتویں صدی عیسوی میں کروٹوں نے یہاں آباد ہوکر ایک بادشاہت قائم کی جو 1102ء میں ہنگری میں مدغم ہوگئی۔ سولھویں سترھویں صدی کے عثمانی تسلط کے بعد کروشیا ہنگری (اور آسٹریا) سے منسلک رہا اور 1918ء میں یوگوسلاویہ کی پیشرو سلطنت کا حصہ بن گیا۔ 45-1941ء میں یہاں نازی جرمنی کی کٹھ پتلی ریاست قائم رہی۔ 1991ء میں اس نے یوگوسلاویہ سے علیحدگی اختیار کر لی۔ کروشیا کا دارالحکومت زاغرب (Zagreb) ہے۔ ملکی آبادی تقریباً 48 لاکھ ہے۔ مشرق میں دریائے ڈینیوب اس کی سرحد پر بہتا ہے اور جنوب مغرب میں بحیرۂ ایڈریاٹک کا طویل ساحل کروشیا میں شامل ہے جہاں سپلٹ (Split)، ڈبروفنک (Dubrovnik) اور ریجیکا (Rijeka) نامی بندرگاہیں ہیں۔ کروشیا کے شمال مشرق میں ہنگری، شمال مغرب میں سلاوینیا، مشرق میں سربیا اور جنوب میں بوسنیا و ہرزیگووینا واقع ہیں۔
(آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری: 339 اور نقشہ 2، یورپ)

[4] لیپانٹو (Lepanto): یونان کی یہ بندرگاہ اسی نام کی خلیج میں واقع ہے۔ خلیج لیپانٹو کا دوسرا نام خلیج کارنتھ (Corinth) ہے۔ 1571ء میں بندرگاہ لیپانٹو (یونانی نام Navpaktos) کے قریب ایک بحری جنگ لڑی گئی جس میں روم، وینس اور اسپین کی مسیحی افواج نے ڈان جان آف آسٹریا کی کمان میں ایک بہت بڑے ترک بیڑے کو شکست دی جس سے مشرقی بحیرۂ روم میں ترکوں کا بحری غلبہ وقتی طور پر ختم ہوگیا۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری: 821)

[5] دُرازو: البانیہ کی اس بندرگاہ کو انگریزی میں Durazzo لکھا جاتا ہے۔ تُرک اسے دُراج کہتے تھے۔ آج کل یہ شہر دُرِیس کہلاتا ہے۔

سلطنتِ عثمانیہ کا عروج

1

سلطان سلیم اول اور فتوحاتِ مشرقِ عربی

سلطان سلیم اوّل 7 صفر 918ھ / 24 اپریل 1512ء کو مسندِ اقتدار پر فائز ہوا اور اس نے 9 شوال 926ھ / ستمبر 1520ء تک حکمرانی کی۔ جب اس نے زمامِ حکومت سنبھالی، اس وقت سلطنت عثمانیہ گمبھیر حالات سے دوچار تھی۔ 897ھ / 1492ء میں اندلس کی اسلامی سلطنت کا ہسپانویوں کے ہاتھوں سقوط عمل میں آیا تھا [1] اور محکمۂ تفتیش (Acquisition) نے اندلس سے مسلمانوں کا مکمل طور پر صفایا کرنے کی مہم شروع کر رکھی تھی، [2] نیز اسپین اور پرتگال پاپائے روم کے حکم پر عالمِ اسلام کو اپنے تسلط میں لانے کے لیے مصروفِ عمل تھے۔

اس وقت پرتگالی جنوب کی طرف سے عالمِ اسلام پر دباؤ ڈال رہے تھے اور مدینہ منورہ پر قبضہ کر کے محمد مصطفی ﷺ کی قبر کھود ڈالنے اور آپ کا جسد مبارک یورپ لے جانے کی دھمکیاں دے رہے تھے۔ ان دنوں مصر و شام کے مملوک حکمران ضعف و عجز کا شکار ہو چکے تھے۔ ان کی سلطنت زوال پذیر تھی اور پرتگالیوں کے مقابلے کی ان میں سکت نہ تھی۔ اس سے بھی زیادہ تلخ حقیقت یہ تھی کہ پرتگالیوں کو ایسے معاون مل گئے تھے جو اسلام سے اپنی نسبت جتاتے تھے، چنانچہ صفویوں نے

سلطان سلیم جامع مسجد (استنبول)

[1] جنگ طلسہ (طلوشہ) یا جنگ عقاب (16 جولائی 1212ء) میں موحدین کی شکست کے بعد ہسپانیہ (اندلس) کے مختلف حصوں میں چھوٹی چھوٹی اسلامی ریاستیں باقی رہ گئی تھیں جن پر مسیحیوں نے یکے بعد دیگرے قبضہ کر لیا۔ صرف غرناطہ کی ریاست بچی جس پر 1232ء سے بنواحمر حکمران تھے۔ غرناطہ کے آخری حکمران ابوعبداللہ نے جنوری 1492ء میں غرناطہ فرڈی ننڈ (شاہِ ارغون Aragon) اور ملکہ ازابلا (حکمرانِ قشتلہ Castile) کے حوالے کر دیا (انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم: 1/37-39)۔ اطلس الفتوحات الاسلامیہ (عربی) میں سقوطِ غرناطہ کا ہجری سن 898 دیا گیا ہے۔ دراصل سقوطِ غرناطہ کیم ربیع الاول 897ھ / 2 جنوری 1492ء کو وقوع پذیر ہوا تھا۔ (تقویم تاریخی از عبدالقدوس ہاشمی: 225)

[2] قصر الحمرا اور غرناطہ پر قبضے کے بعد عیسائیوں نے تمام ملک میں اپنی مذہبی عدالتیں قائم کر دیں جن میں روزانہ ہزاروں مسلمان گرفتار کر کے لائے جاتے اور جھوٹے الزامات لگا کر آگ میں جلا دیے جاتے، پھر 904ھ میں حکم جاری کیا گیا کہ ہر شخص جو مسلمان ہے، دین عیسوی قبول کر لے ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔ بعض مسلمانوں کو زبردستی بپتسمہ دیا گیا اور ان کے بچے عیسائی بنا لیے گئے۔ مسلمانوں نے ہر قسم کی اذیت برداشت کی مگر دین اسلام چھوڑنا گوارا نہ کیا۔ غرض چند دہائیوں میں توحید کا نام لیوا ایک شخص بھی سرزمین اندلس میں باقی نہ رہا۔ (تاریخ اسلام از اکبر شاہ خان نجیب آبادی: 2/260)

نقشہ 138

سلطنت عثمانیہ سلطان سلیم اول کی تخت نشینی (24 اپریل 1512ء) کے وقت

عثمانیوں کے خلاف متحدہ محاذ بنانے کے لیے پرتگالیوں سے رابطہ کیا۔ خلیج فارس میں صفویوں اور پرتگالیوں کی محاذ آرائی کے باوجود صفویوں کا یہ طرزِ عمل ناقابلِ فہم تھا۔[1] سلیم اوّل نے جان لیا تھا کہ صفوی عثمانیوں سے مذہبی مخالفت کی بنا پر مشرق کی طرف سے اُن پر دباؤ ڈال رہے ہیں اور شیعی مسلک کے فروغ کے لیے حیلہ جوئی سے کام لے رہے ہیں۔ دریں اثناء شاہ اسماعیل صفوی نے دیار بکر کی طرف پیش قدمی کی اور تبریز کو اپنا دارالحکومت بنالیا۔ علاوہ ازیں اس نے ممالیکِ مصر وشام کو خطوط بھیج کر عثمانیوں کے خلاف محاذ بنانے کی پیشکش کی۔

یوں سلطان سلیم کے لیے دشمنوں سے جہاد کرنا لازم ٹھہرا تاکہ وہ عالم اسلام کی وحدت برقرار رکھنے کے فریضے سے عہدہ برآ ہوسکے اور مسلمان ایک قیادت، یعنی ایک خلیفہ کی سربراہی پر متفق ہو جائیں۔ یہ دشمنوں کو اسلامی مراکز سے دور رکھنے اور عالمِ اسلام کی حفاظت کا فریضہ تھا، چنانچہ سلطان سلیم نے صفویوں پر چڑھائی کر دی تاکہ انھیں ملتِ اسلامیہ کے دشمن پرتگالیوں کے حلیف بننے کی سزا دے۔ صفویوں کی سرکوبی کے بعد اس نے شام اور مصر کا رُخ کیا تاکہ ممالیک کی قوت کو اسلام کی حمایت میں روک لے اور مسلمان پرتگالی صلیبیوں کے خلاف برسرِ پیکار ہونے کے لیے تیار ہوجائیں۔ مقصد یہ تھا کہ صلیبیوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی قوت بکھرنے نہ پائے۔

کبود مسجد (تبریز)

تبریز: شمال مغربی ایران میں واقع تبریز ملک کا دوسرا بڑا شہر ہے۔ یہ صوبہ مشرقی آذربائیجان کا دارالحکومت ہے۔ تبریز منگولوں، آق قویونلی اور صفویوں کا دارالحکومت رہا (المنجد في الأعلام)۔ تبریز جھیل اُرمیہ کے شمال مشرق میں واقع ہے۔ مہران رود (میدان چائی) اس کے وسط میں بہتی ہے۔ پانچویں صدی عیسوی میں اس شہر کا نام توریز (Thavrez) یا تپریز، یعنی ''تپ (بخار) گرانے (بھگا دینے) والا'' تھا۔ 614ء میں قیصر ہرقل نے گنزگہ (گنجہ) کو ویران کرنے کے بعد تبرمیس (Thebarmais) یعنی تبریز شہر اور آتشکدے کو آگ لگا دی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ ہارون الرشید کی بیوی زبیدہ نے تبریز کو 175ھ/791ء میں (از سرِ نو) بسایا۔ داود بن محمود (بن ملک شاہ) سلجوقی 526ھ سے 533ھ تک دارالحکومت تبریز سے آذربائیجان، اڑان اور آرمینیا پر مشتمل وسیع سلطنت پر حکومت کرتا رہا۔ ہلاکو خان کے جانشین اَباقا (663ھ تا 680ھ) نے تبریز کو دارالحکومت قرار دیا۔ 693ھ / 1294ء میں تبریز میں کاغذی نوٹ جاری ہونے پر بغاوت ہوگئی۔ 705ھ / 1305ء میں اُلجایتو نے سلطانیہ کے نام سے نیا پایۂ تخت بسایا اور تبریز کے باشندوں کو وہاں لے گیا۔ جنگ چالدران (1514ء) میں فتح حاصل کر کے عثمانی سلطان سلیم تبریز میں داخل ہوا اور واپس جاتے ہوئے ایک ہزار ماہر کاریگر قسطنطنیہ لے گیا۔ اس پر شاہ طہماسپ صفوی نے مشرق میں قزوین کو دارالحکومت بنالیا۔ 18-1909ء میں تبریز پر رُوسی فوج قابض رہی۔ تبریز کی خوبصورت کبود مسجد (نیلی مسجد) جہان شاہ کی تعمیر کردہ ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 98/6)

[1] صفوی سلطنت: صفی الدین اردبیلی (1252ء تا 1334ء) کے جانشینوں میں اسماعیل بن جنید صفوی نے آق قویونلی خاندان کے بادشاہ الوند کو 1501ء میں شکست دے کر جلد تبریز پر قبضہ کرلیا اور اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔ اس کے عہد میں 1507ء میں پرتگالیوں نے خلیج فارس کی ایرانی بندرگاہ ہرمز پر قبضہ کرلیا جو 1622ء تک ان کے تسلط میں رہی۔ صفوی سلطنت 1736ء تک قائم رہی۔ اس عہد میں شیعیت ایران (فارس) کا سرکاری مذہب قرار پایا۔ شاہ عباس اول (1587ء تا 1629ء) صفوی سلطنت کا سب سے بڑا حکمران تھا۔ آخری صفوی حکمران عباس سوم تھا جس سے نادر قلی نے حکومت ہتھیا لی اور نادر شاہ کا لقب اختیار کرلیا۔ اس نے تخت اس شرط پر قبول کیا تھا کہ ایرانی شیعیت سے دست بردار ہو جائیں لیکن وہ ایرانیوں سے سنّیت قبول کرانے میں کامیاب نہ ہوسکا اور 1747ء میں اُسے قتل کر دیا گیا۔ (ملخص از انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم: 1/119-126)

ایشیا (1520ء میں)
روس
سائبیریا
بحیرۂ اوکٹسک
طرابلس
اٹلی
یونان
استنبول
سلطنت عثمانیہ
دریائے وولگا
بحیرۂ اسود
اناطولیہ
بحیرۂ روم
بحیرۂ خزر
تاتاری سلطنت
(خانوادۂ چنگیز)
منگولیا
بحیرۂ جاپان
کوریا
افریقہ
براعظم
مصر
شام
عراق
تبریز
بغداد
ترکستان
سمرقند
صفوی سلطنت
حجاز
نجد
عمان
خلیج فارس
کابل
بابر کی سلطنت
لاہور
ملتان
دلّی
لودھی سلطنت
تبت
براعظم ایشیا
بحیرۂ چین
نانکن
بحرالکاہل
سلطنت چین
کینٹن
فارموسا
(تائیوان)
سلطنت بنگال
مالوہ
بہمنی سلطنت
(دکن)
سلطنت ہند چینی
فلپائن
سوڈان
بحیرۂ قلزم
حبشہ
(ایتھوپیا)
صومالیہ
جھیل وکٹوریہ
بحیرۂ عرب
بحر ہند
خلیج بنگال
لنکا
ملایا
بورنیو
نقشہ 139

سلطان سلیم اول نے نئی حکمت عملی کے تحت سرحدِ فارس کی طرف پیش قدمی کی اور صفویوں کے خلاف چالدِران [1] کے مقام پر معرکہ آرائی ہوئی جو مشرقی اناطولیہ میں شہر قارص [2] کے جنوب میں واقع ہے۔ یہ جنگ رجب 920ھ / اگست 1514ء میں لڑی گئی۔ اس میں صفویوں کو ہزیمت اور عثمانیوں کو فتح حاصل ہوئی جو آگے بڑھ کر تبریز میں داخل ہو گئے۔

سلطان سلیم اور ممالیک کی محاذ آرائی (معرکۂ مرج دابق)

ایک وقت تھا کہ سلطنتِ عثمانیہ اور دولتِ ممالیک کے مابین تعلقات بڑے خوشگوار تھے، باہم تحائف کا تبادلہ ہوتا تھا اور عسکری فتوحات پر مبارکباد ارسال کی جاتی تھی، پھر وہ وقت آیا کہ ان کے مابین نفرت، عناد اور تنازعات اٹھ کھڑے ہوئے حتی کہ دونوں میں فوجی تصادم تک نوبت آن پہنچی۔ باہمی نزاع کے کئی اسباب تھے، مثلاً: دونوں سلطنتوں کے مابین سرحدی خلاف ورزیاں، بعض عثمانی امراء کا سلطان سلیم سے بھاگ کر الغوری [3] کے ہاں پناہ لینا اور سلطنت عثمانیہ کے اندر بغاوت اور اضطراب کو ہوا دینا، صفویوں کے خلاف عثمانیوں کی جنگ کے دوران میں الغوری کا غیر دوستانہ رویہ۔ الغوری متحارب عثمانیوں اور ایرانیوں کے مابین غیر جانبداری برقرار نہ رکھ سکا۔ صفویوں کے حق میں اس کی جانبداری کا بھید اس وقت کھل گیا جب صفویوں کے لیے اس کی عملی مدد سامنے آئی۔ اس نے ہندوستان سے اسلامبول (قسطنطنیہ) بھیجے جانے والے تحائف روک لیے تھے اور عثمانی لشکر کو رسد پہنچنے میں رکاوٹ ڈال کر اس کی پیش قدمی میں مشکلات پیدا کی تھیں۔

میدان چالدران (آذربائیجان، ایران)

کلیسائے حوارئین جواب دُرم گنبد مسجد کہلاتی ہے جس کے پس منظر میں نئی اور بڑی مسجد ہے (قارص)

[1] چالدران: یہ مغربی آذربائیجان (ایران) کا سرحدی شہر ہے جسے سیاہ چشمہ یا قرہ عینہ بھی کہتے ہیں۔ اس کے بالمقابل سرحد پار ترکی کا قصبہ چالدران جھیل وان کے شمال مشرق میں تقریباً 30 کلومیٹر پر اور قارص سے 100 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ (وکی پیڈیا، ریفرنس اٹلس آف دی ورلڈ: 143)

[2] قارص: شمال مشرقی ترکی میں آرمینیا کی سرحد کے قریب واقع یہ شہر اسی نام کے صوبے کا دارالحکومت ہے۔ اطلس الفتوحات الاسلامیہ (عربی) میں قارص کو شمال مغربی ترکی کا شہر بتایا گیا ہے جو درست نہیں۔

[3] الملک الاشرف قانصوہ الغوری مصر و شام کے ممالیک بُرجیہ میں سے تھا۔ وہ ممالیک کا 47 واں حکمران (906ھ تا 922ھ / 1501ء تا 1516ء) تھا۔

(أطلس التاريخ العربي الإسلامي: 234)

حقیقت یہ تھی کہ چالدران میں سلطان سلیم کی فتح ممالیک مصر وشام کے لیے اچانک اور غیر متوقع تھی اور مصری حکام اپنے حکمرانوں کی نامرادی اور ناکامی چھپا نہیں سکتے تھے۔ ایک طرف پورے عالم اسلام کے لیے عثمانیوں کی یہ فتح حیرت انگیز تھی، دوسری طرف ممالیک اس پر خوش نہیں تھے۔ مملوک سلطان الغوری یہ سمجھتا تھا کہ فریقین میں سے جو بھی فاتح ہوگا وہ مشرقِ عربی میں ممالیک سے تصادم کی پالیسی اپنائے گا، چنانچہ ان سیاسی وعسکری تبدیلیوں کے پیش نظر اس نے مختلف پالیسی اپنائی۔ وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اس کی فوج بہتر اسلحے اور ساز وسامان سے لیس عثمانی لشکر کے سامنے ٹھہر نہیں سکے گی، لہٰذا اس نے عثمانیوں کے خلاف شاہ اسماعیل صفوی سے معاہدہ کرنے کی کوشش کی۔ ادھر شاہ فارس چالدران کی شکست کے بعد سلطان سلیم کے خلاف محاذ بنانے کے لیے مستعد تھا، شاید اسی لیے سلطان الغوری کو مذکورہ بالا پالیسی پر عمل پیرا ہونے کی ترغیب ملی۔ لیکن سلطان الغوری کی اس کوشش کا کوئی مثبت نتیجہ برآمد نہ ہوا بلکہ عثمانیوں سے اس کے تعلقات پر منفی اثرات پڑے جنھوں نے صفویوں سے اس کی سلسلہ جنبانی کو سلطنت عثمانیہ کی پیٹھ میں چھرا گھونپنے کے مترادف خیال کیا۔ جب دونوں میں صلح کی کوششیں بارآور نہ ہوسکیں تو جنگ ناگزیر ہوگئی۔ حلب کے شمال میں مرج دابق [1] میں عثمانیوں نے مملوک لشکر کو تباہ کن شکست دی جس میں سلطان الغوری مارا گیا۔ یہ واقعہ 25 رجب 922ھ/24 اگست 1516ء کو پیش آیا۔

[1] مرج دابق: یہ شمالی شام میں اعزاز اور حلب کے درمیان واقع ایک شہر ہے جبکہ اعزاز حلب سے تقریباً 54 کلومیٹر دور ہے۔
(أطلس المملكة العربية السعودية والعالم، ص: 40)

2

شام، مصر اور حجاز کا خلافت عثمانیہ میں انضمام

مرج دابق میں ممالیک کی ہزیمت کے بعد سلطان سلیم نے جنگی پیش رفت جاری رکھی۔ اس نے شام کے شہروں حلب، حماہ، حمص اور دمشق کو اطاعت پر مجبور کر دیا۔ امرائے شہر اور اعیانِ حکومت نے نئے حکمرانوں کی اطاعت بجالانے میں سبقت کی۔ مسجد اموی (دمشق) میں سلطان سلیم کے نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ پھر سلطان سلیم نے مصر کے نئے حکمران طومان بائے کو خط لکھ کر اس شرط پر صلح کی پیشکش کی کہ وہ عثمانی سیادت تسلیم کر لے۔ طومان بائے نے اس پیشکش کو تسلیم کرنے کا ارادہ کیا مگر مملوک اُمراء نے جنگ کا تہیہ کر رکھا تھا۔ انھوں نے سلطان سلیم کے قاصد کو قتل کر دیا۔ اس پر سلطان نے مصر کا رُخ کیا۔ غزہ کے پاس عثمانی ہراول کا مصری ہراول سے تصادم ہوا۔ مصری ہراول نے شکست کھائی اور سلیم کی فوج مصر کی طرف بڑھتی گئی۔ 29 ذی الحجہ 922ھ / 22 جنوری 1517ء کو ریدانیہ کے مقام پر مملوک فوج کو شکست فاش ہوئی اور اس کے بعد عثمانی عساکر قاہرہ میں داخل ہو گئے۔ دریں اثناء قاہرہ کے قریب بولاق اور صلیبہ [1] کی بستیوں اور جیزہ وغیرہ میں تصادم کے خوفناک واقعات پیش آئے۔ آخر کار 10 ربیع الاول 923ھ / 2 اپریل 1517ء کو معرکۂ وردان میں شکست کے بعد طومان بائے نے اپنے دوست حسن بن مَرعی کے پاس پناہ لی جو عربان البحیرہ (نیل کا ڈیلٹا) کا سردار تھا۔ اس نے طومان بائے کو سلطان سلیم کے حوالے کر دیا جس نے بابِ زویلہ پر اُس کے گلے میں پھندا ڈال کر اسے ہلاک کر دیا (21 ربیع الاول 923ھ / 13 اپریل 1517ء)۔ یوں سلطنت ممالیک کی بساط لپٹ گئی۔

اموی مسجد (دمشق) کا تاریخی منبر

سلطان سلیم کے مصر پر حملے کا مقصد یہ تھا کہ اُس نے ایک واحد اسلامی سلطنت کے قیام کا جو اہم منصوبہ تیار کیا تھا وہ بروئے کار آئے۔ چونکہ اس کے خیال میں متحدہ اسلامی سلطنت کی تشکیل کے راستے میں ممالیک سب سے اہم رکاوٹ تھے، اس لیے ان کا ہٹایا جانا ضروری ہو گیا تھا۔ مصر اور شرق (شام و فلسطین) پر عثمانی حملہ اسی لیے عمل میں آیا تھا، چنانچہ جب مصر و شام پر عثمانی اقتدار قائم ہو گیا تو سلطان سلیم استامبول لوٹتے وقت عباسی خلیفہ متوکل علی اللہ اور اس کے دو چچا زادوں ابوبکر و احمد اور مصر کے شافعی قاضی القضاۃ کو اپنے ساتھ لے گیا۔

1 صلیبہ: یہ مقبرہ سیدہ زینب کے نزدیک قاہرہ کا ایک محلّہ ہے۔
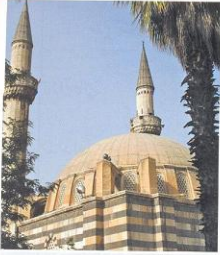
1554ء میں تعمیر شدہ مسجد تکیہ السلیمانیہ (دمشق)

متوکل علی اللہ سلسلۂ خلفاء کا 73 واں خلیفہ تھا، خُلفائے عباسیہ کا 55 واں خلیفہ تھا [1] اور قاہرہ کے عباسی خلفاء کا 17 واں خلیفہ تھا۔ وہ اسلامبول پہنچ کر سلطان سلیم کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوگیا اور انتقالِ خلافت کی رسم مسجد ایا صوفیہ میں ادا کی گئی۔ تاریخی روایات میں درج ہے کہ متوکل نے ایا صوفیہ میں مراسم کی ادائیگی کے بعد جامع مسجد ابو ایوب انصاری میں سلطان سلیم کے گلے میں تلوار لٹکائی اور اسے خلعت پہنایا۔ ان مراسم میں علمائے سلطنت عثمانیہ اور ازہر کے علماء نے شرکت کی جو اس مقصد کے لیے اسلامبول چلے آئے تھے۔ یوں خلافت سلطنت عثمانیہ میں منتقل ہوگئی اور سلطان سلیم پہلا عثمانی خلیفہ بنا۔

حجاز کا خلافت عثمانیہ میں انضمام

سلطان سلیم کی فتحِ مصر کے بعد امیر مکہ برکات ثانی نے اپنے بیٹے محمد ابی نمی کو قاہرہ بھیجا تھا تاکہ وہ مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور روضۂ مطہرہ کی چابیاں اور دیگر مقدس امانتیں سلطان کے حوالے کرے جو اشرافِ مکہ کے پاس موجود تھیں۔ اس نے حجاز کو سلطنت عثمانیہ میں ضم کرنے کی پیشکش کی۔ یہ کارروائی 16 جمادی الآخرہ 923ھ / 6 جولائی 1517ء کو عمل میں آئی۔ اس کے بعد عثمانی اقتدار سودان، لیبیا اور الجزائر تک وسیع ہوگیا اور ان کی وفاداری اور اطاعت سلطنت عثمانیہ کے لیے وقف ہوگئی۔

23 شعبان 923ھ / 10 ستمبر 1517ء کو خلیفہ سلیم مصر سے روانہ ہوا اور شام لوٹ آیا۔ پھر وہ عرب کے گردونواح کے علاقوں کی فتح کے بعد 924ھ / 1518ء میں اسلامبول چلا گیا۔ وہ خلافت عثمانیہ پر فائز ہو کر حرمین شریفین کا خادم ٹھہرا اور تقریباً 2 سال بعد 9 شوال 926ھ / 22 ستمبر 1520ء کو خلیفہ سلیم کا انتقال ہوگیا۔

[1] حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے لے کر بغداد کے آخری عباسی خلیفہ مستعصم باللہ تک خلفاء کی تعداد 56 بنتی ہے۔ ان 56 خلفاء میں 4 خلفائے راشدین، 14 اُموی خلفاء اور 38 بغداد کے عباسی خلفاء شامل ہیں۔ اطلس الفتوحات الاسلامیہ (عربی) میں عباسی خلفاء کی مجموعی تعداد 54 درج ہے، حالانکہ یہ تعداد 38 (بغداد) +17 (قاہرہ) یعنی 55 بنتی ہے۔ (دیکھیے أطلس التاريخ العربي الإسلامي)

سلطنت عثمانیہ: سلیم اول کی وفات (22 ستمبر 1520ء) کے وقت

نقشہ 140

3
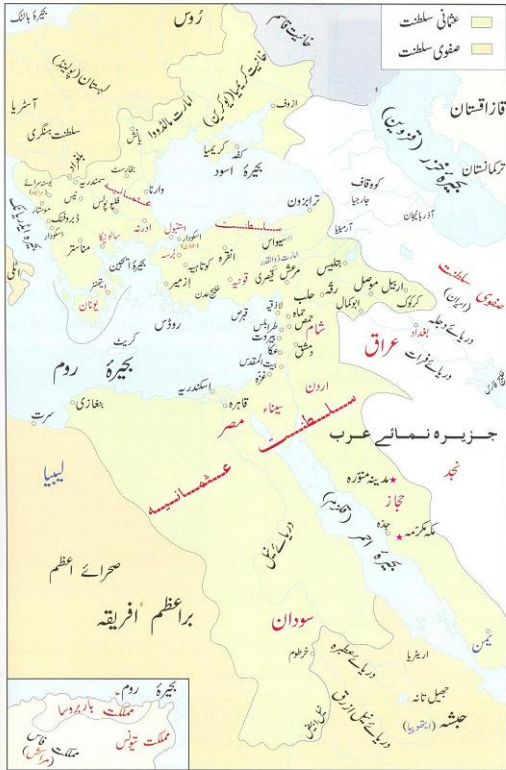
سلطان سلیمان قانونی اور اس کی فتوحات

سلیمان قانونی اپنے والد خلیفہ سلیم اول کی وفات کے بعد تختِ سلطنت پر بیٹھا۔ اس کی خلافت کا آغاز 926ھ/1520ء میں ہوا۔ اس نے 47 برس حکومت کی اور یہ عثمانی سلاطین میں سب سے لمبا عرصۂ حکومت تھا۔ خلیفہ سلیمان قانونی کا عہد سلطنت عثمانیہ کا سنہری دور تھا۔ خواہ جہادی کارروائیوں کے لحاظ سے دیکھا جائے یا تعمیراتی، علمی و ادبی اور عسکری پہلوؤں سے، سلیمان قانونی کا عہد عثمانی سلطنت کا نقطۂ عروج تھا۔ یہ سلطان یورپی سیاست میں بے پناہ اثر و رسوخ رکھتا تھا کیونکہ وہ اپنے عہد کی سب سے بڑی قوت تھا۔ اس کے عہد میں سلطنت اسلامیہ عثمانیہ میں خوشحالی اور امن و سکون کا دور دورہ تھا۔

فتح بلغراد

عہدِ سلیمان میں عثمانیوں نے اپنی فتوحات کا آغاز یورپ کے اہم ترین شہر بلغراد کی فتح سے کیا جس پر اہل ہنگری کی حکومت تھی۔ ان دنوں ہنگری والوں سے عثمانیوں کے تعلقات کشیدہ تھے۔ سلیمان نے شاہِ ہنگری کے پاس اپنا سفیر بھیجا جس نے شاہ [1] کو اطلاع دی کہ عثمانی تخت پر اب سلطان سلیمان جلوہ افروز ہے۔ مگر شاہِ ہنگری نے سلیمان کے سفیر کو قتل کرا دیا جس کا نام بہرام چاؤش تھا۔ اس پر عثمانی سلطان نے ہنگری کے خلاف اعلان جنگ کر دیا اور عثمانی فوج نے خشکی اور دریا (ڈینیوب) کی طرف سے بلغراد کا محاصرہ کر لیا۔ ایک ماہ کے محاصرے کے بعد بلغراد والوں نے ہتھیار ڈال دیے (927ھ/1521ء)۔ بلغراد کی فتح کے بعد عثمانیوں نے اسے اپنا جنگی مرکز بنا لیا جہاں سے یورپی فتوحات کے لیے ان کے لشکر روانہ ہوتے تھے۔ جنگ بلغراد کے بعد عثمانیوں نے بلغراد کے ارد گرد کے اہم قلعے فتح کر لیے، جیسے ساباج (Sabacz)، سلانکا اور زملین۔ ان کی فتح 928ھ/1522ء میں عمل میں آئی۔
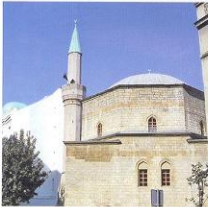
مسجد سلیمان اعظم (بلغراد)

[1] خلیفہ سلیمان اعظم نے شاہِ ہنگری لوئی ثانی کے پاس اپنے سفیر بھیجے اور خراج کا مطالبہ کیا۔ لوئی نے سفراء کو قتل کرا دیا، اس لیے سلیمان نے بلغراد پر چڑھائی کی جہاں سے محمد فاتح جیسا سلطان پسپا ہو گیا تھا۔ سات روز کی گولہ باری سے 25 رمضان المبارک 927ھ/ 29 اگست 1521ء کو یہ شہر فتح ہو گیا۔ سلطان نے فتح کے بعد کسی فوجی یا رعایا کے افراد کو قتل نہ کیا بلکہ وہاں کے سب سے بڑے گرجے میں نماز ادا کی اور اسے تثلیث کے بجائے اللہ واحد کی پرستش کا مرکز بنا دیا۔
(تاریخ ترکیہ از ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، ص:104)

روڈس اور ہنگری کی فتح

سلطان سلیمان نے روڈس پر قابض سینٹ جان کے نائٹس کو شکست دے کر اس جزیرے کو سلطنت عثمانیہ میں شامل کر لیا۔ [1] پھر 932ھ/1526ء میں 60 ہزار سے زائد عثمانی لشکر استنبول سے روانہ ہوا اور منزلیں مارتا ہنگری کی سرزمین میں پہنچ گیا۔ موہاکس کے میدان میں 29 اگست 1526ء کو مسلمانوں اور عیسائیوں میں معرکہ کارزار گرم ہوا۔ جنگ 2 گھنٹے جاری رہی اور عثمانیوں نے کمال جنگی فراست سے ہنگری کے لشکر کو شکست دی۔ [2] سلطان سلیمان قانونی نے مملکت ہنگری کے سلطنت عثمانیہ کے باجگزار ہونے کا اعلان کیا، پھر حکم صادر کیا کہ اہلِ ہنگری میں سے ایک شخص اُن کا بادشاہ ہوگا۔ یہ صوبہ اردل (ٹرانسلوینیا) کا گورنر جان زاپولیا تھا جسے عثمانی اقتدار کے ماتحت بادشاہت عطا کی گئی۔ مشرقی مؤرخین اس کا نام یانوش (Janus) لکھتے ہیں۔ [3]

ہنگری کے شہر پیکس (Pecs) کی عثمانی مسجد

جنگ موہاکس کی یاد میں تعمیر شدہ گرجا (1929 Votive Church ء)

[1] سلطان نے یکم اگست 1522ء کو روڈس کا محاصرہ شروع کیا۔ پانچ ماہ بعد 6 صفر 929ھ / 25 دسمبر 1522ء کو اہل روڈس نے ہتھیار ڈال دیے اور بارہ روز کے اندر اپنا سامان اور اسلحہ لے کر سلطان کی اجازت سے کریٹ کی طرف نکل گئے۔ (تاریخ ترکیہ از ڈاکٹر نصیر احمد ناصر، ص:105,104)

[2] چارلس پنجم (شاہ اسپین) نے شاہ فرانس فرانسس اول کو 1525ء میں پیویا کے مقام پر شکست دے کر قید کر لیا تھا۔ فرانس نے سلیمان سے ہنگری پر حملہ کرنے کی استدعا کی تاکہ چارلس کو ہنگری کی جانب توجہ مبذول کرنی پڑے جس کی سلطنت آسٹریا تک وسیع تھی...... 20 ذی قعدہ 932ھ / 29 اگست 1526ء کو موہاکس کے میدان میں 2 گھنٹے کی جنگ میں ہنگری کے آٹھ اسقف، اعیان ہنگری کی بڑی تعداد اور چوبیس ہزار سپاہی مارے گئے۔ لوئی (شاہِ ہنگری) بھاگتا ہوا دریا میں ڈوب مرا۔ (تاریخ ترکیہ از نصیر احمد ناصر، ص:105)

[3] جنگ موہاکس کے بعد چارلس پنجم کے بھائی فرڈیننڈ حاکم آسٹریا نے زاپولیا کو شکست دے کر ہنگری پر قبضہ کر لیا۔ زاپولیا نے پولینڈ میں جا پناہ لی اور سلطان سلیمان کو مدد کے لیے درخواست بھیجی۔ سلطان 10 مئی 1529ء کو ڈھائی لاکھ فوج اور 300 توپیں لے کر روانہ ہوا اور 3 ستمبر کو بوڈا پہنچ گیا۔ چھ روز کے محاصرے میں قلعہ مسخر ہو گیا اور زاپولیا کو بحال کر دیا گیا۔ اس کے بعد سلطان نے آسٹریا کی طرف کوچ کیا۔ اسپین، نیدرلینڈ، سسلی، جرمنی اور آسٹریا کی مملکتوں کا تنہا مالک شاہ چارلس پنجم اور اس کا بھائی فرڈی ننڈ فرار ہو گئے، البتہ اسپین اور جرمنی کے آزمودہ کار دستے آسٹریا کی فوج کی مدد کے لیے آپہنچے تھے۔ سلطان سلیمان نے 27 ستمبر کو وی آنا پہنچ کر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ طوفانی بارش کے باعث اسے بڑی توپیں ہنگری میں چھوڑنی پڑی تھیں۔ ادھر محصورین کی مدافعت سخت تھی۔ اس پر موسم کی شدت برداشت سے باہر ہو گئی اور رسد کی بھی کمی تھی، لہٰذا سلطان محاصرہ اٹھا کر واپس آ گیا۔ (تاریخ ترکیہ از نصیر احمد ناصر: 105، 106)

فتح موہاکس کے بعد کی عثمانی مہمات

تاریخ اسلام کی بحری جنگوں میں سے معرکۂ پریویزا[1] بڑا نمایاں واقعہ ہے جو945ھ/1538ء میں پیش آیا۔ یہ سولھویں صدی عیسوی کی مسلم مسیحی جنگوں کے سلسلے ہی کی ایک کڑی ہے۔ پوپ پال سوم نے عثمانیوں کے مقابلے میں یورپ کے مسیحی لشکروں کے اتحاد کی پکار بلند کی، چنانچہ ایک متحدہ صلیبی بحری بیڑا تشکیل پایا جس میں 300 بحری جہاز شامل تھے۔ اس صدی کا مشہور ترین یورپی بحری کمانڈر اینڈریا ڈوریا اس بیڑے کی کمان کر رہا تھا۔ ادھر عثمانی بحری بیڑا 120 جہازوں پر مشتمل تھا جس کی قیادت امیر البحر خیر الدین باربروسا کے پاس تھی۔ دونوں بحری بیڑوں میں 4 جمادی الاولیٰ 945ھ/28 ستمبر 1538ء کو پریویزا کے بالمقابل جنگ ہوئی جس میں خیر الدین باربروسا کے بحری بیڑے نے صلیبی بیڑے کو شکست فاش دی۔

اس یورپی شکست کی خبر شاہ چارلس[2] کو ملی تو اس کا پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا۔ اس نے ایک طاقتور بحری بیڑا تیار کیا اور اس کی خود قیادت کرتے ہوئے عثمانی علاقے الجزائر پر حملہ آور ہوا (948ھ/1541ء) لیکن خیر الدین باربروسا کے متبنّیٰ حسن آغا حاکم الجزائر نے شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے ساحل الجزائر کے قریب نہ پھٹکنے دیا اور چارلس خائب و خاسر ہو کر راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہوگیا۔

بحیرۂ یونان کے ساحل پر "پریویزا" سے دو میل دور عثمانی گورنر علی پاشا کے تعمیر کردہ قلعہ پانٹوکراٹور کے آثار (1807ء)

1 پریویزا (Preveza): یہ شہر یونان کے مغربی ساحل پر خلیج امورا کیکوس کے دہانے کے قریب واقع ہے۔ (فلپس السٹریٹڈ اٹلس آف دی ورلڈ: 68)

2 چارلس پنجم (1516ء تا 1556ء) جو ہسپانیہ (اسپین) کی تاریخ میں چارلس اول کہلاتا ہے، یورپ کا بہت بڑا بادشاہ تھا۔ وہ فرڈیننڈ اور ازابلا (فاتحین غرناطہ) کا نواسا تھا۔ 1521ء میں اسپین کی فرانس سے لڑائی چھڑ گئی اور شکست کھا کر شاہِ فرانس نے اٹلی پر تمام دعاوی چھوڑ دیے۔ 1535ء میں چارلس پنجم نے ایک مہم تیونس بھیجی۔ اس نے اپنے چھوٹے بھائی کو ہیپس برگ کے تخت (آسٹریا) کا مالک بنا دیا۔ اس کو ان مہمات پر کثیر خرچ چنداں محسوس نہ ہوا کیونکہ امریکہ سے بے اندازہ سونا آ رہا تھا۔ (انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم: 276/2)

بوڈاپسٹ کا Matthias Church جو عثمانی دور میں مسجد تھا

947ھ/1540ء میں آسٹریا[1] کے آرچ ڈیوک فرڈی ننڈ نے، جو ہنگری پر قبضے کی طمع رکھتا تھا، بوڈا[2] کا آن محاصرہ کیا۔ ادھر سے عثمانی لشکر سلطان سلیمان قانونی کی قیادت میں تیزی سے بوڈا کی طرف بڑھا۔ جب آسٹرویوں نے عثمانی لشکر کے قریب آن پہنچنے کی خبر سنی تو وہ محاصرہ چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ 948ھ/1541ء میں سلطان سلیمان بوڈا میں فاتحانہ داخل ہوا۔ اس نے شہر کے بڑے بڑے گرجوں کو مساجد میں بدلنے کا حکم دیا، نیز ہنگری کے اس اہم علاقے کا دولت عثمانیہ سے الحاق کرلیا اور اسے ''ولایت بودین'' کا نام دیا گیا۔ سلطان نے شاہ ہنگری جانوس کے کم عمر بیٹے سگمنڈ کو ٹرانسلوینیا (اردل) کی گورنری پر فائز کیا۔ اس کا باپ جانوس شاہ ہنگری بننے سے پہلے ٹرانسلوینیا پر حکومت کرتا رہا تھا۔

[1] آسٹریا: اسے عربی میں نمسا لکھا جاتا ہے۔ یہاں کی سرکاری زبان جرمن میں اس کا تلفظ اوسٹرائخ (Osterreich) ہے۔ وسطی یورپ کی اس جمہوریہ کی آبادی 77 لاکھ (1991ء) ہے۔ دارالحکومت وی آنا ہے۔ اس کے شمال میں چیک جمہوریہ اور جرمنی، جنوب میں سلاوینیا اور اٹلی، مشرق میں سلاوکیہ اور ہنگری اور مغرب میں سوئٹزرلینڈ واقع ہے۔ اسے کسی طرف کوئی سمندر نہیں لگتا۔ پانچویں صدی عیسوی میں اس علاقے میں جرمانک لوگ پھیل گئے تھے۔ قرون وسطیٰ کے دوران 1282ء میں یہاں ہیپسبرگ خاندان کی حکومت قائم ہوئی جو 1452ء میں ہولی رومن ایمپائر کہلانے لگی اور بتدریج آسٹریا وسطی یورپ کی ایک بڑی طاقت بن گیا جس میں جرمنی، سوئٹزرلینڈ، شمالی اٹلی اور نیدرلینڈ بھی شامل تھے حتیٰ کہ 1504ء تا 1700ء میں اسپین پر بھی ہیپسبرگ خاندان کی حکمرانی رہی۔ 1806ء میں ہولی رومن ایمپائر کے خاتمے پر اسے آسٹرو ہنگیرین سلطنت کہا جانے لگا۔ 1918ء میں اس سلطنت کی شکست و ریخت پر آسٹریا، ہنگری، چیکوسلاوکیہ اور یوگوسلاویہ کے ممالک وجود میں آئے۔ 1938ء میں نازی جرمنی نے آسٹریا پر قبضہ کرلیا۔ 1945ء میں جرمنی کی شکست پر اتحادیوں نے آسٹریا پر تسلط جمالیا اور پھر 1955ء میں اسے آزادی ملی۔ 1994ء میں آسٹریا یورپی یونین میں شامل ہوگیا۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری: 674,630,91، نقشہ ص: 3)

[2] بوڈا: جسے ترک بودین کہتے تھے، ہنگری کا قدیم دارالحکومت ہے۔ آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری کے مطابق 1873ء میں دریائے ڈینیوب (عربی میں ''طونہ'') کے دائیں کنارے واقع پہاڑی شہر بوڈا اور بائیں کنارے واقع نشیبی شہر پسٹ کے ملاپ سے بوڈاپسٹ تشکیل پایا جو جدید ہنگری کا دارالحکومت ہے۔
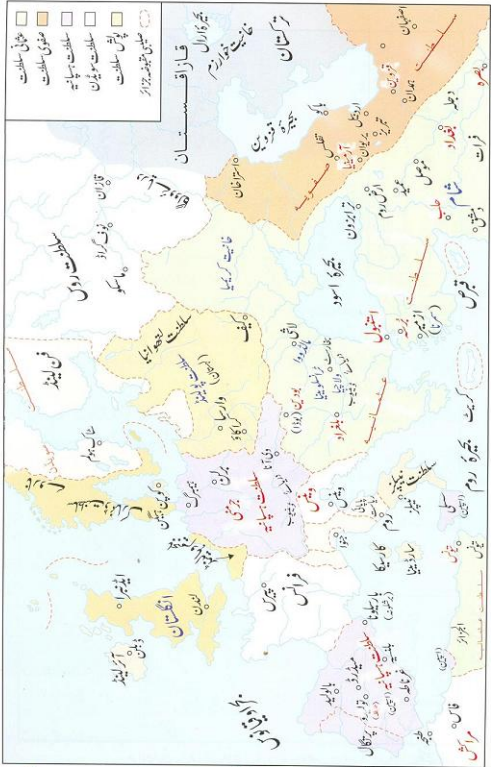
نقشہ 141
برّ اعظم یورپ: سلطان سلیمان اعظم کی وفات (1566ء) کے وقت
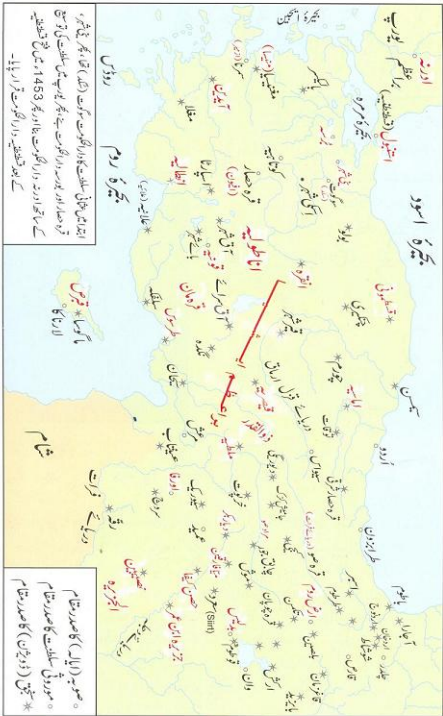
ابتدا میں عثمانی سلطنت کا دارالحکومت سوگوت (سکد) تھا، پھر ینی شہر، قرہ حصار اور بورسہ دارالحکومت بنے، پھر یورپ میں سلطنت کی توسیع کے ساتھ ادرنہ دارالحکومت بنا اور پھر 1453ء میں فتح قسطنطنیہ کے بعد قسطنطنیہ دارالحکومت قرار پایا۔

○ صوبہ (ایالہ) کا صدر مقام
○ موروثی سلطنت کا صدر مقام
✳ سنجق (ڈویژن) کا صدر مقام

نقشہ 142

مراد ثالث کے عہد میں اناطولیہ کی ولایات (صوبے)

4

عروج اور خیر الدین باربروسا کی بحری فتوحات

مشہور جہازران خیر الدین اور اس کا بھائی عروج بُحیرہ ایجین کے جزیرہ مِتلّین(Metellin) کے عیسائی تھے۔ وہ دونوں سمندری ڈاکو تھے، پھر اللہ تعالٰی نے انھیں ہدایت دی اور وہ مشرّف بہ اسلام ہوگئے۔ مسلمان ہوکر انھوں نے سلطان تیونس محمد الحفصی کی ملازمت اختیار کرلی اور ہسپانوی اور پرتگالی جنگی بحری جہازوں سے معرکہ آرائی کرنے لگے۔ ان دونوں نے عثمانی سلطان سلیم کی خدمت میں ایک بحری جہاز روانہ کیا جو انھوں نے عیسائیوں سے چھینا تھا۔ سلطان نے جہاز کا تحفہ قبول کیا اور ان دونوں بھائیوں کو عطیات سے نوازا۔ اس سے ان کی حوصلہ افزائی ہوئی۔ جب سلطان سلیم مصر پہنچا تو انھوں نے اس کی خدمت میں قاصد بھیج کر سلطنت عثمانیہ سے اپنی وفاداری کا اعلان کیا۔

عروج اس قدر جرأت مند تھا کہ اس نے شہر الجزائر کو دشمن سے آزاد کرالیا اور چارلس پنجم نے جو لشکر عروج کے مقابلے میں بھیجا اسے شکستِ فاش دی، نیز اس نے مغربی الجزائر کے شہر تلمسان کو عیسائیوں کے تسلط سے چھڑا لیا، پھر ہسپانویوں کے خلاف ایک جنگ میں عروج شہید ہوگیا۔

اس کے بعد خیر الدین باربروسا [1] نے عثمانی خلیفہ سلیم اول کے پاس قاصد بھیجا۔ سلیم اس وقت مصر میں تھا جب اسے معلوم ہوا کہ شہر الجزائر

مسجد شہداء (الجزیرہ)

الجزیرہ یا الجزائر (شہر): اسے عربی میں الجزائر، اُردو میں الجزیرہ اور انگریزی میں الجیرز (Algiers) کہتے ہیں۔ یہ ملک الجزائر کا صدر مقام ہے اور بحیرۂ روم کی خلیج الجزائر میں واقع ہے۔ آبادی 26 لاکھ سے اوپر ہے۔ اسے بلکّین بن زیری نے 349ھ /960ء میں ایک رومی شہر کے کھنڈروں پر تعمیر کیا تھا۔ ملک الجزائر، جسے عربی میں الجمهورية الجزائرية الديمقراطية الشعبية کہتے ہیں، شمالی افریقہ میں بحیرۂ روم کے جنوبی ساحل پر واقع ہے۔ اس کے مشرق میں تیونس اور لیبیا، مغرب میں المغرب (مراکش) اور جنوب میں نائیجر، مالی اور موریتانیہ واقع ہیں۔ الجزائر کا رقبہ 23 لاکھ 81 ہزار 741 مربع کلومیٹر (پاکستان سے تین گنا) ہے اور آبادی 2 کروڑ 60 لاکھ ہے۔ دارالحکومت کے علاوہ وہران، قسنطینہ، عنابہ، سطیف، سعیدہ، تلمسان اور مستغانم مشہور شہر ہیں۔ ساتویں صدی ق م میں الجزائر قرطاجنہ (تیونس) کے ماتحت تھا۔ جولیس سیزر نے اس پر 42 ق م میں قبضہ جمایا۔ 429ء میں یورپ کے وندال الجزائر پر حملہ آور ہوئے۔ الجزائر کے 19 لاکھ 95 ہزار مربع کلومیٹر رقبے پر صحرائے اعظم پھیلا ہوا ہے۔ یہ تیل اور گیس برآمد کرنے والا ایک بڑا ملک ہے (المنجد في الأعلام)۔ (1830ء سے 1962ء تک الجزائر فرانسیسی سامراج کے تسلط میں رہا۔)

[1] ''باربروسا'' (Barbarossa) کے معنی ہیں ''سرخ ڈاڑھی والا''۔ اس نے ہسپانیہ کے 70 ہزار مظلوم مسلمانوں کو اپنے جہازوں میں لادلاد کر الجزائر پہنچایا۔ سلیمان نے اسے عثمانی بحریہ کا امیر اعظم منتخب کرلیا۔ (''تاریخ ترکیہ'' ص: 108,107 از نصیر احمد ناصر)

قلعہ باربروسا (کیپری، اٹلی)

زیتونہ مسجد (تیونس شہر)

خلیفہ کے نام پر فتح کرلیا گیا ہے، تو اس نے حکم صادر کیا کہ خیر الدین کو صوبہ الجزائر کا والی مقرر کیا جاتا ہے۔ خیر الدین نے اپنی بحری مہمات جاری رکھیں۔ اس نے اٹلی کے جنوبی ساحل پر اترانتو [1] اور فرانس اور ہسپانیہ کے ساحلوں تک تر کتازیاں کیں اور بینون نامی قلعے کو آزاد کرالیا جو شہر الجزائر کے بالمقابل ایک جزیرے پر ایستادہ تھا اور اس پر ہسپانوی قابض تھے، پھر اس نے اپنی مہمات ہسپانویوں سے انتقام لینے پر مرکوز کردیں جنھوں نے 897ھ/1492ء میں سقوط غرناطہ کے بعد اندلس (ہسپانیہ) میں مسلمانوں پر وحشیانہ مظالم ڈھائے تھے۔

939ھ/1532ء میں خیر الدین باربروسا نے خلیفہ سلیمان کے حکم پر ایک بحری بیڑا تیار کیا تاکہ صلیبیوں کے خلاف جہاد کرے جنھوں نے آخری حفصی حکمران مولائے حسن کے عہد حکومت میں تیونس پر قبضہ کرلیا تھا۔ خیر الدین نے قسطنطنیہ سے بحری بیڑے کی قیادت [2] کرتے ہوئے درۂ دانیال پار کیا اور بحیرۂ رُوم میں سفر کرتے ہوئے مالٹا کا رُخ کیا تاکہ اس کے عزائم دشمن سے پوشیدہ رہیں۔ مالٹا سے اس نے جنوبی اٹلی کی بعض بندرگاہوں پر حملہ آور ہوکر عیسائیوں کو شکست دی، پھر 941ھ/1534ء میں وہ پلٹ کر تیونس پہنچا، اسے آسانی سے آزاد کرالیا اور وہاں بھی عثمانی خلیفہ کے نام کا خطبہ پڑھا جانے لگا۔ یورپی صلیبی جنھوں نے یہ طے کر رکھا تھا کہ اندلسی مسلمانوں کا صفایا کرنے اور انھیں دیس نکالا دینے کے بعد ان کا دوسرا فریضہ شمالی افریقہ پر قبضہ جمانا ہے، وہ عثمانی بیڑے کے حملے کی تاب نہ لاکر تیونس سے فرار ہوگئے۔ دریں اثناء چارلس پنجم، برشلونہ (Barcelona) کے ہسپانوی امراء اور مالٹا کے صلیبی ایک معاہدہ کرکے مسلمانوں کے خلاف جنگ کی تیاریاں کرنے لگے۔ چارلس نے ایک جم غفیر اکٹھا کرلیا اور تیونس کے ساحل پر اُتر کر شہر تیونس میں داخل ہوگیا۔ اس نے انتقام کے طور پر اہل تیونس پر انتہائی گھناؤنے مظالم ڈھائے [3] اور وہاں مولائے حسن الحفصی کو دوبارہ حکمران بنا دیا۔ مولائے حسن نے ایک معاہدے کے تحت عیسائیوں کو ملک تیونس میں آباد ہونے کی اجازت

1 اترانتو: جنوبی اٹلی کے ساحل پر اترانتو (Otranto) اور تارنتو (Taranto) نامی دو بندرگاہیں ہیں۔ اترانتو آبنائے اترانتو کے ساحل پر ہے جو اٹلی اور البانیہ کے درمیان واقع ہے جبکہ تارنتو خلیج تارنتو کے شمالی ساحل پر آباد ہے (ریفرنس اٹلس آف دی ورلڈ)۔ چوتھی صدی ہجری میں صقلیہ کے اغلبی حکمرانوں نے تارنتو تک یلغار کی تھی۔

2 خلیفہ سلیمان اعظم نے 1533ء میں خیر الدین کو ''کپودان پاشا'' (امیر البحر) بنادیا تھا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 81/9)

3 چارلس 500 جہازوں کا بیڑا اور 30 ہزار فوج لے کر تیونس پر حملہ آور ہوا۔ خیر الدین کو تیونس چھوڑنا پڑا۔ چارلس فاتحانہ تیونس شہر میں داخل ہوا اور اپنے سپاہیوں کو شہر لوٹ لینے کی اجازت دے دی۔ ایورسلے کا بیان ہے کہ شہر کے 30 ہزار باشندے قتل کردیے گئے اور 10 ہزار غلام بنا کر فروخت کیے گئے۔ مسجدیں، خاص خاص عمارتیں اور کتب خانے برباد کردیے گئے۔ راستے میں پڑی کتابوں کے ڈھیروں کو روندے بغیر کوئی جامع مسجد تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ لوگوں کو جبراً عیسائی بنایا گیا۔ مسلمانوں کی سب جائیدادیں عیسائیوں کو دی گئیں اور مولائے حسن نے اسپین کی ماتحتی قبول کرلی۔ (''تاریخ ترکیہ'' ص:108 از نصیر احمد ناصر)
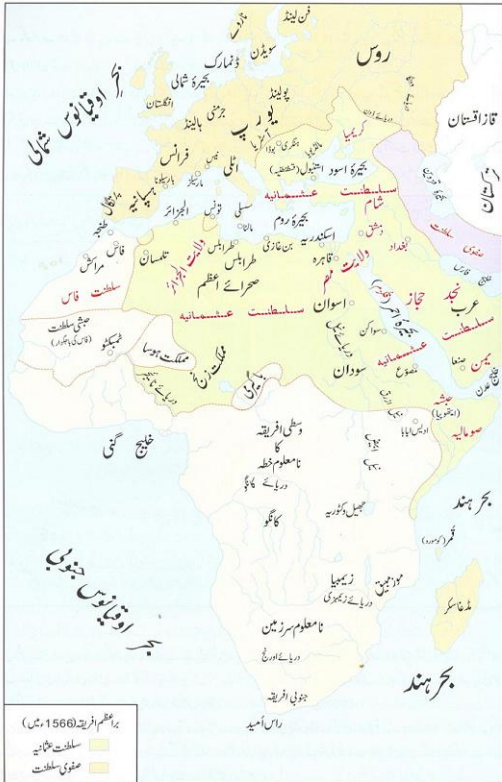
براعظم افریقہ (1566ء میں)
سلطنت عثمانیہ
صفوی سلطنت
فن لینڈ
سویڈن
ڈنمارک
روس
بحیرۂ شمالی
انگلستان
پولینڈ
جرمنی
ہالینڈ
یورپ
بحر اوقیانوس شمالی
فرانس
کریمیا
ہنگری
بحیرۂ اسود
استنبول (قسطنطنیہ)
اٹلی
روم
مارسیلز
بارسلونا
ہسپانیہ
پرتگال
سلطنت عثمانیہ
شام
الجزائر
تونس
سسلی
بحیرۂ روم
مالٹا
طنجہ
فاس
مراکش
تلمسان
ولایت الجزائر
طرابلس
بن غازی
اسکندریہ
دمشق
بغداد
قازاقستان
ترکستان
سلطنت صفوی
فارس
قاہرہ
ولایت مصر
صحرائے اعظم
سلطنت فاس
اسوان
حجاز
نجد
عرب
سلطنت عثمانیہ
بحیرۂ احمر
ٹمبکٹو
سواکن
سوڈان
دریائے نیل
مصوع
صنعا
یمن
خلیج عدن
حبشہ (ایتھوپیا)
ادیس ابابا
صومالیہ
خلیج گنی
وسطی افریقہ کا نامعلوم خطہ
دریائے کانگو
کانگو
جھیل وکٹوریہ
بحر ہند
قمر (کومورو)
بحر اوقیانوس جنوبی
زیمبیا
دریائے زیمبزی
موزمبیق
مڈغاسکر
نامعلوم سرزمین
دریائے اورنج
جنوبی افریقہ
راس امید
بحر ہند

نقشہ 143

دے دی۔ کچھ عرصہ بعد خیر الدین نے تیونس پر ایک بار پھر یلغار کی اور 944ھ / 1537ء میں چارلس پنجم کے بحری بیڑے کو شکست فاش دی۔ [1] اسی دوران میں اس نے جزیرہ کریٹ کے عیسائیوں کے خلاف بھی جہاد کیا۔ [2]

خیر الدین باربروسا نے 953ھ/1546ء میں وفات پائی۔ وہ ایک عظیم مجاہد تھا۔ اس نے یورپ کے مسیحی حملہ آوروں کو بار بار شکست دی اور اپنے بحری بیڑے کے ساتھ اٹلی، فرانس اور اسپین کے ساحلوں پر ترکتازیاں کیں تاکہ اسلام کے دشمنوں کی قوت تار تار کر دے۔ یہی نہیں، اس نے فرانسیسی بندرگاہ مارسیلز اور صقلیہ کے ساحلوں پر بھی یلغار کی اور 20 جمادی الاولیٰ 950ھ / 22 اگست 1543ء کو اپنی قوت کے بل پر فرانس کی بندرگاہ نیس میں داخل ہوگیا (اور فرانسیسیوں کو صلح پر مجبور کر دیا۔)
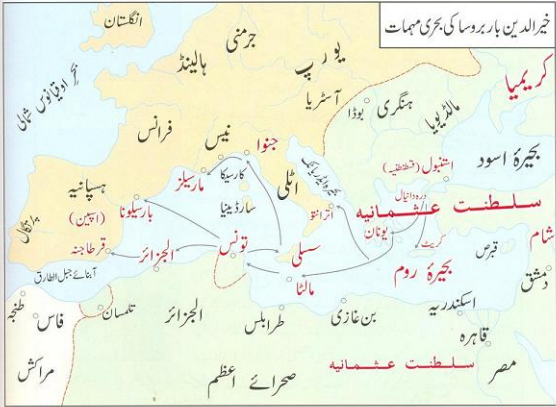
نقشہ 144

[1] چارلس پنجم نے خیر الدین باربروسا کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے خفیہ طور پر لالچ دیا کہ وہ مختصر سا خراج لینے کے بعد اسے تمام شمالی افریقہ کا بادشاہ تسلیم کرے گا۔ باربروسا نے سلطان سلیمان کو ان باتوں سے آگاہ کر دیا، پھر چارلس پنجم نے الجزائر میں جو مہم روانہ کی (1541ء) اس کے تباہ کن انجام نے خیر الدین کی عزت کو چار چاند لگا دیے اگرچہ اس نے الجزائر شہر کی مدافعت میں خود حصہ نہیں لیا تھا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 81/9)

[2] معرکہ پریویزا (945ھ / 1538ء) میں خیر الدین باربروسا کے ہاتھوں یورپی امیر البحر اینڈریا ڈوریا کی شکست فاش کے بعد 1539ء میں جمہوریہ وینس (اٹلی) نے ایک صلح نامے کے تحت وہ تمام جزائر جو باربروسا نے فتح کیے تھے اور ساحل ڈلماشیا (کروشیا) کے متعدد مقامات سلطان سلیمان کے حوالے کر دیے، نیز وینس نے 3 لاکھ دوکات تاوانِ جنگ پیش کیا۔ (''تاریخ ترکیہ'' ص: 109 از ڈاکٹر نصیر احمد ناصر)

5

سلطان سلیم ثانی کی فتوحات

سلیم ثانی خلیفہ سلیمان بن سلیم اول کا بیٹا تھا۔ وہ دولت عثمانیہ کے سلاطین میں سے گیارھواں سلطان اور عثمانی خلفاء میں سے تیسرا خلیفہ تھا۔ وہ 930ھ مطابق 1524ء میں پیدا ہوا تھا۔ اسے کمسنی ہی سے امورِ حکومت کی تربیت دی گئی تھی، چنانچہ وہ چھ سال قرامان (لارندہ) [1] کا والی رہا، پھر 14 سال صاروخان (مانیسا) [2] پر حکمران رہا۔ اس کے بعد اس نے کوتاہیہ پر پانچ سال سے زیادہ عرصہ حکومت کی۔ سلطان سلیمان قانونی نے اپنی وفات سے تیرہ سال پہلے اسے اپنا ولی عہد نامزد کر دیا تھا۔ سلیم ثانی اپنے والد خلیفہ سلیمان اول کی وفات کے تقریباً 23 دن بعد تخت سلطنت پر رونق افروز ہوا۔ اس دن تاریخ 15 جمادی الاولیٰ 974ھ / 30 ستمبر 1566ء تھی۔

جامع مسجد سلیم ثانی (ادرنہ)

جامع مسجد سلیم ثانی کے اندرونی نقش و نگار

[1] **قرامان یا قرہ مان:** ساتویں صدی ہجری کے وسط میں سلطان رکن الدین سلجوقی نے ترکمان سردار قرہ مان کو کیلیکیا (Cilicia) کا علاقہ عطا کر دیا تھا۔ ان کے زیرِ حکومت شہر لارندہ اور گردونواح کا علاقہ قرہ مان کے نام سے مشہور ہوا حتیٰ کہ اناطولیہ کے سارے جنوبی ساحلی علاقے کو بھی قرہ مانیہ (Caramania) کہتے ہیں۔ قرہ مان اوغلو کا آبائی علاقہ اور پناہ گاہ کیلیکیا اور قونیہ (قدیم Lycaonia) کا درمیانی پہاڑی علاقہ تھا جہاں شہر ارمنک (قدیم جرمانیکو پولس) تھا۔ 788ھ / 1386ء کی جنگ قونیہ کے بعد سلطان مراد اول نے قرامان کا عثمانی سلطنت سے الحاق کر لیا، پھر جب تیمور نے آل عثمان کو شکست دی تو اس کے پوتے مرزا محمد نے علاء الدین قرامانی (متوفی 793ھ) کے بیٹے محمد کو برسہ کے قید خانے سے رہا کر دیا۔ یوں قرامان اوغلو کی جدوجہد کا تیسرا دور شروع ہوا۔ ابراہیم قرامانی (متوفی 868ھ) سلطان مراد ثانی کا بہنوئی تھا مگر اس نے شاہ ہنگری بجسمنڈ سے حلیفانہ معاہدہ کر لیا تو سلطان مراد نے ذوالقدر (ریاست) سے ایک معاہدے کے تحت آق شہر اور بک شہری اپنی سلطنت میں ضم کر لیے جبکہ قیصریہ کا علاقہ ذوالقدریہ نے چھین لیا۔ قرہ مان اوغلو کے اہل وینس سے معاہدے کے بعد 872ھ / 1467ء میں عثمانی ترکوں نے قونیہ پر مستقل قبضہ کر لیا۔ (ماخوذ از اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 16-6/2-16)

[2] **صاروخان:** یہ ایک ترک شاہی خاندان تھا جو سلاجقۂ روم کی سلطنت کے سقوط کے بعد آناطولی (اناطولیہ) میں خودمختار ہو گیا تھا۔ اس کا پائے تخت مغنیسا (قدیم میگنیشیا) تھا۔ ''امیر مغنیسا'' صاروخان نے 1313ء میں مغنیسا (مانیسا) پر قبضہ کر کے اسے اپنا پائے تخت بنایا تھا۔ وہ بازنطینی سلطنت کے اجیر اسپین کے قطالونی (Catalan) سپاہیوں سے جہاد کرتا رہا۔ اہل جنوا کی ایک بستی فوچہ (Foca) اسے سالانہ خراج ادا کرتی تھی۔ اس کے پرپوتے خضر شاہ کے عہد (792ھ / 1390ء) میں بایزید اول نے (ریاست صاروخان کا صدر مقام) مغنیسا فتح کر کے آیدین ایلی اور منتشا ایلی کے ساتھ اپنے بیٹے سلیمان کو دے دیا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 14,13/12)

خلیج فارس اور بحیرہ روم میں عثمانی حدود
عثمانی سلطنت کا دارالحکومت
دیے گئے شہر سلطنت عثمانیہ کے صوبائی دارالحکومت تھے۔
خط کشیدہ نام موروثی ریاستوں کے ہیں۔
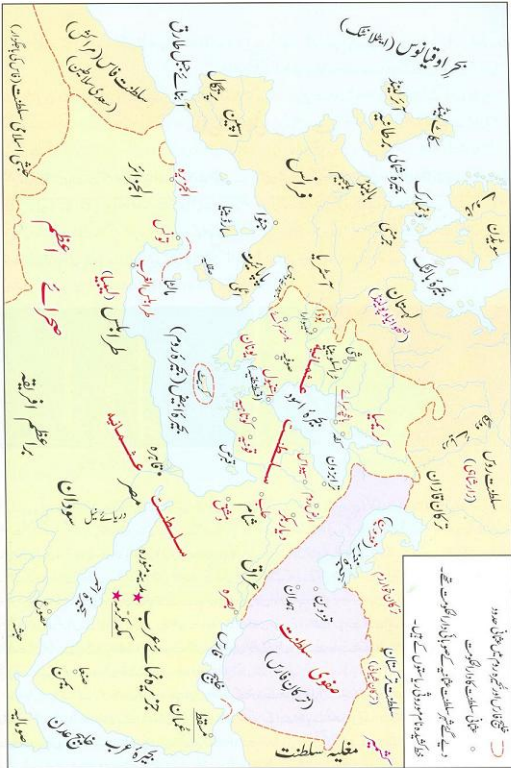
عثمانی سلطنت سلیم ثانی کے عہد (1566ء - 1574ء) میں

نقشہ 145
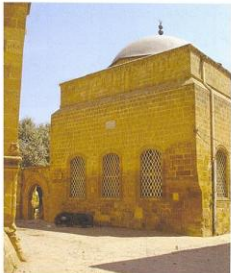
فتح قبرص

828ھ/1424ء سے قبرص، مصر کی مملوک سلطنت کی باجگزار ریاست تھا جو مملوک سلطان کو ہر سال مقررہ خراج ادا کرتی تھی۔ پھر جب یہ جزیرہ ریاست وینس کے زیرِ تسلط آ گیا تو یہ مسیحی ریاست قاہرہ کو خراج ادا کرنے لگی تھی۔ اور جب 923ھ/1517ء میں سلطان سلیم اوّل نے مصر کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تو جمہوریہ وینس نے طے کیا کہ وہ قبرص کا خراج اب استنبول کو ادا کیا کرے گی۔ اس کے بعد سلطنت عثمانیہ اور وینس میں جب بھی لڑائی ہوتی، قبرص ان میں باعثِ نزاع ضرور بنتا تھا۔ اس وجہ سے سلیم ثانی کے ذہن میں قبرص کو فتح کرنے کا خیال پرورش پا رہا تھا، چنانچہ اس نے مراد رئیس کو مارچ کے مہینے میں قبرص کے سمندر کی طرف بھیجا تاکہ وہاں کی خبریں معلوم کرے، پھر 9 ذی الحجہ 977ھ / 15 مئی 1570ء کو پیالہ پاشا عثمانی بیڑے کی قیادت کرتے ہوئے استنبول سے روانہ ہوا۔ اس کے ہمراہ ایک لاکھ کا لشکر تھا جس میں 60 ہزار پیادے تھے۔ باقی بحری فوج تھی اور بحری جہاز تھے۔ عثمانی بیڑا 27 محرم 978ھ / یکم جولائی 1570ء کو لیماسول (قبرص) کی بندرگاہ میں داخل ہوا اور اگلے روز عثمانی لشکر ساحل پر آن اُترا۔ 30 محرم / 4 جولائی کو عثمانی لارنکا (ترلا) کی بندرگاہ میں لنگر انداز ہوئے۔ 5 صفر کو انھوں نے کیرنا (سرینیا) فتح کر لیا اور 8 ربیع الآخر / 9 ستمبر کو "لفکوسا" (نکوشیا) فتح ہو گیا۔ اس معرکے میں قبرص کا حاکم "نکولو دیندولو" مارا گیا۔ کچھ عرصے بعد قبرص کے بیشتر شہروں نے عثمانیوں کی اطاعت قبول کر لی۔[1]

لالہ مصطفیٰ پاشا جامع (فاما گوستا، شمالی قبرص)

شہر زور کے والی مصطفیٰ پاشا کو قبرص کا گورنر مقرر کیا گیا، پھر سلطان سلیم ثانی نے مصطفیٰ پاشا کو 2 ہزار لشکریوں کے ہمراہ لفکوسا میں رہنے دیا اور پیالہ پاشا کو بہت مضبوط قلعہ بند شہر "ماگوسا" (فاما گوستا) کی طرف روانہ کیا۔ پیالہ پاشا کے ہمراہ 7 ہزار فوجی اور 75 توپیں تھیں۔ اس نے ماگوسا کا محاصرہ کر لیا اور 10 ربیع الآخر 979ھ / یکم ستمبر 1571ء کو شہر والوں نے ہتھیار ڈال دیے۔ یوں قبرص کی فتح 13 ماہ میں مکمل ہوئی۔

کتب خانہ سلطان محمود ثانی (نکوشیا، قبرص)

[1] قرہ مصطفیٰ پاشا نے ایک لاکھ فوج سے قبرص پر چڑھائی کی۔ ایک ہفتے کے محاصرے کے بعد پایۂ تخت نکوسیا فتح ہو گیا (1570ء)۔ مگر قلعہ "فاما گوستا" طویل محاصرے کے بعد اگست 1571ء میں فتح ہو سکا۔ قبرص کے مغرور سپہ سالار براگاڈینو کو قتل کر دیا گیا۔ اس کے بعد یہ جزیرہ 1778ء تک ترکوں کے پاس رہا۔
(''تاریخ ترکیہ'' ص:118 از نصیر احمد ناصر)

فتح ماسکو

979ھ/1571ء کے موسمِ بہار میں کریمیا کی گِرائی سلطنت [1] کے حکمران (خان) نے ایک لاکھ 20 ہزار کے لشکر کے ہمراہ روس کا رُخ کیا۔ اس لشکر میں عثمانی فوج اور توپخانہ بھی شامل تھا۔ اس کا مقصد روس کی ہوسِ ملک گیری کا سدِّ باب تھا۔ [2] اس حملے میں 8 ہزار روسی مارے گئے اور ان کی فوج تتر بتر ہوگئی۔ روسی ماسکو کا دفاع بھی نہ کر سکے اور 27 ذی الحجہ 979ھ / 24 مئی 1571ء کو عثمانی ماسکو میں داخل ہوگئے۔ خان کریمیا ماسکو سے پندرہ ہزار قیدیوں کے ساتھ لوٹا۔ اس فتح کے بعد اس کا لقب ''تخت آلان'' یعنی ''تخت حاصل کرنے والا'' پڑ گیا۔

980ھ/1572ء میں گِرائیوں نے روس پر دوسرا حملہ کیا اور دریائے اوکا [3] تک جا پہنچے۔ اس فتح کا نتیجہ یہ ہوا کہ روسیوں نے 60 ہزار طلائی لیرے سالانہ خراج ادا کرنا قبول کیا۔ کریمیا اور رُوس میں صلح طے پا گئی۔ اس جنگ میں تاتاری بندوقوں کے حملے کی تاب نہ لا کر زارِ رُوس آئیون چہارم 30 ہزار گھڑ سوار اور 6 ہزار پیادے پیچھے چھوڑ کر ماسکو سے فرار ہوگیا تھا۔ قصرِ کریملن میں موجود زار کا خزانہ مسلمانوں کے ہاتھ لگا تھا (لفظ کریملن ترکی الاصل ہے) اور زارینۂ روس (ملکہ) کے دو بھائی جنگ میں مارے گئے تھے۔ ان واقعات سے رُوس کا حکمران خانوادہ ''رُورِک'' [4] تباہی کے کنارے پہنچ گیا۔ سلطان سلیم ثانی نے اس فتح پر گِرائی حکمران کو مبارکباد بھیجی اور مرصّع تلوار، خلعت اور شاہی فرمان سے نوازا۔

زارانِ روس کے دارالحکومت سینٹ پیٹرز برگ کی ایک مسجد

1 گِرائی: تاتاری فرمانرواؤں کے اس خاندان نے پندرھویں تا اٹھارویں صدی عیسوی جزیرہ نمائے کریمیا (اور یوکرین کے بڑے حصے) پر حکومت کی۔ اس کا بانی آلتون اردو کا ایک شہزادہ حاجی گرائی بن غیاث الدین بن تاش تیمور تھا۔ اس کے ایک بیٹے منگلی نے گِرائی کا لقب اختیار کیا جو اس کے بعد ہر فرمانروا کے نام کا جزو قرار پایا۔ حاجی گرائی، نور دولت گرائی اور منگلی گرائی ''سلطان'' کا لقب استعمال کرتے تھے لیکن 880ھ /1475ء میں ترکوں کے باجگزار بننے کے بعد گرائی حکمران صرف ''خان'' کے لقب پر اکتفا کرتے رہے۔ 1771ء میں روسیوں نے کریمیا فتح کر لیا اور 1783ء میں اسے سلطنت رُوس میں شامل کر لیا گیا۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 543/17)

2 زارِ روس آئیون چہارم نے 1552ء میں قازان کی مسلم تاتاری ریاست پر قبضہ کر لیا، نیز استراخان کی اسلامی ریاست چھین لی تھی جس کا صدر مقام استراخان شہر تھا جو دریائے وولگا کے دہانے کے قریب بحیرۂ کیسپین کی بندرگاہ ہے۔

3 اوکا: یہ رُوس کے دریائے وولگا کا ایک معاون دریا (Tributery) ہے جو ماسکو کے جنوبی میدان میں بہتا ہے۔ دریائے ماسکووا، کولومنا کے قریب دریائے اوکا سے آملتا ہے۔ (المنجد في الأعلام، ص:88)

4 رُورِک (Rurik): اس شاہی خانوادے نے مسکووی (Muscovy) نامی چھوٹی سی روسی ریاست کو وسعت دے کر ایک بڑی سلطنت بنا دیا۔ یہ خانوادہ 1598ء تک حکمران رہا۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص:1265)

6

سلطان مراد ثالث کی فتوحات

سلطان سلیم ثانی کی وفات کے بعد اس کا بیٹا مراد ثالث تختِ سلطنت پر بیٹھا۔ اس کے عہد میں عثمانی بیڑے نے ہسپانوی بیڑے کو پے بہ پے شکستیں دیں۔ دریں اثناء مملکت فاس [1] نے سلطنت عثمانیہ سے الحاق کا اعلان کر دیا۔ اس طرح پورا المغرب العربی [2] خلافت اسلامیہ عثمانیہ میں ضم ہو گیا۔

سلطنتِ فاس عثمانی عملداری میں

ریاست فاس کا سلطنت عثمانیہ کی اطاعت کرنا معمولی بات نہ تھی۔ اب سلطانِ فاس براہِ راست عثمانی خلیفہ کی ماتحتی میں آ گیا تھا۔ یہ کسی اور ریاست کے ماتحت نہیں تھی جو دیوان ہمایونی (سلطنت عثمانیہ) سے براہِ راست احکام لیتی ہو۔ فاس کے مولائے احمد المنصور ثانی [3] نے اپنے خارجی معاملات تمام تر سلطنت عثمانیہ کے سپرد کر دیے تھے، چنانچہ اس نے سالانہ خراج استنبول بھیج دیا جو اس کی طرف سے اطاعت کا واضح اظہار تھا۔ اُس نے اپنے ملک میں عثمانی نظام نافذ کر دیا اور عسکری و معاشرتی اصلاحات کا بیڑا اٹھایا، تاہم اُس نے عثمانیوں کو اپنی مملکت کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی اجازت نہ دی۔ الجزائر کے عثمانی گورنر فاس کے اندرونی

فاس (مراکش) کی مسجد قرویین جس سے ملحقہ یونیورسٹی دنیا کی قدیم ترین یونیورسٹی ہے۔

[1] فاس (Fez): مراکش (المغرب) کا یہ شہر دریائے سیبو کی معاون ندی "وادی فاس" کے کنارے واقع ہے۔ اس کی آبادی 8 لاکھ ہے۔ یہ شہر فاس البالی (قدیم فاس) اور فاس الجدید میں منقسم ہے۔ فاس البالی کی بنیاد ادریس ثانی نے 809ء میں رکھی تھی۔ فاس الجدید کا بانی یعقوب بن عبدالحق مرینی تھا جس نے اسے 1276ء میں تعمیر کرایا۔ فاس شروع سے سترھویں صدی عیسوی تک مختلف شاہی خانوادوں کا دارالحکومت رہا۔ موحدون نے اسے نظر انداز کیا جبکہ مرینی دور میں یہ عروج کو پہنچا، پھر سعدی اور وطّاسی یہاں حکمران رہے۔ 1672ء میں مولائے اسمٰعیل نے فاس کے بجائے مکناس کو دارالحکومت بنا لیا۔ فاس کے مدرسہ ابوعنان، مدرسہ العطّارین اور جامع القرویّین تاریخی حیثیت رکھتے ہیں۔ (المنجد في الأعلام، ص :403,402)

[2] المغرب العربی: ماضی میں طرابلس (لیبیا)، تیونس، الجزائر اور مراکش مجموعی طور پر المغرب کہلاتے تھے مگر ان دنوں صرف مراکش کو عربی میں المملكة المغربية یا صرف المغرب کہا جاتا ہے جسے اہلِ یورپ مراکو (Morocco) کہتے ہیں۔ ویسے آج کل کی عربی اٹلسوں میں تیونس، الجزائر، مراکش اور موریتانیا کو ملا کر المغرب العربی کہا جاتا ہے۔ (دیکھیے أطلس المملكة العربية السعودية والعالم، ص:51)

[3] احمد المنصور ثانی فاس (مراکش) کے سعدی خانوادے (947ھ-1071ھ/1540ء-1660ء) کا ایک حکمران تھا۔ اس خاندان کے بانی محمد الشیخ المہدی نے 1550ء میں بنو وطّاس سے فاس کا اقتدار چھین لیا تھا۔ (المنجد في الأعلام، ص :300)

نقشہ 146 عرب، شام وفلسطین اور عراق (مراد ثالث کے عہد میں)
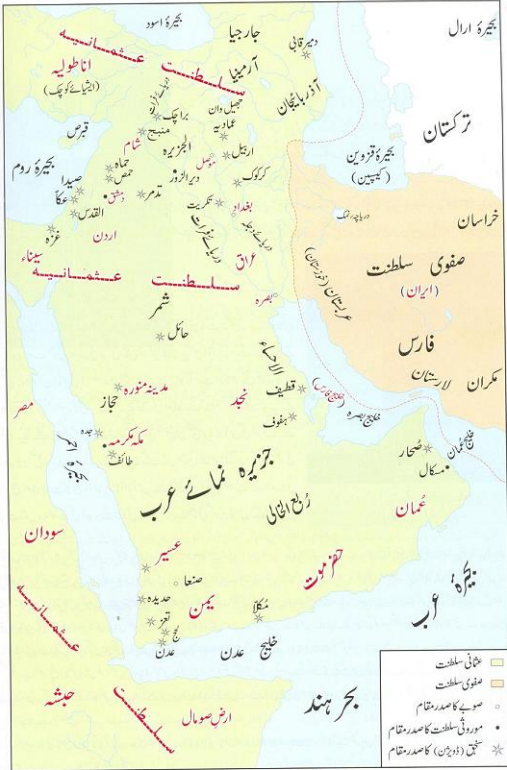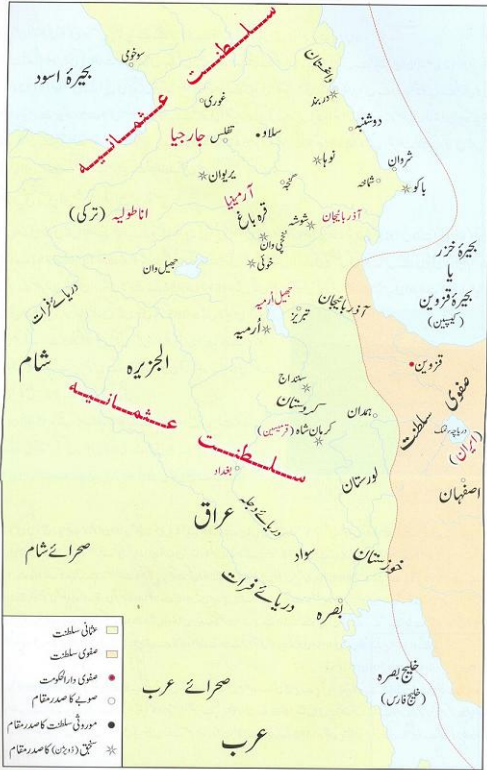
نقشہ 147 خلیفہ مراد ثالث کے عہد (95-1574ء) میں ولایت قفقاز و فارس

امور میں دخل اندازی کا حق حاصل کرنا چاہتے تھے مگر مولائے فاس نے انھیں اس کی اجازت نہ دی۔

مولائے احمد المنصور ثانی کی وفات کے بعد اس کے تین بیٹے یکے بعد دیگرے حکمران بنے۔ ان میں سے ایک زیدان الناصر (1012ھ-1037ھ/ 1603ء-1627ء) تھا جس نے اپنی سی کوشش کی کہ سلطنت عثمانیہ سے علیحدگی اختیار نہ کی جائے لیکن اس کے دو جانشینوں نے ایسی کوئی کاوش نہ کی اور مرور ایام کے ساتھ دولت فاس سلطنت عثمانیہ سے علیحدگی اختیار کرتی گئی۔ دریں اثناء اشراف فلالیہ، جو حکمران خاندان سعدیہ ہی کی ایک شاخ تھے، فاس کے اشراف سعدیہ سے جھگڑ پڑے (1050ھ/1640ء)۔ پھر 1069ھ/1658ء میں اشراف فلالیہ کو فاس میں کُلّی اقتدار حاصل ہوگیا اور انھوں نے سلطنت عثمانیہ سے تعلقات مکمل طور پر منقطع کر لیے۔

دولتِ عثمانیہ کی وسطی اور مشرقی افریقہ میں توسیع

دسویں صدی ہجری میں سلطنت عثمانیہ نے وسطی افریقہ کی حبشی مملکتوں میں اپنا اثر ونفوذ بڑھانا شروع کیا جو اس وقت اپنی انتہا کو پہنچ گیا جب طرغود پاشا نے 957ھ/1550ء سے بورنو میں داخل ہو کر اسے عثمانی اثر ونفوذ میں لانے کی کوشش کی جو کہ اس خطے کی پہلی اور اہم اسلامی مملکت تھی۔ بورنو کے حکمران سلطان ادریس ثالث نے 985ھ/1577ء میں تین سفیر استنبول بھیج کر سلطنت عثمانیہ کی اطاعت کا اظہار کیا۔ یہ سلسلہ مستقل حیثیت اختیار کر گیا۔ تاریخ میں پہلی بار 985ھ میں دیوان ہمایونی استنبول کی طرف سے بورنو کو توپیں بھیجی گئیں جو طرابلس (لیبیا) سے بورنو [1] پہنچیں کیونکہ بورنو کو بُت پرستوں سے مقابلہ درپیش تھا جبکہ یہ اسلامی مملکت افریقہ میں فروغ اسلام کے لیے کوشاں تھی۔

جھیل چاڈ کا دلفریب منظر

999ھ/1590ء میں کینیا اور تانگانیکا کے مابین واقع ریاست ممباسہ [2] عثمانیوں کے زیر اقتدار آ گئی۔ یوں ترکوں کے بحری بیڑے المحیط الأطلسی (بحر اوقیانوس) اور المحیط الهندی (بحر ہند) دونوں میں تیرنے لگے۔

[1] بورنو: ماضی کی وسیع ریاست بورنو ان دنوں شمالی نائیجیریا کا ایک علاقہ ہے۔ یہاں کی سلطنت ''کانم'' گیارھویں صدی عیسوی تک مشرف بہ اسلام ہو چکی تھی اور تیرھویں صدی عیسوی میں اس کا اثر مصر تک پہنچ گیا۔ ابن خلدون ''شاہ کانم'' اور ''مالک بورنو'' کا ذکر کرتا ہے اور بورنو سے مراد سلطنت کانم کا جنوبی حصہ، یعنی بحیرۂ شاد (جھیل چاڈ) سے دِکوہ تک کا علاقہ ہے۔ سلطنت کانم کا پایۂ تخت نجمی (Njimi) تھا (جو ان دنوں انجمینا Njamina کے نام سے چاڈ کا دارالحکومت ہے۔) 1470ء میں برنی (Birni) بورنو کی مملکت اور کنوری قوم کا دارالحکومت بنا اور تین صدیوں تک اسے یہ حیثیت حاصل رہی۔ سولھویں صدی عیسوی میں مَیون (حکمرانوں) کے تحت سلطنت بورنو ہر طرف بہت وسیع ہوگئی۔ 1846ء میں خاندان سیف کا تختہ الٹ کر بننے والے نئے حکمران عمر نے ''مَیٔ'' کے بجائے ''شِہو'' (شیخ) کا لقب اختیار کیا۔ 1900-01ء میں مقامی حکمرانوں کی باہمی آویزش سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فرانسیسی اور برطانوی سامراجی اس علاقے پر مسلط ہو گئے۔

(ماخوذ از اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 4/1009-1013)

[2] ممباسہ (Mombasa): یہ کینیا کے جنوب مشرق میں بحر ہند کے ساحل پر ممباسہ نامی جزیرے پر آباد بندرگاہ ہے۔ آبادی سوا چار لاکھ سے زیادہ ہے۔ قدیم عرب اسے منبسہ کہتے تھے۔ یہ (نیروبی کے بعد) کینیا کا دوسرا بڑا شہر ہے۔ پرتگالیوں نے 1593ء میں اس پر قبضہ کر کے اسے قلعہ بند تجارتی مرکز بنا لیا تھا (المنجد في الأعلام، آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری)۔ یہیں سے مسلم جہاز ران احمد ابن ماجد نے 1498ء میں پرتگالی جہاز ران واسکوڈے گاما کو ہندوستانی بندرگاہ کالی کٹ پہنچایا تھا۔

نقشہ 148
افریقہ: مراد ثالث کے عہد (95-1574ء) میں

7
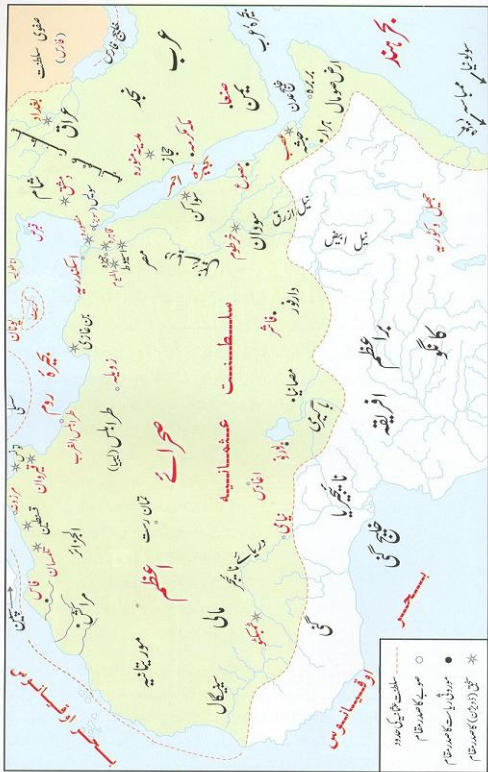
اور پھر سلطنت عثمانیہ ضعف کا شکار ہوگئی

مراد ثالث کے عہد[1] میں دولتِ عثمانیہ اپنی قوت، عظمت اور حدود کی انتہا کو پہنچ گئی تھی، مگر اس کے عہد سلطنت کے آخری ایک دو برسوں میں انحطاط کے واضح آثار دکھائی دینے لگے جبکہ سلطنت مالی اخراجات کے بوجھ تلے دبی ہوئی تھی اور حرم سرائے کی خواتین ملکی سیاست پر اثر انداز ہونے لگی تھیں۔ نظام حکومت میں رشوت، کروفر کے اظہار، اسراف اور حُبِّ جاہ کا چلن عام تھا، نیز ایسے افراد حساس مناصب پر فائز ہونے لگے تھے جو اُن کے ہرگز اہل نہ تھے۔ فتوحات اور اعلائے کلمۃ الحق کا فریضہ فراموش کر دیا گیا تھا۔ آمرانہ طور طریق وزراء کی شناخت بن گئے تھے حتیٰ کہ وہ شیخ الاسلام جیسی معزز اور قابل احترام شخصیتوں کو عام ملازمین کی طرح کھڑے کھڑے معزول کر دیتے تھے۔ علمائے دین مائل بہ فساد رہتے تھے۔ اصحاب مراتب تمرّد اور سرکشی کا اظہار کرنے لگے تھے۔ ان تمام باتوں نے سلطنت کے انحطاط وزوال میں اپنا اپنا کردار ادا کیا۔ علاوہ ازیں اگرچہ سلطنت مضبوط بنیادوں پر قائم تھی مگر یہ پہلے کی طرح استوار نہ رہ سکی۔ اس کے باوجود اصلاح احوال کی کوششیں بھی جاری رہیں اور وقفے وقفے سے سلطنت کی کمزوریاں دُور کرنے کی سعی کی جاتی رہی۔ اس وجہ سے سلطنت کا عرصۂ حیات قدرے طویل ہوگیا۔

خلیفہ سلیمان قانونی نے 974ھ/1566ء میں اپنے پیچھے جو سلطنت چھوڑی تھی اس کے طول وعرض کا رقبہ یوں تھا:

- یورپ: 19,98,003 مربع کلومیٹر (تقریباً)
- ایشیا: 41,69,177 مربع کلومیٹر (تقریباً)
- افریقہ: 87,25,720 مربع کلومیٹر (تقریباً)

سلطنت کا مجموعی رقبہ: 1,48,92,900 مربع کلومیٹر (تقریباً)

اور مراد ثالث کے عہد کے اواخر میں سلطنت عثمانیہ کی وسعت کچھ یوں تھی:

- یورپ: 28,48,940 مربع کلومیٹر (تقریباً)
- ایشیا: 48,15,832 مربع کلومیٹر (تقریباً)
- افریقہ: 1,22,37,419 مربع کلومیٹر (تقریباً)

مجموعی رقبہ: 1,99,02,191 مربع کلومیٹر (تقریباً)

[1] سلیم ثانی کا بیٹا مراد ثالث 982ھ/1574ء سے 1003ھ/1595ء تک حکمران رہا۔ اس کے عہد میں جارجیا، شروان، شہر تبریز اور آذربائیجان کا ایک حصہ عثمانی سلطنت میں شامل ہوگیا۔ ملکہ انگلستان ایلزبتھ نے جنگ ارمادہ (Armada) (آرمیڈا دراصل اسپین کے بحری بیڑے کا نام تھا) سے پہلے ہسپانیہ کے مقابلے میں ترکی بحری بیڑے سے امداد طلب کرنے کے لیے چار خطوط لکھے۔ تیسرے خط (3 جون 1587ء) میں سلطان سے انگریز قیدی رہا کرنے کی درخواست کی گئی۔ چوتھے خط (7 اپریل 1588ء) میں جنگ ارمادہ میں اپنی کامیابی کا ذکر اور ترکوں کی امداد کا شکریہ ہے۔ انگریز شاعروں نے نظموں میں عثمانی امیر البحر سنان کا انگلش چینل (رُود بار انگلستان) میں امیر البحر ڈریک اور امیر البحر ریلے کی مدد کے لیے اپنے بیڑے کے ساتھ آنے کا ذکر کیا ہے۔ (''تاریخ ترکیہ'' از نصیر احمد ناصر، ص:122,121)

انی خلفاء کا دربار طوپ قپی (توپ کاپی) جسے مصطفیٰ کمال نے عجائب گھر بنادیا

نقشہ 149

فتوحات سلطنت عثمانیہ (قیام سلطنت سے 1520ء تک)
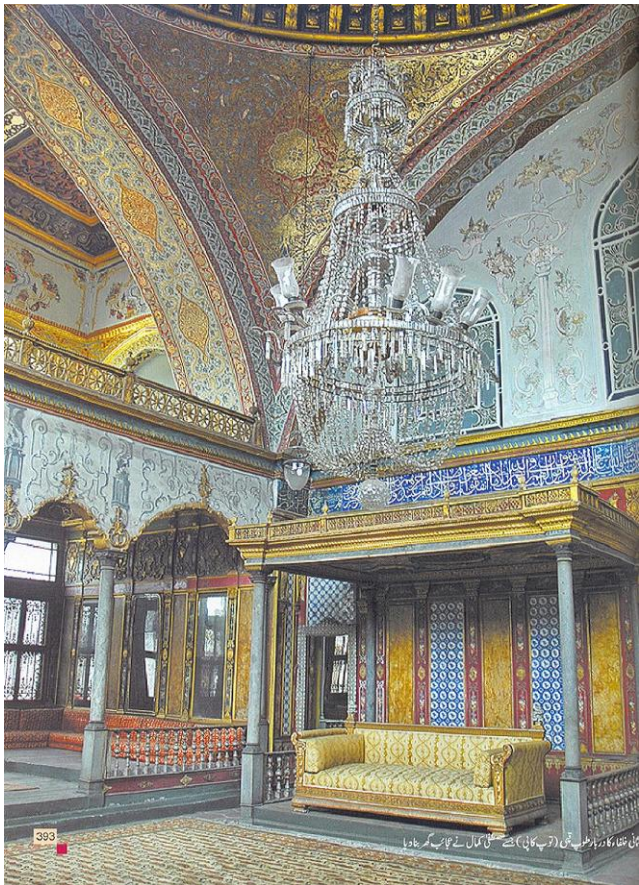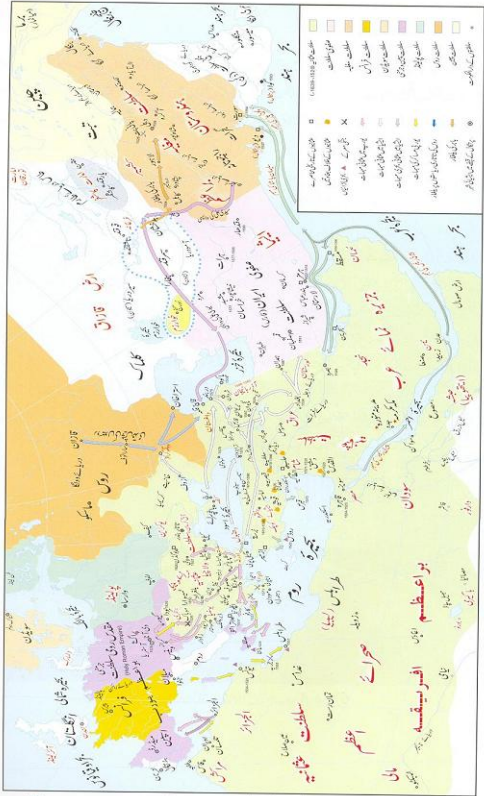
نقشہ 150
سلطنت عثمانیہ (1520ء تا 1639ء)

سلطنت عثمانیہ کی وسعت کے یہ اعداد وشمار ظاہر کرتے ہیں کہ ایک خاص وقت میں اس کا زیادہ سے زیادہ رقبہ کتنا تھا۔ دوسرے علاقے جو دیگر ترکوں اور تاتاریوں کے قبضے میں آئے، وہ اس میں شامل نہیں۔ یہ سلطنت عثمانیہ کی زیادہ سے زیادہ وسعت تھی۔ مختلف ادوار میں جو خطے سلطنت عثمانیہ میں شامل رہے، ان کا مجموعی رقبہ تقریباً 2 کروڑ 30 لاکھ مربع کلومیٹر تھا جو مختلف برّاعظموں میں اس طرح منقسم تھا:

★ یورپ: 35,43,662 مربع کلومیٹر (تقریباً)
★ ایشیا: 57,29,285 مربع کلومیٹر (تقریباً)
★ افریقہ: 1,37,27,464 مربع کلومیٹر (تقریباً)
کل رقبہ: 2,30,00,411 مربع کلومیٹر (تقریباً)

ان اعداد وشمار میں وہ علاقے بھی شامل نہیں جو چھاپہ مار فوجوں اور بحری قزاقوں کے ہاتھ لگے تھے، وہاں انھوں نے اپنی حکومتیں قائم کرلی تھیں اور پھر انھیں خلیفۂ اسلام کے اقتدارِ اعلیٰ کے تحت دولت عثمانیہ میں ضم کر دیا تھا، چنانچہ 1001ھ/1592ء میں یورپ میں پولینڈ (رقبہ 6,96,737 مربع کلومیٹر) اور افریقہ میں سلطنت فاس اور سودان کے علاقے (رقبہ 30,51,699 مربع کلومیٹر) سلطنت عثمانیہ میں ضم ہوگیا اور سلیم ثانی کے عہد میں قبرص اور شمالی تیونس کا الحاق عمل میں آیا اور آچہ (انڈونیشیا) نے نظام حمایت کے تحت سلطنت عثمانیہ کی اطاعت اختیار کرلی۔ پھر مراد ثالث کے دور میں قفقاز کے شمال اور جنوب کے جو علاقے سلطنت عثمانیہ میں ضم ہوئے ان کا رقبہ 5 لاکھ 90 ہزار مربع کلومیٹر تھا۔ اور مشرقی افریقہ کے بہت سے مقامات اور وسطی افریقہ بھی عثمانی عملداری میں آگئے۔

یہ تھی دولتِ عثمانیہ اور اس کی فتوحات اور اس کی خدمات جو اس نے اکنافِ عالم میں دین اسلام کے فروغ کے لیے انجام دیں۔ یہ فتوحات عثمانی خلفاء کی اسلام سے محبت اور چاردانگِ عالم میں اسلام کے نشر وفروغ میں ان کے ذوق وشوق کی سب سے بڑی دلیل ہیں۔

عثمانی محل دولمہ باشی سرائے (استنبول) جو عثمانیوں کے آخری دور میں دارالخلافت تھا

جہاں میں اہلِ ایمان صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے
(علامہ اقبال رحمہ اللہ)

خلافت عثمانیہ: زوال اور اختتام ایک نظر میں

سلطنت عثمانیہ کے عروج کے بعد سترھویں صدی کے اواخر میں اس میں ضعف کے آثار نمودار ہوئے۔ وی آنا کے آخری محاصرے (1683ء) اور عثمانی عساکر کی شکست کے بعد ہنگری آزاد ہوگیا۔ اگلی صدیوں میں زارانِ روس نے کریمیا، مالڈووا، یوکرین، چیچنیا، جارجیا، داغستان اور آرمینیا ترکوں سے چھین لیے۔ 1830ء میں فرانس نے الجزائر اور 1840ء میں برطانیہ نے عدن (یمن) ہتھیا لیا۔ 1830ء میں یونان، 1854ء میں رومانیہ اور 1878ء میں مونٹی نیگرو اور بلغاریہ آزاد ہوگئے۔ بوسنیا و ہرزیگووینا اور کروشیا، آسٹریا نے چھین لیے۔ 1881ء میں تیونس پر فرانس اور مصر وسودان پر برطانیہ قابض ہوگیا۔ 1885ء میں صومالیہ کو برطانیہ اور اٹلی نے باہم بانٹ لیا۔ 1904ء میں برطانیہ نے قبرص اور اٹلی نے صومالیہ ہتھیا لیا۔ صومالیہ کا ایک حصہ برطانیہ کے اور ایک فرانس کے ہاتھ لگا۔ 1911ء میں اٹلی لیبیا (طرابلس) پر قابض ہوگیا۔ جنگ بلقان (13-1912ء) کے نتیجے میں البانیہ، کوسوو اور دیگر علاقے ہاتھ سے جاتے رہے اور پہلی جنگ عظیم کے نتیجے میں فلسطین، شام، اُردن اور عراق برطانوی و فرانسیسی سامراجیوں کے تسلط میں چلے گئے۔ یوں دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت ''خلافت عثمانیہ'' سکڑتے سکڑتے اناطولیہ اور استنبول کے مضافات تک محدود ہوگئی۔ آخر کار مغربی سامراجیوں کے آلۂ کار مصطفیٰ کمال نے نومبر 1922ء میں سلطنت کے خاتمے کا اعلان کر دیا۔ 29 اکتوبر 1923ء کو ترکی میں جمہوریت رائج ہوئی، 3 مارچ 1924ء کو خلافت منسوخ کر دی گئی اور آخری عثمانی خلیفہ عبدالمجید خان اور خاندان عثمان کے تمام افراد جلا وطن کر دیے گئے۔ مصطفیٰ کمال اتاترک نے بچے کھچے ملک میں سیکولرزم کے نام پر شرعی قوانین منسوخ کر کے مغربی قوانین رائج کر دیے لیکن پون صدی کی سیکولر دہشت گردی کے بعد ترکی میں بتدریج اسلام کا احیاء ہو رہا ہے جو عالم اسلام کے لیے خوش آیند ہے۔

اشاریہ (سن وار)

- خلافت راشدہ اور اموی وعباسی دور کی تاریخی واقعات
- سلطنت عثمانیہ کے تاریخی واقعات

فتوحات اسلامیہ ایک نظر میں

مؤرخین نے فتوحات کے بیان میں بعض واقعات کی تاریخ متعین کی ہے اور بعض کو یونہی بغیر تاریخ کے بیان کر دیا ہے۔ اسی طرح کچھ واقعات کے متعلق مختلف مؤرخین نے مختلف تاریخیں بیان کی ہیں۔ ہم نے واقعات کی تحقیق کرتے ہوئے اس پہلو کو خصوصیت سے پیش نظر رکھا ہے اور اس میں ہر ممکنہ ذریعے سے مدد لی ہے، جیسے راویوں کی چھان بین، واقعات کی درمیانی مدتوں کا تعین، ان مسافتوں کی پیائش جو لشکروں اور ڈاک کی نقل وحرکت میں طے ہوتی رہیں، نیز نقل وحرکت کی رفتار اور موسمی حالات کے ساتھ اس کی تطبیق۔ کچھ واقعات کو بیان کرتے ہوئے راویوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ واقعہ ہفتے کے فلاں دن رُونما ہوا۔ کچھ واقعات کی تاریخوں اور دنوں کے تعین میں شمسی تقویم سے مدد لی گئی ہے۔ تحقیق کے دوران میں ہم نے نہایت احتیاط سے ان تمام ذرائع کو بروئے کار لا کر کوشش کی ہے تا کہ ہر واقعے کی صحیح تاریخ متعین کی جائے۔

اس ضمن میں ہماری تحقیق اور اس کے متعلقہ مصادر و مراجع کی تفصیل فتوحات اسلامیہ کی ان کتابوں پر مبنی ہے جو ہمارے مطالعے میں آئیں۔ یہاں ہم صرف واقعات کو مختصراً ان کی تاریخی ترتیب کے اعتبار سے ایک جدول میں پیش کر رہے ہیں جو فتوحات کے تمام محاذوں پر محیط ہے۔ اس جدول کی ترتیب صحافتی جرائد کے عنوانات کی ترتیب کے مانند ہے کہ اگر فتوحات کے زمانے میں فن صحافت کا کوئی وجود ہوتا تو قریب قریب یہی نقشہ تیار کیا جاتا۔ ہمیں امید ہے کہ ہم اپنی کوشش میں کامیاب رہے ہیں۔

خلافت راشدہ اور اموی وعباسی دور کے تاریخی واقعات

ہجری تاریخ		عیسوی تاریخ		فتوحات
ذی قعدہ	6ھ		628ء	خیبر فتح ہوا۔ یہ حدودِ شام کی طرف مسلمانوں کی پہلی بڑی کامیابی تھی۔
ذی الحجہ / محرم	6/7ھ		628ء	نبی ﷺ نے روم کے بادشاہ ہرقل، شاہ مصر مقوقس اور کسرائے فارس خسرو پرویز کی جانب خطوط روانہ کیے۔
ربیع الاوّل	8ھ	جولائی	629ء	شام کی سرحدوں پر سریہ "ذات اُطلاح" پیش آیا۔
جمادی الاولیٰ	8ھ	اگست / ستمبر	629ء	زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں شام کے علاقے مؤتہ (موجودہ اردن) کی جانب سریہ روانہ کیا گیا۔
جمادی الآخرہ	8ھ	ستمبر / اکتوبر	629ء	عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں "ذات السلاسل" کی جانب سریہ روانہ کیا گیا۔
کیم رجب	9ھ	14 اکتوبر	630ء	غزوۂ تبوک پیش آیا۔
12 ربیع الاوّل	11ھ	جون	632ء	نبی ﷺ نے وفات پائی۔
ربیع الاول	11ھ		632ء	حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ منصب خلافت پر فائز ہوئے۔
کیم ربیع الآخر	11ھ		632ء	جیش اسامہ کی مؤتہ کی جانب روانگی۔
محرم	12ھ	مارچ	633ء	خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی عراق کی فتح کے لیے نباج سے کاظمہ کو روانگی۔ یہ فاصلہ تقریباً 500 کلومیٹر ہے۔
محرم	12ھ	مارچ / اپریل	633ء	کاظمہ (کویت) میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور اُبلہ کے ایرانی گورنر ہرمز کے مابین جنگ ذات السلاسل لڑی گئی۔
محرم	12ھ	اپریل	633ء	زر بن کلیب رضی اللہ عنہ ذات السلاسل کے حالات کی خبر لے کر مدینہ پہنچے۔
کیم صفر	12ھ	17 اپریل	633ء	کاظمہ سے 250 کلومیٹر دور (عراق میں) خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور قارن بن قریانس کے مابین جنگ مذار لڑی گئی۔
5 صفر	12ھ	21 اپریل	633ء	مذار کی شکست کی خبر 400 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ایرانی دارالحکومت مدائن پہنچی۔
14 صفر	12ھ	30 اپریل	633ء	اندرزگر ایک ایرانی لشکر لے کر مدائن سے 350 کلومیٹر دُور ولجہ آن پہنچا۔
17 صفر	12ھ	3 مئی	633ء	خالد رضی اللہ عنہ مذار میں تھے کہ انھیں معلوم ہوا اندرزگر اپنے لشکر کے ساتھ ولجہ پہنچ گیا ہے اور ان کی جانب پیش قدمی کر رہا ہے۔
21 صفر	12ھ	7 مئی	633ء	سعید بن نعمان رضی اللہ عنہ مذار کی فتح کی خبر لے کر مدینہ پہنچے۔
22 صفر	12ھ	8 مئی	633ء	خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور اندرزگر کے مابین ولجہ میں جنگ ہوئی مسلمان فتحیاب رہے۔
24 صفر	12ھ	10 مئی	633ء	خالد رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ 40 کلومیٹر دور اُلّیس کے مقام پر عیسائی عرب جمع ہو رہے ہیں۔
25 صفر	12ھ	11 مئی	633ء	خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اُلّیس کی جانب پیش قدمی کر کے وہاں 27 صفر تک قیام کیا۔

ہجری تاریخ		عیسوی تاریخ		فتوحات
28 صفر	12ھ	14 مئی	633ء	خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے الّیس سے 40 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ایک بڑے شہر امغیشیا کی جانب پیش قدمی کی اور دشمن کو شکست فاش دی۔
29 صفر	12ھ	15 مئی	633ء	خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی امغیشیا سے 150 کلومیٹر آگے واقع خورنق کی جانب روانگی۔ جندل عجلی ولجہ کی کامیابی کی خبر لے کر مدینہ پہنچے۔
ربیع الاوّل	12ھ	مئی / جون	633ء	دریائے فرات کی شاخ (فرات بادقلی) کے دہانے پر خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور ابن آزادبہ کے مابین جنگ مقر لڑی گئی۔ ابن آزادبہ نے شکست کھائی۔
ربیع الاوّل	12ھ	مئی / جون	633ء	خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں حیرہ فتح ہوا۔
27 ربیع الاوّل	12ھ	11 جون	633ء	شُرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ حیرہ اور امغیشیا کی فتح کی خبر لے کر عراق سے مدینہ پہنچے۔
30 ربیع الاول	12ھ	14 جون	633ء	خلیفۂ رسول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے مشیر فتح شام کا فیصلہ کرتے ہیں۔
2 ربیع الآخر	12ھ	16 جون	633ء	شام کی فتح کے لیے خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو جھنڈا تھمایا گیا۔
6 ربیع الآخر	12ھ	20 جون	633ء	انس بن مالک رضی اللہ عنہ، خلیفۂ رسول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خطوط لے کر مدینہ سے یمن کی جانب روانہ ہوئے تا کہ اہل یمن کو فتح شام میں شمولیت کی دعوت دیں۔
2 جمادی الآخرہ	12ھ	14 اگست	633ء	انس بن مالک رضی اللہ عنہ یمن پہنچے۔
4 رجب	12ھ	14 ستمبر	633ء	خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عراق میں انبار کا علاقہ فتح کرتے ہیں۔
11 رجب	12ھ	21 ستمبر	633ء	انس بن مالک رضی اللہ عنہ یمن سے واپس مدینہ پہنچے۔
11 رجب	12ھ	21 ستمبر	633ء	خالد بن ولید رضی اللہ عنہ عین التمر کا علاقہ فتح کرتے ہیں۔
16 رجب	12ھ	27 ستمبر	633ء	یمن سے حِمیَری قبائل کی جماعتیں شام کی فتح میں شمولیت کے لیے مدینہ پہنچنی شروع ہوئیں۔
21 رجب	12ھ	2 اکتوبر	633ء	فتح شام میں شمولیت کے لیے قیس بن ہبیرہ اور قبیلۂ مذحج کی ایک جماعت یمن سے مدینہ آئے۔
23 رجب	12ھ	4 اکتوبر	633ء	یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر مدینہ سے شام کی جانب روانہ ہوئے۔
24 رجب	12ھ	5 اکتوبر	633ء	خالد بن ولید رضی اللہ عنہ دومۃ الجندل فتح کرتے ہیں۔
27 رجب	12ھ	8 اکتوبر	633ء	شُرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اپنا لشکر لے کر مدینہ سے شام کی جانب روانہ ہوئے۔
7 شعبان	12ھ	17 اکتوبر	633ء	ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ مدینہ سے شام کی جانب نکلے۔
10 شعبان	12ھ	20 اکتوبر	633ء	عراق میں جنگ حصید لڑی گئی۔ ایرانیوں نے شکست کھائی۔
11 شعبان	12ھ	21 اکتوبر	633ء	عراق میں جنگ خنافس لڑی گئی۔ مسلمانوں نے فتح پائی۔
14 شعبان	12ھ	24 اکتوبر	633ء	خالد بن سعید رضی اللہ عنہ، ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شامل ہو کر تیماء (شمالی سعودی عرب) کی جانب روانہ ہوئے۔

ہجری تاریخ		عیسوی تاریخ		فتوحات
17 شعبان	12ھ	27 اکتوبر	633ء	ملحان بن زیاد ؓ قبیلہ بنو طے کے 1000 افراد کے ہمراہ شام کی جانب روانہ ہوئے۔
18 شعبان	12ھ	28 اکتوبر	633ء	یزید بن ابی سفیان ؓ بلقاء (اُردن) پہنچے۔
18 شعبان	12ھ	28 اکتوبر	633ء	شرحبیل بن حسنہ ؓ شام کے شہر بُصریٰ کے نواح میں پہنچے۔
18 شعبان	12ھ	28 اکتوبر	633ء	خالد بن سعید ؓ تیماء پہنچے۔
19 شعبان	12ھ	29 اکتوبر	633ء	عراق میں جنگ مُصَیَّخ لڑی گئی۔ مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔
23 شعبان	12ھ	2 نومبر	633ء	ہرقل نے فلسطین میں خطاب کے بعد دمشق کی جانب کوچ کیا۔
23 شعبان	12ھ	نومبر	633ء	عراق میں جنگ ثَنِیّ لڑی گئی۔
28 شعبان	12ھ	7 نومبر	633ء	ہرقل نے دمشق میں خطاب کیا، بعدازاں حمص (شام) کی جانب کوچ کیا۔
29 شعبان	12ھ	8 نومبر	633ء	ابوعبیدہ ؓ جابیہ (جنوبی شام) کے قرب وجوار میں اترے اور انھیں ہرقل کی نقل وحرکت کا علم ہوا۔
4 رمضان	12ھ	13 نومبر	633ء	ہرقل نے حمص میں خطاب کیا، بعد میں انطاکیہ کی جانب کوچ کیا۔
9 رمضان	12ھ	18 نومبر	633ء	ہرقل انطاکیہ پہنچا اور اُسے اپنا صدر مقام بنا کر فوجی جمعیت اکٹھی کرنے کے لیے وفود روانہ کیے۔
16 رمضان	12ھ	25 نومبر	633ء	ابوعبیدہ ؓ نے خلیفۂ رسول ابوبکر صدیق ؓ کو ہرقل کی نقل وحرکت کی خبریں لکھ بھیجیں۔
28 شوال	12ھ	5 جنوری	634ء	ہاشم بن عتبہ بن ابی وقاص ؓ، ابوعبیدہ ؓ کے لشکر میں شامل ہونے کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے۔
7 ذی قعدہ	12ھ	13 جنوری	634ء	سعید بن عامر ؓ 700 افراد کے ہمراہ مدینہ سے شام کی جانب روانہ ہوئے۔
8 ذی قعدہ	12ھ	14 جنوری	634ء	حمزہ بن مالک ہمدانی ؓ یمن کے 3000 افراد کے ہمراہ مدینہ آئے۔
15 ذی قعدہ	12ھ	21 جنوری	634ء	حمزہ بن مالک ؓ اپنی جماعت کے ہمراہ شام روانہ ہوئے۔
15 ذی قعدہ	12ھ	21 جنوری	634ء	خالد بن ولید ؓ اور رومیوں، ایرانیوں اور ان کے وفادار بدو قبائل کے مابین جنگ فراض ہوئی۔
17 ذی قعدہ	12ھ	23 جنوری	634ء	ابواعور سُلمی ؓ شام کے جہاد میں شمولیت کے لیے مدینہ آئے۔
20 ذی قعدہ	12ھ	26 جنوری	634ء	معن بن یزید سُلمی (نجد سے) مدینہ آئے۔
21 ذی قعدہ	12ھ	27 جنوری	634ء	ہاشم بن عتبہ ؓ جابیہ میں ابوعبیدہ ؓ سے جا ملے۔
25 ذی قعدہ	12ھ	31 جنوری	634ء	خالد ؓ حج کے لیے خفیہ طور پر فراض سے مکہ روانہ ہوئے۔ خلیفۂ رسول ابوبکر صدیق ؓ حج کے لیے مدینہ سے مکہ روانہ ہوئے۔ خالد ؓ کا لشکر فراض سے حیرہ کی جانب روانہ ہوا۔
3 ذی الحجہ	12ھ	8 فروری	634ء	خالد بن سعید ؓ بلقاء (اُردن) پہنچے۔
7 ذی الحجہ	12ھ	12 فروری	634ء	خلیفۂ رسول ابوبکر صدیق ؓ حج کے لیے مکہ پہنچے۔
14 ذی الحجہ	12ھ	19 فروری	634ء	خلیفۂ رسول ابوبکر صدیق ؓ مکہ سے واپس مدینہ روانہ ہوئے۔

ہجری تاریخ		عیسوی تاریخ		فتوحات
23 ذی الحجہ	12ھ	28 فروری	634ء	خالد رضی اللہ عنہ حج کے بعد واپس حیرہ پہنچے اور ان کا لشکر فراض سے حیرہ پہنچا۔
24 ذی الحجہ	12ھ	یکم مارچ	634ء	جنگ عربہ وداثن (فلسطین میں) لڑی گئی۔
26 ذی الحجہ	12ھ	3 مارچ	634ء	خلیفۂ رسول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ پہنچے۔
27 ذی الحجہ	12ھ	4 مارچ	634ء	شام کی فتوحات کے سلسلے میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو ان کے لشکر کا سپہ سالار مقرر کیا گیا۔
3 محرم	13ھ	9 مارچ	634ء	عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مدینہ سے فلسطین روانہ ہوئے۔
4 محرم	13ھ	10 مارچ	634ء	خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کو مرج الصفر (شام) میں شکست ہوئی۔
7 محرم	13ھ	13 مارچ	634ء	عربہ وداثن کی جنگ میں کامیابی کی خبر مدینہ پہنچی۔
20 محرم	13ھ	26 مارچ	634ء	خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کی شکست کی خبر مدینہ پہنچی۔
21 محرم	13ھ	27 مارچ	634ء	خلیفۂ رسول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو لکھا کہ وہ عراق سے شام کے لیے روانہ ہوں۔
8 صفر	13ھ	13 اپریل	634ء	خالد بن ولید رضی اللہ عنہ حیرہ سے شام کی جانب روانہ ہوئے۔
19 صفر	13ھ	24 اپریل	634ء	خالد بن ولید رضی اللہ عنہ مرج الصفر پہنچے اور غسانیوں پر ان کے (تہوار) ایسٹر کے دن حملہ آور ہوئے۔
25 ربیع الاوّل	13ھ	30 مئی	634ء	خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بُصریٰ فتح کرتے ہیں۔
اواخر ربیع الاوّل	13ھ	اواخر مئی	634ء	مثنّٰی بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے عراق کی جنگ بابل میں بہمن جادویہ کو شکست دی۔
27 جمادی الاولیٰ	13ھ	29 جولائی	634ء	اجنادین (فلسطین) میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے وردان کے مقابلے میں فتح حاصل کی۔
7 جمادی الآخرہ	13ھ	8 اگست	634ء	خلیفۂ رسول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے۔
11 جمادی الآخرہ	13ھ	12 اگست	634ء	مثنّٰی رضی اللہ عنہ عراق کی فتوحات کے بارے میں خلیفۂ رسول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بات چیت کرنے کے لیے عراق سے مدینہ روانہ ہوئے۔
17 جمادی الآخرہ	13ھ	18 اگست	634ء	مرج الصفر میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے درنجار رومی کے مقابلے میں فتح حاصل کی۔
21 جمادی الآخرہ	13ھ	22 اگست	634ء	خلیفۂ رسول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے زمام خلافت سنبھالی۔
26 جمادی الآخرہ	13ھ	27 اگست	634ء	امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو ایک خط بھیجا۔
6 رجب	13ھ	5 ستمبر	634ء	ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کو امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا خط ملا کہ خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کیا جاتا ہے۔
26 رجب	13ھ	25 ستمبر	634ء	ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خالد رضی اللہ عنہ کو بتایا کہ انھیں معزول کر دیا گیا ہے۔
8 شعبان	13ھ	7 اکتوبر	634ء	عراق کی جنگ نمارق میں ابوعبید بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ نے جابان کے خلاف فتح حاصل کی۔
12 شعبان	13ھ	11 اکتوبر	634ء	عراق کے معرکۂ سقاطیہ میں ابوعبید بن مسعود رضی اللہ عنہ نے نرسیان کو شکست فاش دی۔
17 شعبان	13ھ	16 اکتوبر	634ء	عراق میں "باقُسیاثا" کے مقام پر ابوعبید بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جالینوس کو شکست دی۔

ہجری تاریخ		عیسوی تاریخ		فتوحات
23 شعبان	13ھ	22 اکتوبر	634ء	جسر کے معرکے میں بہمن جادویہ نے کامیابی حاصل کی اور ابوعبید بن مسعود ثقفی ﷛ نے جام شہادت نوش کیا۔
24 شعبان	13ھ	23 اکتوبر	634ء	مثنّٰی بن حارثہ ﷛ نے جنگ الّیس صغریٰ میں جابان اور مردان شاہ کو قیدی بنالیا۔
رمضان	13ھ	نومبر	634ء	بویب کے معرکے میں مثنّٰی ﷛ نے مہران بن باذان کے خلاف شاندار فتح حاصل کی۔
شوال	13ھ	دسمبر	634ء	مثنّٰی ﷛ نے خنافس کے بازار پر حملہ کیا۔ نیز سوق بغداد، کباث اور صفّین پر حملہ آور ہوئے۔
ذی قعدہ	13ھ	جنوری	635ء	یزدگرد سوم ایرانیوں کا بادشاہ بنا۔ مثنّٰی بن حارثہ ﷛ کا عراق سے انخلا۔
28 ذی قعدہ	13ھ	23 جنوری	635ء	بیسان میں ابوعبیدہ بن جراح ﷛ نے سکلاریوس کے خلاف فتح حاصل کی۔
یکم محرم	14ھ	25 فروری	635ء	ایرانی حملے کے پیش نظر صرار میں اسلامی فوجیں جمع ہونی شروع ہوئیں۔
15 ربیع الاوّل	14ھ	9 مئی	635ء	ابوعبیدہ بن جرّاح ﷛ دمشق کے محاصرے کی طرف لوٹے۔
15 رجب	14ھ	4 ستمبر	635ء	دمشق مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہوگیا۔
13 شعبان	14ھ	2 اکتوبر	635ء	سعد بن ابی وقاص ﷛ قادسیہ پر حملے کے لیے صرار سے روانہ ہوئے۔
27 شعبان	14ھ	16 اکتوبر	635ء	سعد اپنے لشکر کے ہمراہ زرود پہنچے۔
	14ھ		635ء	مثنّٰی بن حارثہ ﷛ اللہ کو پیارے ہوگئے۔
30 ذی قعدہ	14ھ	15 جنوری	636ء	سعد ﷛ زرود سے شراف کی جانب روانہ ہوئے۔
8 ذی الحجہ	14ھ	23 جنوری	636ء	سعد ﷛ شراف میں اترے اور اپنے لشکر کو منظم کیا۔ یہاں انھوں نے سلمٰی سے شادی کی۔
16 صفر	15ھ	30 مارچ	636ء	سعد اپنے لشکر کے ہمراہ قادسیہ میں اترے۔
صفر	15ھ	مارچ	636ء	گائیوں کا دن۔ عراق کے اطراف میں خوراک کے حصول کے لیے یلغار کی گئی جس کے نتیجے میں بہت سی گائیں ہاتھ آئیں۔
صفر	15ھ	مارچ	636ء	سعد بن ابی وقاص ﷛ نے یزدگرد کی جانب ایک وفد بھیجا۔
4 ربیع الاوّل	15ھ	16 اپریل	636ء	خالد بن ولید ﷛ دمشق سے بعلبک (لبنان) روانہ ہوئے۔
23 ربیع الاوّل	15ھ	5 مئی	636ء	مسلمانوں کے مقابلے کے لیے رستم بن فرخ زاد کو ایرانی لشکر کا سپہ سالار اعلیٰ مقرر کیا گیا۔
23 ربیع الاوّل	15ھ	5 مئی	636ء	سعد بن ابی وقاص ﷛ کا بھیجا ہوا وفد یزدگرد کے ہاں سے لوٹا۔
23 ربیع الاوّل	15ھ	5 مئی	636ء	ابوعبیدہ بن جرّاح ﷛ کے ہاتھوں شہر بعلبک فتح ہوا۔
25 ربیع الاوّل	15ھ	7 مئی	636ء	شام کا اہم شہر حمص فتح ہوگیا۔
21 ربیع الآخر	15ھ	2 جون	636ء	امیر المومنین عمر فاروق ﷛ نے ابوعبیدہ ﷛ کو لکھا کہ شام میں فتوحات کا سلسلہ روک دیا جائے حتیٰ کہ میں

ہجری تاریخ		عیسوی تاریخ		فتوحات
				اپنی رائے پر نظر ثانی کرلوں۔
کیم جمادی الاولیٰ	15ھ	11 جون	636ء	امیر المومنین عمر فاروق ؓ کا خط ابوعبیدہ ؓ کو پہنچا۔
15 جمادی الاولیٰ	15ھ	25 جون	636ء	مسلمانوں کی فوجیں حمص سے انخلا کے بعد اذرعات (جنوبی شام) میں اتریں۔
21 جمادی الآخرہ	15ھ	30 جولائی	636ء	رومی فوجیں دَیرایوب میں اتریں۔
25 جمادی الآخرہ	15ھ	4 اگست	636ء	رومی فوجیں دریائے رقاد اور دریائے علان کے درمیان اتریں۔ مسلمانوں کی فوجیں بالکل ان کے سامنے اتریں اور ان کو شکنجے میں لے لیا۔
5 رجب	15ھ	13 اگست	636ء	یرموک کا فیصلہ کن معرکہ لڑا گیا۔
5 رجب	15ھ	13 اگست	636ء	یرموک میں رومیوں کی شکست کے بعد ان کے مفرورین کا تعاقب کیا گیا۔
13 رجب	15ھ	20 اگست	636ء	یرموک کی کامیابی کی خبر مدینہ میں امیر المومنین عمر فاروق ؓ کو پہنچی۔
23 رجب	15ھ	30 اگست	636ء	قادسیہ کی جنگ میں شرکت کے لیے شام سے عراقی لشکر کی واپسی شروع ہوئی۔
10 شعبان	15ھ	17 ستمبر	636ء	رستم ست روی سے پیش قدمی کرتا ہوا قادسیہ پہنچا۔
شعبان	15ھ	ستمبر	636ء	ہرقل انطاکیہ اور شام چھوڑ کر چلا گیا۔
13 شعبان	15ھ	20 ستمبر	636ء	جمعرات: یوم ارماث، جنگ قادسیہ کی پرسکون رات (رات کو جنگ بند رہی۔)
14 شعبان	15ھ	21 ستمبر	636ء	جمعہ: یوم اغواث۔ اس دن آدھی رات تک گھمسان کی لڑائی ہوئی۔
				شام سے لوٹنے والا لشکر قادسیہ پہنچا۔ بہمن جادویہ قتل ہوا۔
15 شعبان	15ھ	22 ستمبر	636ء	ہفتہ: جنگ قادسیہ کا تیسرا دن، یوم عماس، اسلحے کی جھنکار کی رات۔
16 شعبان	15ھ	23 ستمبر	636ء	اتوار: قادسیہ کا فیصلہ کن دن، رستم قتل ہوا اور فرار ہونے والے ایرانیوں کا تعاقب کیا گیا۔
16 شعبان	15ھ	23 ستمبر	636ء	سعد بن ابی وقاص ؓ امیر المومنین عمر بن خطاب ؓ کو قادسیہ کے فتح ہونے کی خوش خبری لکھ بھیجتے ہیں۔
21 شوال	15ھ	26 نومبر	636ء	سعد ؓ قادسیہ سے لسان کو روانہ ہوئے۔
کیم ذی قعدہ	15ھ	5 دسمبر	636ء	بُرس (عراق) میں زہرہ بن حَوِیَّہ ؓ کے مقابلے میں بُصبہری کو شکست ہوئی اور وہ بابل بھاگ گیا۔
3 ذی قعدہ	15ھ	7 دسمبر	636ء	بُرس کے سرداروں نے ادائے جزیہ پر زہرہ سے صلح کرلی۔
7 ذی قعدہ	15ھ	11 دسمبر	636ء	سعد بن ابی وقاص ؓ بُرس میں ہراول دستے سے جا ملے۔
9 ذی قعدہ	15ھ	13 دسمبر	636ء	زہرہ ؓ ہراول دستے کو لے کر بابل کی جانب بڑھے اور سعد ؓ اپنے لشکر کو لے کر ان کے پیچھے چلے۔
10 ذی قعدہ	15ھ	14 دسمبر	636ء	سورا میں ایک جھڑپ ہوئی جس میں بکیر بن عبداللہ لیثی ؓ نے فرخان اہوازی کو اور کثیر بن شہاب سعدی ؓ نے فیومان میسانی کو قتل کردیا۔

ہجری تاریخ		عیسوی تاریخ		فتوحات
12 ذی قعدہ	15ھ	16 دسمبر	636ء	زہرہ بن حَوِیہؓ ہراول دستے کو لے کر سورا سے کوثٰی کی جانب بڑھے اور سعدؓ کا لشکر اُن کے پیچھے روانہ ہوا۔
13 ذی قعدہ	15ھ	17 دسمبر	636ء	نباتہ بن جُعشم اعرجیؓ نے کوثٰی میں شہریار سے دو بدو لڑائی کر کے اُسے قتل کر دیا۔
20 ذی قعدہ	15ھ	24 دسمبر	636ء	سعدؓ کوثٰی سے ساباط کی جانب بڑھے۔ زہرہؓ ہراول دستے کو لے کران کے آگے آگے چلے۔
28 ذی قعدہ	15ھ	یکم جنوری	637ء	ساباط کے حاکم شیرزاد نے جزیے کی ادائیگی پر صلح کی اپیل کی۔
3 ذی الحجہ	15ھ	6 جنوری	637ء	ساباط کا تہلکہ خیز معرکہ۔ ہاشم بن عتبہؓ نے کسریٰ کے شیر کو قتل کر کے شاہی محافظ دستے کو شکست سے دوچار کیا۔
4 ذی الحجہ	15ھ	7 جنوری	637ء	مدائن کے دریا پار مغربی علاقے بہرسیر (مدائن الدنیا) کے محاصرے کی ابتدا ہوئی۔
صفر	16ھ	مارچ	637ء	سعد بن ابی وقاصؓ نے بہرسیر فتح کر لیا۔
14 صفر	16ھ	17 مارچ	637ء	دریائے دجلہ عبور کر کے مدائن کا مشرقی حصہ مدائن القصویٰ (اسفانبر وطیسفون) فتح کیا گیا۔
26 صفر	16ھ	29 مارچ	637ء	مدائن کے ایوانِ کسریٰ میں جمعے کی نماز ادا کی گئی۔
ربیع الآخر	16ھ	مئی	637ء	القدس کا شہر (بیت المقدس) فتح کیا گیا اور اس کی چابیاں امیر المومنین عمر بن خطابؓ کے سپرد کی گئیں۔
جمادی الاولیٰ	16ھ	جون	637ء	سعد بن ابی وقاصؓ کی فوج کے ایک ہونہار سالار عبداللہ بن معتم نے تکریت (عراق) فتح کر لیا۔
				ربعی بن افکلؓ نے موصل اور نینویٰ کے دونوں قلعے فتح کر لیے۔
				نصیبین (ترکی) کا شہر صلح کے ذریعے سے عبداللہ بن عبداللہ بن عتبانؓ کے حوالے کیا گیا۔
رجب	16ھ	اگست	637ء	عتبہ بن غزوانؓ نے اُبلہ اور شطّ العرب کے علاقے فتح کر لیے۔
یکم ذی قعدہ	16ھ	24 نومبر	637ء	جلولاء کا معرکہ لڑا گیا، ہاشم بن عتبہؓ نے مہران کو قتل کر کے فتح پائی۔
	16ھ		637ء	قعقاع بن عمرو نے قصر شیرین اور حلوان کے شہر فتح کیے۔
	16ھ		637ء	عمرو بن مالک بن عتبہ نے قرقیسیاء اور ہیت کے شہر فتح کیے۔
شوال	16ھ	اکتوبر	637ء	معاویہ بن ابی سفیانؓ قیساریہ (فلسطین) فتح کرتے ہیں۔
	17ھ		638ء	کوفہ تعمیر کیا گیا اور مدائن کے بجائے اُسے دار الحکومت قرار دیا گیا۔
	17ھ		638ء	شط العرب کے کنارے بصرہ تعمیر کیا گیا۔
	17ھ		638ء	عتبہ بن غزوانؓ نے اہواز کا علاقہ فتح کر لیا اور ایرانی سپہ سالار ہرمزان مسلمانوں کی قید میں آ گیا۔
ذی الحجہ	17ھ	دسمبر	638ء	عیاض بن غنمؓ کے ہاتھوں "الجزیرہ" فتح ہوا۔
	17ھ		638ء	سہیل بن عدیؓ کے ہاتھوں صلح کے ذریعے سے رَقّہ (شام) فتح ہوا۔

ہجری تاریخ		عیسوی تاریخ		فتوحات
	17ھ		638ء	عتبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ نے حج سے واپسی پر بصرہ جاتے ہوئے وفات پائی۔
	18ھ		639ء	سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کوفہ سے معزول ہو کر مدینہ لوٹ آئے۔
	//		//	زیریں عراق میں ابرقباد نے بغاوت کر دی۔
	//		//	عمواس (فلسطین) میں طاعون پھیلا جس کے نتیجے میں ابوعبیدہ بن جراح، معاذ بن جبل، یزید بن ابی سفیان، شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہم سمیت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بہت سے ساتھیوں نے وفات پائی۔
16 محرم	19ھ	15 جنوری	640ء	جمعہ: نہاوند فتح ہوا۔ نعمان بن مقرن اور طلحہ بن خویلد رضی اللہ عنہما نے جام شہادت نوش کیا۔
10 ذی الحجہ	19ھ	29 نومبر	640ء	عریش کے مقام پر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اور ان کے لشکر نے عید الاضحیٰ منائی۔
25 صفر	20ھ	11 فروری	641ء	ہمدان (ایران) فتح ہوا۔
25 صفر	20ھ	11 فروری	641ء	عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصر کا قلعہ ''فرما'' فتح کر لیا۔
25 صفر	20ھ	11 فروری	641ء	قسطنطنیہ میں ہرقل فوت ہوا۔
7 ربیع الآخر	20ھ	24 مارچ	641ء	عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بلبیس (مصر) فتح کر لیا۔
//	//	//	//	عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ام دنین کا سقوط ہوا۔
15 جمادی الاولیٰ	20ھ	30 اپریل	641ء	عین الشمس کا معرکہ لڑا گیا۔ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے بازنطینی (رومی) لشکر کو شکست دی۔
//	//	//	//	مسلمان الفیوم پر حملہ آور ہوئے۔
22 جمادی الاولیٰ	20ھ	7 مئی	641ء	عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے حصن بابلیون کا محاصرہ کر لیا۔
				مسلمانوں کو شام سے آنے والے ایک خط کے ذریعے سے ہرقل کے مرنے کی خبر ملی۔
//	//	//	//	اسقفِ اعظم سائرس (مقوقس) قلعہ بابلیون سے نکل کر نیل کے جزیرہ (روضہ) کی جانب فرار ہو گیا۔
//	//	//	//	سائرس نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے مطالبہ کیا کہ وہ مذاکرات کے لیے اپنا وفد بھیجیں۔
//	//	//	//	عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے نیل کے جزیرہ میں مقیم سائرس کی جانب، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک وفد روانہ کیا۔
//	//	//	//	رومی لشکر مسلمانوں پر حملہ آور ہوا مگر شکست کھا کر بھاگ گیا۔
22 جمادی الآخرہ	20ھ	6 جون	641ء	زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ چار ہزار مجاہدین پر مشتمل لشکر کی قیادت کرتے ہوئے کمک کے طور پر مدینہ سے عین الشمس پہنچے۔
28 ذی قعدہ	20ھ	8 نومبر	641ء	سائرس نے شاہِ روم قسطنطین کی منظوری سے رہن پر مسلمانوں کے ساتھ صلح کر لی۔
	20ھ		641ء	شاہ روم نے صلح مسترد کر دی اور سائرس کو واپس بلا کر معزول کر دیا۔

ہجری تاریخ		عیسوی تاریخ		فتوحات
29 ذی الحجہ	20ھ	7 دسمبر	641ء	جمعہ: زبیر بن عوام ؓ بابلیون کے قلعے کی دیوار پھاند کر اندر کود گئے اور مسلمانوں نے قلعے پر ہلا بول دیا۔
	//		//	سات ماہ کے محاصرے کے بعد حصن بابلیون فتح ہوا اور رومی اسے خالی کر گئے۔
28 ذی قعدہ	21ھ	19 اکتوبر	641ء	سائرس نے بابلیون میں گیارہ ماہ بعد اسکندریہ کی چابیاں عمرو بن عاص ؓ کے سپرد کرنے کا وعدہ کیا۔
محرم	21ھ	جنوری	642ء	عمرو بن عاص ؓ اسکندریہ کی فتح کے لیے روانہ ہوئے۔
	21ھ		642ء	شہر نقیوس فتح کیا گیا اور قلعے پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔
18 جمادی الآخرہ	21ھ	22 مئی	642ء	کوم شریک کی جنگ لڑی گئی۔
21 جمادی الآخرہ	21ھ	25 مئی	642ء	قسطنطنیہ میں ہرقل کے بیٹے شاہ قسطنطین نے وفات پائی۔
22 جمادی الآخرہ	21ھ	26 مئی	642ء	اسکندریہ جاتے ہوئے کریون کے مقام پر جنگ ہوئی۔
16 رجب	21ھ	18 جون	642ء	عمرو بن عاص ؓ نے اسکندریہ پر حملہ کیا اور اس کا محاصرہ کر لیا۔
19 رمضان	21ھ	18 اگست	642ء	اسکندریہ فتح کیا گیا۔
3 شوال	21ھ	2 ستمبر	642ء	مقدس صلیب کا دن۔ سائرس (مقوقس) اسکندریہ لوٹ آیا۔
ذی قعدہ	21ھ	اکتوبر	642ء	عمرو بن عاص ؓ ڈیلٹا (مصر) کی فتوحات سے فارغ ہو کر بابلیون لوٹ آئے۔
	21ھ		642ء	مدینہ میں قحط سالی نے ڈیرے ڈالے۔
10 شعبان	21ھ	12 جولائی	642ء	سائرس کے جانشین کے طور پر اسقف اعظم (چیف بشپ) کا عہدہ پطرس کو سونپا گیا۔
19 رمضان	21ھ	19 اگست	642ء	رومیوں کا اسکندریہ سے انخلا اور مسلمانوں کا داخلہ
15 ربیع الآخر	22ھ	21 مارچ	642ء	اسکندریہ میں سائرس کی موت واقع ہوئی۔
محرم	22ھ	دسمبر	642ء	فسطاط کا شہر آباد کیا گیا اور اسکندریہ کے بجائے اِسے مصر کا دارالحکومت بنایا گیا۔
	//		//	دریائے نیل اور بحیرۂ احمر کے درمیان نہرِ امیر المومنین کی کھدائی شروع ہوئی۔
19 شعبان	23ھ	8 جون	644ء	شہر ''فسطاط'' اور ''جار'' کے درمیان نہرِ امیر المومنین میں کشتی رانی کا آغاز ہوا۔
19 شعبان	23ھ	8 جون	644ء	عمرو بن عاص ؓ لیبیا کے علاقے انطابلس (Pentapolis) کی فتح کے لیے اسکندریہ سے روانہ ہوئے۔
	//		//	عقبہ بن نافع نے فزان (لیبیا) کا شہر زویلہ فتح کیا۔
	23ھ		644ء	عمرو بن عاص ؓ نے پہلے لبدہ اور پھر طرابلس فتح کر لیا۔
	//		//	زبیر بن عوام ؓ نے صبراتہ (لیبیا) فتح کیا۔
	//		//	عمرو بن عاص ؓ جبل نفوسہ کا شہر شروس فتح کرتے ہیں۔
	23ھ		644ء	بُسر بن أرطاۃ نے ودان (لیبیا) فتح کیا۔

ہجری تاریخ		عیسوی تاریخ		فتوحات
26 ذی الحجہ	23ھ	31 اکتوبر	644ء	مدینہ میں ابولولو فیروز مجوسی نے امیر المومنین عمر بن خطاب ﷜ کو خنجر سے زخمی کر دیا۔
یکم محرم	24ھ	4 نومبر	644ء	امیر المومنین عمر بن خطاب ﷜ نے مدینہ میں وفات پائی اور حجرۂ عائشہ میں دفن کیے گئے۔
	24ھ		645ء	عمرو بن عاص ﷜ کو مصر کی امارت سے معزول کر دیا گیا۔
	25ھ		646ء	مینوئل خصی ایک بازنطینی لشکر کے ساتھ اسکندریہ پر حملہ آور ہوا اور اس پر قبضہ کر لیا۔
	25ھ		646ء	عمرو بن عاص ﷜ نے مینوئل کو شکست دے کر اس کے قبضے سے اسکندریہ چھڑا لیا۔
	27ھ		648ء	امیر المومنین عثمان بن عفان ﷜ نے معاویہ بن ابی سفیان ﷜ کو قبرص پر حملے کی اجازت دے دی۔
	27ھ		648ء	عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ﷜ لڑتے بھڑتے سبیطلہ (تیونس) تک جا پہنچے۔
	29ھ		649ء	عبداللہ بن سعد بن ابی سرح ﷜ نے سبیطلہ (تونس) میں جُر جیر کو شکست دی۔
	29ھ		650ء	معاویہ ﷜ قبرص کے حالات معمول پر لائے اور قبرص پر حملہ کر کے وہاں سے جزیہ وصول کیا۔
	32ھ		653ء	اہل قبرص نے مسلمانوں سے جنگ کے لیے رومیوں کی مدد کی۔
	33ھ		654ء	معاویہ ﷜ قبرص پر دوبارہ حملہ آور ہوئے اور اُسے بزور فتح کر لیا۔
	34ھ		655ء	ترکی کے جنوبی ساحل پر مستولوں کا معرکہ (ذات الصواری) لڑا گیا۔
ذی الحجہ	35ھ	جون	656ء	مدینہ میں امیر المومنین عثمان بن عفان ﷜ کو شہید کر دیا گیا۔
ربیع الاوّل	38ھ	اگست	658ء	عمرو بن عاص ﷜ کو دوبارہ مصر کا والی بنا دیا گیا۔
	40ھ		661ء	امیر المومنین علی بن ابی طالب ﷜ کو شہید کر دیا گیا۔
3 ذی قعدہ	41ھ	28 فروری	662ء	لمبا عرصہ بیمار رہنے کے بعد اسکندریہ میں قبطیوں کا اسقف اعظم بنیامین فوت ہو گیا۔
یکم شوال	43ھ	6 جنوری	664ء	فسطاط میں عمرو بن عاص ﷜ نے وفات پائی۔
	47ھ		667ء	معاویہ بن حُدَیج سکونی ﷜ نے تیونس میں جربہ اور بنزرت کے علاقے فتح کر لیے۔
	49ھ		669ء	عقبہ بن نافع ﷜ ودان اور جرمہ کی جانب روانہ ہوئے اور ''کاوار'' (جنوبی لیبیا) کا علاقہ فتح کرنے کے بعد ''معمد اس'' (موجودہ غدامس) لوٹ آئے۔
	52ھ		672ء	جنادہ بن ابی امیہ ﷜ نے جزیرہ روڈس فتح کر لیا۔
	54ھ		674ء	جنادہ بن ابی امیہ ﷜ نے جزیرہ ''ارواد'' فتح کیا۔
	55ھ		675ء	جنادہ بن ابی امیہ ﷜ کے ہاتھوں جزیرۂ کریٹ فتح ہوا۔
رجب	60ھ	اپریل	680ء	امیر المومنین معاویہ بن ابی سفیان ﷜ نے وفات پائی اور زمامِ خلافت یزید بن معاویہ کے ہاتھ میں دی گئی۔
	60ھ		680ء	یزید بن معاویہ کے حکم سے قبرص اور روڈس سے مسلمانوں کا انخلا ہوا۔

ہجری تاریخ		عیسوی تاریخ		فتوحات
				مسلمان قسطنطنیہ کا کئی برس محاصرہ جاری رکھتے ہوئے اسے فتح کرنے میں ناکام رہے اور وہاں سے لوٹ آئے۔
	62ھ		681ء	عہد یزید میں عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ مراکش کے علاقے پر حملہ آور ہوئے اور اسے فتح کرتے ہوئے بحرِ اوقیانوس تک جا پہنچے۔ وہاں سے واپسی کے دوران میں عقبہ نے جامِ شہادت نوش کیا۔
محرم	64ھ	ستمبر	683ء	بربروں کا سردار کسیلہ قیروان (تیونس) پر قابض ہو گیا۔
	69ھ		689ء	زہیر بن قیس بلوی رضی اللہ عنہ نے کسیلہ کو ممس کی جنگ میں شکست سے دوچار کیا۔
	71ھ		690ء	بازنطینی فوج صقلیہ (سسلی) سے درنہ (لیبیا) پر حملہ آور ہوئی اور زہیر بن قیس رضی اللہ عنہ نے ان سے جنگ کرتے ہوئے جامِ شہادت نوش کیا۔
	78ھ		697ء	حسان بن نعمان رضی اللہ عنہ نے قرطاجنہ (تیونس) فتح کر لیا مگر بربری کاہنہ نے اسے چھڑا لیا۔
	83ھ		702ء	عطا بن رافع ہذلی نے مصری بحری بیڑے کے ساتھ صقلیہ (سسلی) پر یلغار کی۔
	84ھ		703ء	حسان بن نعمان رضی اللہ عنہ نے قرطاجنہ کو واگزار کرایا اور الجم کی لڑائی میں کاہنہ کو قتل کر دیا۔
	88ھ		706ء	المغرب (طرابلس، تیونس، الجزائر، مراکش) میں موسیٰ بن نُصَیر کو گورنر بنایا گیا۔
	89ھ		708ء	موسیٰ بن نُصَیر نے طنجہ اور سوس ادنیٰ (مراکش) فتح کر لیے۔
				موسیٰ بن نُصَیر نے جزائر بلیارک پر یلغار کی۔
	90ھ		709ء	عیاش بن اخیل نے المغرب کے بحری بیڑے کے ساتھ صقلیہ (سسلی) پر یلغار کی۔
	92ھ		711ء	عبداللہ بن مرہ نے امیر موسیٰ بن نُصَیر کی جانب سے جزیرہ سارڈینیا پر دھاوا بولا۔
5 رجب	92ھ	28 اپریل	711ء	طارق بن زیاد اندلس کی فتح کے لیے طنجہ سے سمندری سفر کرتے ہوئے اسپین (اندلس) روانہ ہوئے۔
28 رمضان	92ھ	19 جولائی	711ء	طارق بن زیاد نے "وادی بکہ" کے معرکے میں راڈرک (لذریق) کے خلاف فتح پائی۔ اس کے بعد طارق بن زیاد نے طلیطلہ (Toledo) تک کے علاقے فتح کر لیے۔
رمضان	93ھ	جون	712ء	موسیٰ بن نُصَیر اپنے لشکر کے ساتھ جبل الطارق پر اترے اور مدینہ شذونہ کے راستے اشبیلیہ پر چڑھائی کی اور اسے فتح کر لیا۔
شوال	94ھ	جولائی	713ء	موسیٰ بن نُصَیر نے ماردہ تک کے علاقے فتح کر لیے۔
	94ھ		713ء	سرقسطہ (سراگوسا) شہر نے امان کا طالب ہو کر موسیٰ بن نصیر کے آگے ہتھیار ڈال دیے۔
	102ھ		720ء	محمد بن ادریس انصاری نے صقلیہ (سسلی) پر یلغار کی۔
	103ھ		720ء	مسلمانوں نے سارڈینیا پر دھاوا کیا۔
	104ھ		721ء	اسلامی لشکر نے سارڈینیا پر حملہ کیا۔

ہجری تاریخ		عیسوی تاریخ		فتوحات
	108ھ		726ء	قثم بن عوانہ نے صقلیہ پر یلغار کی۔
	109ھ		727ء	بشر بن صفوان صقلیہ پر حملہ آور ہوئے۔
	113ھ		731ء	مستنیر بن حارث نے صقلیہ پر بحری حملہ کیا۔
	116ھ		734ء	حبیب بن ابی عبیدہ بن عقبہ بن نافع نے صقلیہ پر یلغار کی۔
	117ھ		735ء	حبیب بن ابی عبیدہ نے سارڈینیا پر حملہ کیا۔
	122ھ		739ء	حبیب بن ابی عبیدہ نے صقلیہ پر یلغار کی اور سرقوسہ (سیراکیوز) شہر نے جزیہ کی ادائیگی قبول کرلی۔
	130ھ		747ء	عبدالرحمٰن بن حبیب بن ابی عبیدہ افریقیہ (تیونس) اور صقلیہ کے درمیان جزیرۂ قوصرہ پر قابض ہوئے۔
	135ھ		752ء	عبدالرحمٰن بن حبیب نے صقلیہ پر یلغار کی۔
	190ھ		805ء	حمید بن معیوف کریٹ پر حملہ آور ہوئے، پھر اسے خالی کردیا۔
	201ھ		816ء	تیونس (افریقیہ) کے اغالبہ کے لشکر نے سارڈینیا پر حملہ کیا۔
13 رمضان	202ھ	25 مارچ	818ء	اندلس میں قرطبہ کے اہل ربض نے حکم بن ہشام اموی کے خلاف بغاوت کردی۔ بغاوت کی ناکامی پر ان میں سے کچھ لوگ اسکندریہ چلے آئے۔
	206ھ		821ء	محمد بن عبداللہ تمیمی نے سارڈینیا پر یلغار کی۔
	210ھ		825ء	عباسی گورنر عبداللہ بن طاہر نے ربضیوں کو اسکندریہ سے جلا وطن کردیا اور ربضی جزیرۂ کریٹ کی طرف نکل گئے اور اسے فتح کرلیا۔
15 ربیع الاوّل	212ھ	14 جون	827ء	اسد بن فرات صقلیہ پر حملہ آور ہونے کے لیے سوسہ (تیونس) سے بحری بیڑے کے ساتھ روانہ ہوئے۔
18 ربیع الاوّل	212ھ	17 جون	827ء	اسد بن فرات صقلیہ کے مغربی شہر مازر پر قابض ہوگئے۔
شعبان	213ھ	اکتوبر	828ء	مشرقی ساحلی شہر سرقوسہ کے سامنے اسد بن فرات نے وفات پائی۔
	214ھ		829ء	جزیرۂ تھاسوس کے قریب کریٹ کے بحری بیڑے نے رومی بحری بیڑے کو شکست سے دوچار کیا۔
	216ھ		831ء	صقلیہ کے شمال مغربی ساحل پر پلرمو شہر فتح ہوا۔
	220ھ		835ء	کلیسا کی لعن طعن کے باوجود نیپلز (اٹلی) کی ریاست نے صقلیہ پر قابض مسلمانوں کے ساتھ اتحاد قائم کرلیا۔
	225ھ		839ء	مسلمانوں کے ہاتھوں صقلیہ کے شمال میں قلعۂ تنداری کا سقوط ہوا۔
	225ھ		840ء	جزیرۂ صقلیہ میں جرصہ، قلعۂ بلوط، ابلاطنو، قلعۂ قرلون، مرناد اور ان کے علاوہ دیگر مقامات فتح ہوئے۔
	228ھ		843ء	فضل بن جعفر ہمدانی نے صقلیہ میں مسینا کی بندرگاہ فتح کرلی۔
12 جمادی الآخرہ	228ھ	18 مارچ	843ء	تھیوکٹیسٹ کی قیادت میں رومی بحری بیڑا کریٹ پر حملہ آور ہوا مگر شکست کھائی۔

ہجری تاریخ		عیسوی تاریخ		فتوحات
	232ھ		846ء	فضل بن یعقوب نے صقلیہ میں لنتینی کا شہر فتح کیا۔
	232ھ		846ء	اٹلی کا جنوبی شہر تارنتو فتح ہوا۔
	234ھ		848ء	امیر عبدالرحمٰن اوسط والیٔ اندلس بلیارک کے جزیروں پر حملہ آور ہوا۔
	235ھ		849ء	عبدالرحمٰن اوسط نے اہل بلیارک کے لیے معافی کا اعلان کیا۔
	238ھ		852ء	صقلیہ میں بثیرہ شہر فتح ہوا۔
9 ذی الحجہ	238ھ	22 مئی	852ء	رومی بحری بیڑا دمیاط (مصر) پر حملہ آور ہوا اور وہاں کے کچھ لوگ قیدی بنا لیے، پھر وہ اشتوم تنیس پر حملہ کر کے لوٹ گئے۔
16 شوال	243ھ	5 فروری	858ء	عباس بن فضل نے صقلیہ کا دارالحکومت قصریانہ فتح کر لیا۔
3 جمادی الآخرہ	247ھ	15 اگست	861ء	عباس بن فضل نے وفات پائی۔
	248ھ		862ء	کریٹ کا اسلامی بحری بیڑا جزیرۂ آتوس اور جزیرۂ نیون پر حملہ آور ہوا۔
	252ھ		866ء	احمد بن اغلب نے صقلیہ کا شہر سرقوسہ فتح کر لیا۔
	256ھ		869ء	ابوغرانیق محمد بن اغلب نے مالٹا کا جزیرہ فتح کر لیا۔
	266ھ		879ء	خلیج کورنتھ (یونان) میں رومی بحری بیڑے نے کریٹ کے اسلامی بحری بیڑے کو تباہ کر دیا۔
	288ھ		900ء	ابوعباس بن ابراہیم آبنائے مسینا پار کر کے کلابریا پہنچے اور اٹلی کا جنوبی شہر ریوفتح کر لیا۔
26 رمضان	289ھ	3 ستمبر	902ء	ابوعباس کے والد ابراہیم بن احمد نے بھی آبنائے مسینا پار کر کے کلابریا پر یلغار کی۔
25 شوال	289ھ	2 اکتوبر	902ء	ابراہیم بن احمد نے ''کلابریا'' میں ''کوزنتسہ'' پر حملہ کیا اور اہل کوزنتسہ نے جزیہ کی ادائیگی قبول کی۔
18 ذی قعدہ	289ھ	24 اکتوبر	902ء	ابراہیم بن احمد نے ''کوزنتسہ'' کے سامنے وفات پائی اور مسلمان واپس صقلیہ آ گئے۔
	290ھ		902ء	عصام خولانی نے اندلس سے جزائرِ بلیارک فتح کر لیے۔
	291ھ		904ء	کریٹ اور طرطوس (شام) کے بحری بیڑے باہمی تعاون سے سالونیکا (یونان) کی اینٹ سے اینٹ بجاتے ہیں۔
	298ھ		910ء	رومی بحری بیڑے نے کریٹ پر یلغار کی اور شکست کھائی۔
	312ھ		924ء	جزیرۂ لمنوس کے قریب رومی بحری بیڑے نے طرطوس کے بحری بیڑے کو شکست دی۔
	316ھ		928ء	صابر صقلی اور سالم بن ابی راشد نے اترانتو (اٹلی) فتح کر لیا اور اہل ''کلابریا'' جزیہ کی ادائیگی پر رضا مند ہو گئے۔
یکم محرم	350ھ	20 فروری	961ء	نقفور دمستک رومی کریٹ پر اچانک حملہ آور ہوا۔

ہجری تاریخ		عیسوی تاریخ		فتوحات
16 محرم	350ھ	7 مارچ	961ء	نقفور دمستک کریٹ کے اسلامی شہر خندق (کانڈیا) پر قابض ہوگیا۔
	354ھ		965ء	بازنطینیوں نے قبرص پر قبضہ کرلیا۔
	372ھ		982ء	فرنگی صقلیہ کے شہر ملطیہ (Milazo) پر قابض ہوگئے۔
ربیع الاوّل	406ھ	ستمبر	1015ء	دانیہ (اندلس) اور مشرقی جزائر کے امیر ابو الجیش نے کالیاری اور سارڈینیا کے دیگر قلعے فتح کر لیے، نیز وہ اٹلی کے مغربی ساحل پر حملہ آور ہو کر لونی پر قابض ہوگیا، اور پیسا اور جنوا کے قلعوں پر یلغار کی۔
	481ھ		1088ء	اٹلی کا نارمن حکمران راجر صقلیہ کے علاقے جرجنت پر قابض ہوگیا۔
	484ھ		1098ء	راجر نے صقلیہ میں مسلمانوں کے آخری قلعے قصریانہ پر قبضہ جمالیا۔

سلطنت عثمانیہ کے تاریخی واقعات

ہجری تاریخ		عیسوی تاریخ		فتوحات
	617ھ		1220ء	چنگیز خان کے دو سپہ سالاروں جبی نویان اور سوبدائی نویان نے ترکستان (سلطنت خوارزم) کا علاقہ روند ڈالا۔
	629ھ		1233ء	عثمانیوں کا جدامجد سلیمان فوت ہوا۔
	//		//	ارطغرل اپنے باپ سلیمان کی جگہ سردار بنا۔
	680ھ		1281ء	ارطغرل نے وفات پائی اور اس کی جگہ اس کا بیٹا عثمان سردار بنا۔
	701ھ		1301ء	عثمان نے اقیون حصار، نیقومیدیا (ازمیت) اور ینی شہر فتح کر لیے۔
	704ھ		1304ء	عثمان نے اپنے مفتوحہ علاقے کو خودمختار مملکت قرار دے کر ''بادشاہ'' کا لقب اختیار کیا۔
جمادی الاولیٰ	727ھ	اپریل	1326ء	اُورخان بن عثمان نے برسہ (بروسہ) شہر فتح کرلیا۔
	727ھ		1326ء	اُورخان تخت حکومت پر براجمان ہوا۔
	758ھ		1356ء	اورخان نے درۂ دانیال عبور کر کے یورپ میں قدم رکھا۔
	758ھ		1356ء	سلیمان بن اورخان نے قلعہ ترنپ (Tzympe) اور گیلی پولی فتح کیے۔
	761ھ		1360ء	اورخان بن عثمان نے وفات پائی اور اس کا بیٹا مراد حکمران بنا۔
	763ھ		1362ء	ادرنہ (تھریس) کا شہر فتح ہوا۔
	772ھ		1370ء	سلطان مراد فتوحات حاصل کرتا ہوا دریائے ڈینوب تک جا پہنچا۔
	775ھ		1373ء	مراد مقدونیہ، ڈلماشیا (کروشیا)، مناستر، برلبہ اور استیپ کے علاقوں پر قابض ہوگیا۔

ہجری تاریخ		عیسوی تاریخ		فتوحات
	785ھ		1383ء	صوفیہ (بلغاریہ) کا شہر فتح ہوا۔
	788ھ		1386ء	نیش (سربیا) کا جنگی اہمیت کا شہر عثمانیوں کے ہاتھ لگا۔
	789ھ		1387ء	سالونیکا (یونان) فتح ہوا۔
	790ھ		1388ء	نکوپولس (بلغاریہ) کی جنگ میں مسلمانوں کو فتح ہوئی۔
	791ھ		1389ء	کوسوو کے معرکے میں سلطان مراد اول نے فتح حاصل کی، بعد ازاں جام شہادت نوش کیا۔
	//		//	زمام اقتدار بایزید اول کے ہاتھ میں آئی۔
23 ذی قعدہ	798ھ	9 ستمبر	1396ء	نکوپولس میں عثمانیوں نے یورپی اتحاد کے خلاف کامیابی حاصل کی۔
	805ھ		1402ء	جنگ انگورہ میں امیر تیمور نے بایزید اول (یلدرم) کو شکست دے کر قیدی بنا لیا۔
	816ھ		1413ء	محمد اوّل نے دورِ انحطاط کے بعد سلطنت کی جاہ و حشمت لوٹائی۔
	818ھ		1415ء	سرائے بوسنہ (سرائیوو) کا شہر فتح ہوا۔
	818ھ		1415ء	ازمیر (مغربی ترکی) کا شہر فتح ہوا۔
	819ھ		1416ء	آسٹریا کا علاقہ ستیریا (Styria) فتح ہوا۔
	824ھ		1421ء	محمد اوّل نے وفات پائی اور مراد ثانی نے زمامِ اقتدار سنبھالی۔
	833ھ		1430ء	سالونیکا دوبارہ فتح ہوا۔
14 ذی الحجہ	843ھ		1439ء	سربیا کا شہر سمندریہ (سینٹ اینڈریا) فتح ہوا۔
جمادی الاولیٰ	848ھ	اگست	1444ء	سلطان مراد ثانی اپنے بیٹے محمد ثانی کے حق میں حکومت کے منصب سے دستبردار ہوا۔
	848ھ		1444ء	یورپ نے سلطنتِ عثمانیہ کے خاتمے کے لیے اتحاد قائم کر لیا۔
شعبان	848ھ	نومبر	1444ء	سلطان مراد ثانی نے دوبارہ حکومت سنبھالی اور یورپی اتحاد کو شکست سے دوچار کیا۔
12-10 ذی قعدہ	852ھ	17-19 جنوری	1448ء	مراد ثانی نے کوسوو میں یورپی اتحاد کے خلاف کامیابی حاصل کی۔
	855ھ	فروری	1451ء	سلطان مراد ثانی نے وفات پائی اور اس کا فرزند محمد ثانی تخت حکومت پر براجمان ہوا۔
جمادی الاولیٰ	857ھ	اپریل	1453ء	محمد فاتح نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا۔
20 جمادی الاولیٰ	857ھ	29 مئی	1453ء	قسطنطنیہ فتح ہوا اور اس کا نام اسلامبول (استنبول) رکھا گیا۔
	865ھ		1460ء	سوائے بلغراد کے سربیا کے تمام علاقے فتح ہو گئے۔
	865ھ		1460ء	ایتھنز (یونان) فتح ہوا۔
	867ھ		1462ء	سلطنت افلاق (ولاچیا) فتح ہوئی۔

ہجری تاریخ		عیسوی تاریخ		فتوحات
	868ھ		1463ء	بوسنہ (بوسنیا) اور ہرسک (ہرزیگووینا) فتح ہوئے۔
شعبان	868ھ	اپریل	1463ء	ہنگری کا علاقہ فتح ہوا۔
	872ھ		1467ء	البانیہ اور اماسترس (Amastris)، سینوپ اور ترابزون کے علاقے فتح ہوئے۔
	872ھ		1467ء	جزائر ارخبیل (بحیرۂ ایجین کے جزائر) فتح ہوئے۔
	875ھ		1470ء	ریاست وینس کے مقبوضہ علاقے جزیرۂ اکریبوز، تھسلی (تسالیا) اور آسیہ کا فتح ہوئے۔
	880ھ		1475ء	بحیرۂ اسود کے کنارے واقع کفہ (کریمیا) کی بندرگاہ فتح ہوئی۔
	880ھ		1475ء	جزیرۂ سیسم اور جزیرۂ ساقز سلطنت عثمانیہ کے زیرنگیں آئے۔
	884ھ		1479ء	ریاست چرکس میں دریائے کوبان کا دہانہ فتح ہوا۔
شوال	884ھ	دسمبر	1479ء	ریاست وینس نے سلطنت عثمانیہ کے ساتھ صلح کے معاہدے پر دستخط کیے جس کے نتیجے میں سلطنت وینس، ارگوس اور البانیہ سے دستبردار ہوگئی سوائے بعض مقامات کے۔
	884ھ		1479ء	ریاست کریمیا کے علاقے آجار اور باطوم فتح ہوکر حکومت عثمانی میں شامل ہوئے۔
17-19 صفر	886ھ	17-19 اپریل	1481ء	سلطان محمد فاتح نے وفات پائی۔
23 ربیع الاوّل	886ھ	22 مئی	1481ء	بایزید ثانی نے زمام اقتدار ہاتھ میں لی۔
ربیع الآخر	889ھ	مئی	1484ء	بایزید بغدان (مالڈووا) کی طرف متوجہ ہوا۔
20 جمادی الآخرہ	889ھ	15 جولائی	1484ء	قلعہ کیلی فتح ہوگیا۔
26 رجب	889ھ	19 اگست	1484ء	قلعہ اکرمان فتح ہوا اور عثمانیوں کو دریائے ڈینیوب اور ڈنیسٹر کے دہانوں پر کنٹرول حاصل ہوا۔
27 ذی قعدہ	898ھ	9 ستمبر	1493ء	سلاوینیا فتح ہوا۔
	898ھ		1493ء	کروشیا فتح ہوا۔
صفر	918ھ	اپریل	1512ء	سلطان سلیم اول تخت حکومت پر رونق افروز ہوا۔
رجب	920ھ	اگست	1514ء	چالدران کے معرکے میں عثمانیوں نے صفویوں کے خلاف کامیابی حاصل کی اور تبریز کے شہر میں داخل ہوگئے۔
25 رجب	922ھ	24 اگست	1516ء	مرج دابق (شام) میں عثمانیوں نے ممالیک کے مقابلے میں کامیابی حاصل کی اور مملوک سلطان قنصوہ غوری قتل ہوا۔
29 ذی الحجہ	922ھ	22 جنوری	1517ء	ریدانیہ میں عثمانیوں نے ممالیک کی فوج کو شکست دی۔
21 ربیع الاول	923ھ	13 اپریل	1517ء	قاہرہ کے باب زویلہ پر آخری مملوک سلطان طومان بائے کو پھانسی دی گئی اور مصر عثمانی حکومت کے زیرنگیں آگیا۔
16 جمادی الآخرہ	923ھ	6 جولائی	1517ء	امیر مکہ برکات ثانی کے بیٹے محمد ابونمی نے مکہ، مدینہ اور کعبہ کی چابیاں سلطان سلیم کے حوالے کیں اور حجاز

ہجری تاریخ		عیسوی تاریخ		فتوحات
				سلطنت عثمانیہ کا حصہ بن گیا۔
23 شعبان	923ھ	10 ستمبر	1517ء	سلطان سلیم اوّل مصر سے اسلامبول چلا گیا۔
9 شوال	926ھ	22 ستمبر	1520ء	سلطان سلیم اوّل نے وفات پائی اور اس کا بیٹا سلیمان قانونی خلیفہ بنا۔
	927ھ		1521ء	بلغراد شہر (سربیا) فتح ہوا۔
	928ھ		1522ء	ہنگری کے علاقے ساباج، سلانکا اور زملین (Zemlin) فتح ہوئے۔
20 ذی قعدہ	932ھ	29 اگست	1526ء	موہاکس (Mohacs) کے معرکے میں عثمانیوں نے ہنگری کی فوج کے خلاف کامیابی حاصل کی اور ریاست ہنگری سلطنتِ عثمانیہ کے زیر نگیں آگئی۔
	941ھ		1534ء	تیونس فتح ہو کر عثمانی حکومت میں شامل ہوا۔
	944ھ		1537ء	خیر الدین باربروسا نے چارلس پنجم کی زیر قیادت برسرِ پیکار ہسپانوی بحری بیڑے کو شکست دی اور جزیرۂ کریٹ پر یلغار کی۔
	945ھ		1538ء	عثمانیوں نے پریوسا (یونان) کے سمندری معرکے میں یورپی لشکروں کے خلاف کامیابی حاصل کی۔
	948ھ		1541ء	بوڈا شہر (ہنگری) فتح ہوا۔
20 جمادی الاولیٰ	950ھ	22 اگست	1543ء	خیر الدین باربروسا نے مارسیلز (فرانس) کی بندرگاہ اور صقلیہ (سسلی) کے ساحلوں پر یلغار کی۔
	960ھ		1552ء	قلعہ ٹمیسوارا (رومانیہ) مفتوح ہوا۔
23 ربیع الآخر	974ھ	7 ستمبر	1566ء	سلطان سلیمان قانونی نے 46 برس کی حکمرانی کے بعد وفات پائی۔
15 جمادی الاولیٰ	974ھ	30 ستمبر	1566ء	سلطان سلیم ثانی نے اقتدار سنبھالا۔
	974ھ		1566ء	عثمانی بیڑا قبرص کی بندرگاہ لیماسول میں داخل ہوا۔
27 محرم	978ھ	یکم جولائی	1570ء	عثمانی مجاہدین لارنکا (ترلا) کی قبرصی بندرگاہ میں اُترے۔
5 صفر	978ھ	9 جولائی	1570ء	قبرص کا شہر سرینیا فتح ہوا۔
8 ربیع الآخر	978ھ	9 ستمبر	1570ء	لفکوسا (نکوشیا) فتح ہوا۔
28 ذی الحجہ	978ھ	24 مئی	1571ء	عثمانی لشکر ماسکو میں داخل ہوا اور خان کریمیا 15 ہزار قیدیوں کے ساتھ ماسکو سے لوٹا۔
10 ربیع الآخر	979ھ	یکم ستمبر	1571ء	ماغوسا (فاماگوستا) فتح ہوا۔
10 ربیع الآخر	979ھ	یکم ستمبر	1571ء	قبرص کی فتح کی تکمیل ہوگئی۔
	985ھ		1577ء	افریقی ریاست بورنو (نائیجیریا) نے عثمانی حکومت کی ماتحتی اختیار کرنے کا اعلان کیا۔
	999ھ		1590ء	کینیا اور تانگانیکا (تنزانیہ) کے مابین واقع ممباسا عثمانیوں کے زیر اقتدار آیا۔

دُعا

یہ غازی یہ تیرے پُراسرار بندے
جنھیں تُو نے بخشا ہے ذوقِ خدائی

دونیم ان کی ٹھوکر سے صحرا و دریا
سمٹ کر پہاڑ ان کی ہیبت سے رائی

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذتِ آشنائی!

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی!

کیا تو نے صحرا نشینوں کو یکتا
خبر میں، نظر میں، اذانِ سحر میں!

طلب جس کی صدیوں سے تھی زندگی کو
وہ سوز اس نے پایا انھیں کے جگر میں!

کشادِ درِ دل سمجھتے ہیں اس کو
ہلاکت نہیں موت ان کی نظر میں

دلِ مردِ مومن میں پھر زندہ کر دے
وہ بجلی کہ تھی نعرۂ لَا تَذَر میں

عزائم کو سینوں میں بیدار کر دے
نگاہِ مسلماں کو تلوار کر دے!

(اقبالؒ)

حصّہ ششم

- باب اوّل — مسلم شخصیات و مشاہیر (تعارفی خاکہ)
- باب دوم — غیر مسلم شخصیات و مشاہیر (تعارفی خاکہ)

- خالد بن ولید رضی اللہ عنہ
- رافع بن عمیر طائی رضی اللہ عنہ
- سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ
- عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ
- عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ
- طارق بن زیاد رحمہ اللہ
- محمد بن قاسم ثقفی رحمہ اللہ

- یزدگرد سوم
- رستم بن فرخزاد
- ہرمزان
- ایشوعیاب جزالی
- ہرقل اول
- مقوقس

حصہ ششم

باب اول

مسلم شخصیات و مشاہیر (تعارفی خاکہ)

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ شہرۂ آفاق اور انتہائی معروف سپہ سالار اسلام ہیں، بلکہ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ وہ بالعموم فتوحات کے سب سے زیادہ شہرت یافتہ سپہ سالار ہیں۔ ان کی یہ شہرت اور ناموری ان کارہائے نمایاں کا نتیجہ ہے جو انھوں نے اپنی فطری اور نہایت ممتاز خصوصیات کی بدولت انجام دیے۔ یہاں ہم ان کی انھی خصوصیات پر روشنی ڈالیں گے۔

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے چھوٹے بڑے کل تیس معرکوں میں شرکت کی۔ ان میں دورِ جاہلیت اور اسلام میں لڑے گئے معرکے، اہلِ ارتداد کے خلاف لڑی گئی جنگیں اور عراق و شام کی فتوحات شامل ہیں۔ اس تمام عرصے میں آپ کسی معرکے میں پیچھے نہیں رہے۔

جنگی صلاحیتیں

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ایک بہادر سپاہی ہونے کے ساتھ ساتھ ایک نمایاں ترین سپہ سالار تھے۔ وہ خطرات سے بے پروا، جفاکش اور عقیدے کے پکے تھے۔ اپنے رب پر، اپنے آپ پر، اپنے کام پر، اپنی فوج اور اپنے ہمرکابوں پر بہت اعتماد رکھتے تھے۔ اپنے ساتھیوں پر فخر کرتے تھے اور ان کی صلاحیتوں سے باخبر رہتے۔

قیادت ان کی متاعِ گم گشتہ تھی۔ جہاں بھی موجود ہوتے، اُس کے سب سے زیادہ حقدار وہی ہوتے۔ اور جب زمامِ قیادت ان کو سونپی جاتی تو وسیع تر اختیارات استعمال کرتے۔ اس کے سبب انھیں بڑی مشکلات کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ اسی طرح جب وہ اپنے ساتھیوں میں سے کسی کو کوئی ذمے داری سونپتے تو اسے بھی وسیع تر اختیارات دیتے تھے۔ فنونِ حرب پر ان کی نظر بہت گہری تھی۔ وہ بلا کے ذہین، ہوشیار اور زود فہم تھے۔

جنگ کے دوران میں ان کی نقل و حرکت اور کارروائی کی رفتار بہت تیز ہوتی اور وہ مواقع سے بہت فائدہ اٹھاتے۔ مضبوط ارادے کے حامل، نہایت بے باک اور اپنی بے باکی میں کامیاب تھے۔ اپنے دشمنوں پر بہت بھاری تھے۔ خوش قسمت اور مبارک آدمی تھے۔ وہ اعلیٰ جسمانی صلاحیتوں کے مالک اور اپنے زمانے کے تمام ہتھیاروں کے استعمال کی مکمل قدرت رکھتے تھے۔ جدت پسند اور بیدار مغز، جنگی منصوبہ ساز اور نہایت باتدبیر تھے۔
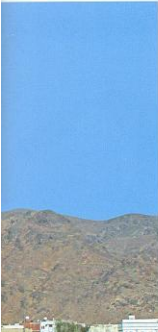
خالد ؓ کو اپنے اعصاب پر بے پناہ قابو تھا۔ کامیابی انھیں تکبر میں مبتلا نہ کرتی تھی اور نازک حالات ان کو پریشان نہ کرتے تھے۔ وہ فوری طور پر ایسے فیصلہ کن اقدامات کرنے پر قادر تھے کہ آج جب ماہرین جنگ ان کا مطالعہ کرتے ہیں تو صدیوں بعد بھی تاریخ ان کی حکمت عملی کی تصدیق کرتی ہے۔ وہ اپنے اہداف کو پہچانتے اور ان کی جستجو میں لگے رہتے تھے۔ وہ فطری طور پر اقدامی مزاج رکھتے تھے۔ میدان جنگ میں یکا یک دشمن پر حملہ آور ہو کر ایسی سنسنی پیدا کرتے کہ وہ تعداد میں برتری کے باوجود حواس باختہ ہو کر مقابلے کی صلاحیت کھو دیتا اور بالکل بے بس ہو کر رہ جاتا تھا۔ انھیں میدان میں نفسیاتی جنگ کی اہمیت کا بھی مکمل ادراک تھا۔ فوج کی افرادی قوت بچا کر رکھنے میں انھیں کمال حاصل تھا۔ ان کی طبیعت میں حد درجہ اعتدال تھا۔ وہ جنگ کو بلاضرورت طول نہ دیتے۔ ان پر کبھی اُس جانب سے حملہ نہیں ہوا جہاں سے انھیں حملے کا گمان نہ ہوتا۔ وہ چست اور چاق چوبند تھے۔ ان کے جسم میں بے مثال لچک تھی اور اعضا نہایت متناسب تھے۔ انتظامی معاملات میں بھی ان کی صلاحیتیں میدان جنگ ہی کے مانند بہت نمایاں تھیں۔ انھی خصوصیات کی بنا پر مسلمانوں کو یہ بات پسند تھی کہ خالد ؓ ان کی قیادت کریں۔

خالد بن ولید ؓ کا تعلق قریش کے قبیلے بنومخزوم سے تھا۔ قریش کے دفاعی و جنگی معاملات اسی قبیلے کے سپرد تھے۔ ان کے والد ولید بن مغیرہ کا شمار قریش کے دولتمند سرداروں میں ہوتا تھا۔ دورِ جاہلیت میں خالد ہنرمند نہ ہونے کے باعث کسی خاص پیشے سے وابستہ نہ تھے، چنانچہ وہ گھڑ سواری اور ہتھیاروں کی مشق کی طرف مائل ہو گئے۔

خالد ؓ نے غزوۂ بدر میں شرکت نہیں کی، البتہ غزوۂ احد میں وہ قریشی گھڑ سوار دستے کے کمانڈر تھے۔ اس غزوے کے پہلے دور میں مسلمانوں کے تیرانداز دستے نے اپنی جگہ چھوڑ دی۔ خالد نے جب دیکھا کہ مسلمانوں کی پشت خالی ہے تو وہ اپنا دستہ لے کر گھومے اور پہاڑ پر چڑھ کر پیچھے سے حملہ کر دیا۔ یکا یک میدان جنگ کا پانسا پلٹا اور قریش کی شکست ایک طرح کی فتح میں بدل گئی۔

غزوۂ احد پہلا معرکہ تھا جس میں خالد ؓ نے شرکت کی اور عمر بھر کے لیے یہ سبق حاصل کیا کہ ''جنگ میں فتح و شکست کا تمام تر انحصار آخری نتائج پر ہے نہ کہ درمیانی مراحل پر۔'' انھوں نے سیکھا کہ اگر جنگ میں کوئی مصیبت آن پڑے تو اسے ان مراحل ہی کا ایک حصہ سمجھتے ہوئے اپنی شجاعت کو قائم رکھا جائے، زاویۂ فکر درست رہے، نفسیاتی طور پر انسان کے اعصاب پرسکون رہیں اور ذہن میں کسی قسم کا جذباتی ہیجان پیدا نہ ہونے دیا جائے۔

کوہ اُحد (مدینہ منورہ)
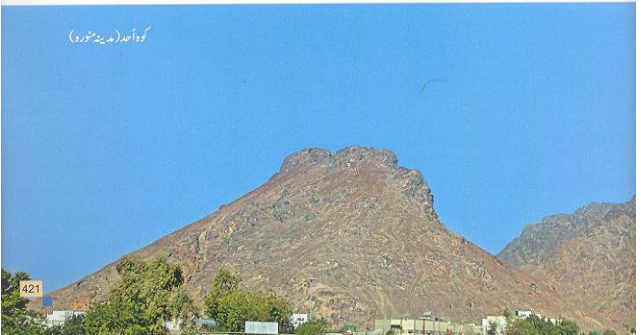
جب جنگ کا میدان گرم ہو جاتا ہے اور اس کا جمود ٹوٹتا ہے تو قدرتی طور پر دونوں طرف کی صفوں میں ایک قسم کا انتشار اور خلل واقع ہو جاتا ہے۔ خالد رضی اللہ عنہ ہمیشہ غفلت کے اسی لمحے کی ٹوہ میں رہتے اور موقع ملتے ہی دشمن پر کسی تردد کے بغیر کاری ضرب لگاتے اور اس لمحے کا پورا پورا فائدہ اٹھاتے تھے۔

یہاں ہمارا موضوع بحث ''فتوحاتِ اسلامی'' ہے، لہٰذا ہم خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی سیرت کے صرف دو امور پر توجہ دیں گے:

① ان جنگوں کا مختصر تعارف جن میں خالد رضی اللہ عنہ نے دادِ شجاعت دی۔

② وہ خصوصیات جن کی بدولت خالد رضی اللہ عنہ ان جنگوں میں ممتاز رہے۔

احد کے معرکے میں خالد رضی اللہ عنہ نے اپنے آپ کو پالیا اور ایک خاص طرزِ فکر اپنایا جو بعد کے تمام معرکوں میں بھی کارفرما رہا، چنانچہ مسلمانوں نے جہاں معرکۂ احد میں خالد کی وجہ سے نقصان اٹھایا، وہاں اس معرکے سے خالد نے وہ تجربات بھی حاصل کیے جن کی بنیاد پر انھوں نے ارتداد کی جنگوں اور دیگر فتوحات میں مسلمانوں کو کئی گنا فائدہ پہنچایا۔

مشرکین کے دوش بدوش

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ 5ھ/627ء میں مشرکین کے ہمراہ غزوۂ احزاب میں شریک ہوئے۔ جب حملہ آور قبائل سخت سردی میں خندق کے پار کچھ عرصہ بے بس ٹھہرے رہے تو پسپائی اختیار کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اس غزوے میں خالد کو مستقبل کے جنگی رفقا میسر آئے اور بعد کے دنوں میں بھی۔ انھوں نے ان میں سے بیشتر کو اپنی صفوں میں پایا جن میں عمرو بن عاص، ضرار بن خطاب، عکرمہ بن ابی جہل، ابوسفیان بن حرب، صفوان بن امیہ اور سہیل بن عمرو وغیرہ شامل ہیں۔ بعض سے ان کی ملاقات اپنے دشمنوں کی صفوں میں ہوئی جن میں طُلَیحہ بن خُوَیلد اور بنو اسد کے لوگ شامل ہیں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ 6ھ/628ء میں خالد قریش کے گھڑ سوار دستے کے کمانڈر ہیں اور حدیبیہ کے دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روک رہے ہیں۔

خالد رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرتے ہیں

اس سے اگلے سال 7ھ/629ء میں جب عمرۂ قضا ادا کیا گیا، خالد بن ولید غائب تھے اور ان کے بھائی ولید بن ولید رضی اللہ عنہ نے، جو مسلمان ہو چکے تھے، ان کے لیے مکہ میں ایک خط چھوڑا جس میں انھیں اسلام کی دعوت دی۔ انھوں نے خط پڑھا تو اسلام کے لیے سینہ کشادہ ہو گیا۔ انھوں نے مکہ کو خیرباد کہا اور مدینے ہجرت کر گئے۔

سفرِ ہجرت کے دوران میں خالد رضی اللہ عنہ اپنے ساتھی عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے کہتے ہیں: ''ہم اس لومڑ کی طرح ہیں جس پر ڈول بھر پانی ڈالا جائے تو وہ (اپنی کھوہ سے) بھاگ نکلے۔'' ان کی مراد یہ تھی کہ مکہ میں مسلمانوں نے قریش کا محاصرہ کیا اور ان پر دائرۂ حیات تنگ کر دیا، چنانچہ ان کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ چاہتے ہوئے یا نہ چاہتے ہوئے، ہر صورت میں مطیع ہو جائیں۔ سو ان کا حال اس لومڑ ہی کے مانند تھا جو کسی بل میں محصور ہو اور اس پر پانی ڈالا جائے تو وہ باہر نکل آئے۔

خالد رضی اللہ عنہ نے جو بات اس وقت اپنی فراست سے کہی تھی، اس کا ادراک قریش کے سرداروں کو نہ ہو سکا لیکن خالد رضی اللہ عنہ نے صورت حال ٹھیک ٹھیک بھانپ لی تھی اور اس کا تذکرہ انھوں نے اپنے شریک سفر سے کیا۔

جنگ مؤتہ میں شرکت

خالد ؓ 8ھ /629ء میں اسلام لائے۔اسی سال مؤتہ کا معرکہ لڑا گیا۔خالد بھی اس میں شریک ہوئے۔ یہ معرکہ گویا ان کے لیے ایک طرح کا امتحان تھا کہ آیا ان کا دل مکمل طور پر اسلام کے تابع ہوا یا نہیں۔لشکر کی قیادت رسول اللہ ﷺ کے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ ؓ کو سونپی گئی اور ان کا نائب جعفر بن ابی طالب ؓ کو مقرر کیا گیا۔ جعفر کے نائب کے طور پر عبداللہ بن رواحہ ؓ کو نامزد کیا گیا۔خالد ؓ کو اس معرکے میں کوئی منصب نہ ملا اور وہ ایک عام سپاہی کی حیثیت سے اس میں شریک ہوئے۔دوران جنگ میں تینوں سپہ سالار یکے بعد دیگرے شہید ہو گئے تو نہایت مایوس کن حالات میں مسلمانوں نے خالد بن ولید ؓ کو اپنا قائد منتخب کیا۔اس صورت حال میں مسلمانوں کے پاس صرف ایک راستہ تھا کہ وہ جنگ

کرک (اردن) میں غزوۂ مؤتہ کے شہداء کی یادگار جس کے پیچھے **مسجد جعفر بن ابی طالب** نظر آ رہی ہے۔

یادگار پر مرقوم شہدائے مؤتہ کے نام: زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب، عبداللہ بن رواحہ، مسعود بن الاسود، وہب بن سعد عباد بن قیس، الحارث بن نعمان، سراقہ بن عمرو، ابوکلیب بن عمرو، جابر بن عمرو، عامر بن سعد، عمرو بن سعد رضی اللہ عنہم

سے ہاتھ کھینچ کر واپس ہو جائیں لیکن یہ بھی آسان نہ تھا، بالآخر خالد رضی اللہ عنہ ان کو لڑاتے ہوئے صحیح سلامت میدان جنگ سے نکال کر لے آئے اور مسلمان ایک بڑے نقصان سے بچ گئے۔

فتح مکہ میں شرکت

10 رمضان 8ھ / اوائل جنوری 630ء کو مسلمان فتح مکہ کے لیے روانہ ہوئے اور خالد رضی اللہ عنہ اس دستے کی کمان کر رہے تھے جو مکہ کے جنوب میں لیط کی جانب سے شہر میں داخل ہوا۔ اسی طرح انھوں نے نبی ﷺ کی ہمراہی میں حنین اور ثقیف کے غزوات میں شرکت کی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو سنا، آپ فرماتے تھے:

[نِعْمَ عَبْدُاللهِ وَأَخُو الْعَشِيرَةِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ، وَسَيْفٌ مِّنْ سُيُوفِ اللهِ سَلَّهُ عَزَّوَجَلَّ عَلَى الْكُفَّارِ وَالْمُنَافِقِينَ]

”خالد بن ولید اللہ کا اچھا بندہ اور اچھے خاندان کا ہے، اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے جو اس نے کافروں اور منافقوں پر سونتی ہے۔“ (مسند احمد: 8/1)

اس کے بعد خالد ”سیف اللہ“ کے لقب سے معروف ہو گئے۔ نبی ﷺ کے وفات پاتے ہی 11ھ / 632ء میں ارتداد کی آگ بھڑک اٹھی، چنانچہ مرتدین کی سرکوبی کے لیے لڑی گئی جنگوں کے ہیرو خالد بن ولید رضی اللہ عنہ ہی ہیں جنھوں نے ارتداد کے مضبوط ترین بازوؤں بنو اسد، بنو تمیم اور بنو حنیفہ کو کاٹ ڈالا۔

فتح عراق میں شرکت

پھر خالد رضی اللہ عنہ کو عراق کے جنوب سے حیرہ تک کے علاقوں کو فتح کرنے کی مہم سونپی گئی اور ان کے مقابلے میں عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ پر یہ ذمہ داری ڈالی گئی کہ وہ شمال میں مصیخ سے شروع ہوں اور حیرہ تک کے علاقے فتح کرتے جائیں۔ اور یہ طے ہوا کہ ان دونوں میں سے جو سپہ سالار پہلے حیرہ پہنچ جائے وہ اگلے مرحلے، یعنی فتح مدائن کے لیے دوسرے کا قائد ہوگا۔

چنانچہ خالد رضی اللہ عنہ نے پندرہ معرکوں میں فتح حاصل کی جبکہ عیاض بن غنم رضی اللہ عنہ سفر کے آغاز ہی میں دومۃ الجندل کے پاس ٹھہر گئے اور خالد سے مدد طلب کی۔ خالد عراق سے ان کی جانب روانہ ہوئے، علاقہ فتح کیا اور عیاض کو ان کے لشکر سمیت اپنی فوج میں شامل کر لیا۔

فتح شام میں شرکت

بعد ازاں فتح شام کی جنگی کارروائیوں میں خالد رضی اللہ عنہ کی ضرورت پیش آئی، چنانچہ خلیفۂ رسول ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انھیں حکم دیا کہ وہ اپنا نصف لشکر لے کر عراق سے شام کی جانب روانہ ہوں۔ خالد رضی اللہ عنہ نے نہایت تیز رفتاری سے صحرائے ساوہ کو شمال سے پار کیا اور بصری الشام پہنچ گئے، پھر انھوں نے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات تک شام کی جنگوں کی کمان کی۔

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے زمام خلافت سنبھالی تو انھوں نے خالد رضی اللہ عنہ کو معزول کر دیا۔ معزولی کے اسباب کے متعلق ہم اپنی کتاب ”مدائن کی طرف یلغار“ میں بحث کر چکے ہیں۔

نِعْمَ عَبْدُاللّٰهِ وَأَخُوالْعَشِيرَةِ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيدِ

وَسَيْفٌ مِّنْ سُيُوفِ اللّٰهِ سَلَّهُ عَزَّوَجَلَّ

عَلَى الْكُفَّارِ وَالْمُنَافِقِينَ

حمص کی قدیم مسجد خالد بن ولید

خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے معرکے

اب ہم ان معرکوں کا اشاریہ پیش کرتے ہیں جن میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے شجاعت کے جوہر دکھائے:

معرکہ	تاریخ
غزوۂ احد	شوال 3ھ / مارچ 625ء
غزوۂ خندق یا احزاب	شوال 5ھ / مارچ 627ء
جنگ مؤتہ	جمادی الاولیٰ 8ھ / اگست 629ء
فتح مکہ	رمضان 8ھ / نومبر 629ء
غزوۂ حنین / غزوۂ طائف	شوال 8ھ / دسمبر 629ء
جنگ بزاخہ [1]	11ھ / 632ء
جنگ ذات السلاسل	محرم 12ھ / مارچ 633ء
جنگ مذار	یکم صفر 12ھ / 17 اپریل 633ء
جنگ ولجہ	22 صفر 12ھ / 8 مئی 633ء
جنگ اُلَیس	25 صفر 12ھ / 11 مئی 633ء
جنگ امغیشیا	28 صفر 12ھ / 14 مئی 633ء
جنگ مقر	ربیع الاول 12ھ / مئی 633ء
جنگ حیرہ	ربیع الاول 12ھ / مئی 633ء
جنگ انبار	4 رجب 12ھ / 15 ستمبر 633ء
جنگ عین التمر	11 رجب 12ھ / 23 ستمبر 633ء
جنگ دُومۃ الجندل	24 رجب 12ھ / 4 اکتوبر 633ء
جنگ مصیَّخ	19 شعبان 12ھ / 29 اکتوبر 633ء
جنگ ثَنِیّ	23 شعبان 12ھ / 2 نومبر 633ء
جنگ زمیل ورضاب	23 شعبان 12ھ / 2 نومبر 633ء
جنگ فراض	15 ذی قعدہ 12ھ / 21 جنوری 634ء

[1] بزاخہ: بنواسد یا بنو طے کا چشمہ تھا جہاں جھوٹے مدعی نبوت طُلَیحہ بن خُوَیلد اسدی نے شکست کھائی۔ بعد میں اس نے دوبارہ اسلام قبول کر لیا۔
(معجم البلدان: 408/1)

معرکہ	تاریخ
مرج الصفر میں جنگ غسان	19 صفر 13 ھ / 25 اپریل 634ء
فتح بُصریٰ	25 ربیع الاول 13 ھ / 29 مئی 634ء
جنگ اجنادین	27 جمادی الاولیٰ 13 ھ / 29 جولائی 634ء
جنگ مرج الصفر	17 جمادی الآخرہ 13 ھ / 18 اگست 634ء
جنگ فحل وبیسان	28 ذی قعدہ 13 ھ / 23 جنوری 635ء
فتح دمشق	15 رجب 14 ھ / 3 ستمبر 635ء
فتح بعلبک	25 ربیع الاول 15 ھ / 6 مئی 636ء
فتح حمص	21 ربیع الآخر 15 ھ / 2 جون 636ء
جنگ یرموک	5 رجب 15 ھ / 13 اگست 636ء

مسجد خالد بن الولید (کوالالمپور) جو ملائیشیا میں اس بے مثال سپہ سالار اسلام سے محبت کی علامت ہے
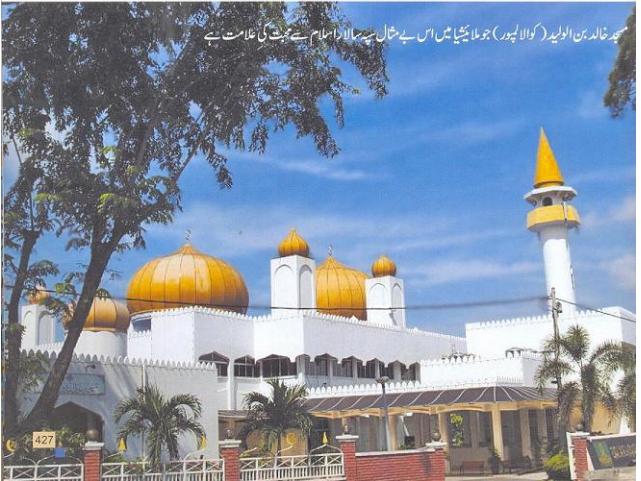
رافع بن عُمَیرہ طائی رضی اللہ عنہ

یہ راستوں کے رہبر تھے۔ ان کی نسبت سنبسی ہے۔ ان کی قوم کی آبادیاں نجد میں ''جبل اجا'' کے نواح میں ریگستان کے قریب واقع تھیں۔ رافع دورِ جاہلیت میں چور تھے۔ وہ اونٹوں کو چُرا کر صحرائے نفود کی جانب ہانک لے جاتے جہاں پانی کی عدم موجودگی کی وجہ سے اونٹوں کے مالک ان کا تعاقب نہ کر پاتے لیکن یہ وہاں پہلے سے شترمرغ کے انڈوں میں پانی چھپا کر انھیں ریت میں دبا آتے تھے۔

اس عظیم صحرا کے راستوں سے وہ سب سے زیادہ واقف تھے۔ رافع پہلے عیسائی تھے اور ان کا نام سرجس تھا، پھر اسلام لے آئے۔ وہ سریۂ ذات السلاسل میں شرکت کے لیے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ہمراہ نکلے۔ کجاوے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان کے ساتھی بنے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انھیں اپنے بستر پر سلاتے اور پہننے کو اپنا لباس دیتے تھے۔

رافع رضی اللہ عنہ جنگوں میں راستوں کے رہبر کی حیثیت سے معروف ہوئے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے بہت سفر کیے حتی کہ راستوں کو اچھی طرح پہچان کر یاد کر لیا۔ اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ڈیل ڈول مضبوط تھا، تبھی وہ زیادہ سفر کی مشقتیں جھیلنے پر قادر ہوئے، اور یہ بھی کہ ان میں سمتوں کا تعین کرنے اور مسافتوں کا اندازہ لگانے کی تیز حس موجود تھی۔

فتوحات میں رافع رضی اللہ عنہ کے مشہور کارنامے

محرم 12ھ / مارچ 633ء میں رافع رضی اللہ عنہ نباج سے حفیر تک سپہ سالار خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے رہبر تھے جنھیں فتح عراق کی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔
پھر ان کا ذکر اس وقت ملتا ہے جب خالد نے دس ہزار مسلمانوں کے جلو میں صحرائے سماوہ عبور کرنا چاہا، چنانچہ انھوں نے رہبروں کو بلوایا اور حیرہ سے عین التمر اور وہاں سے دُومہ کو روانہ ہوئے اور خشک زمین پر سفر کرتے ہوئے قراقر جا پہنچے، پھر پوچھا: ''کوئی ایسا راستہ ہے کہ میں رومی لشکروں

مسجد عمر (دومۃ الجندل، سعودی عرب)
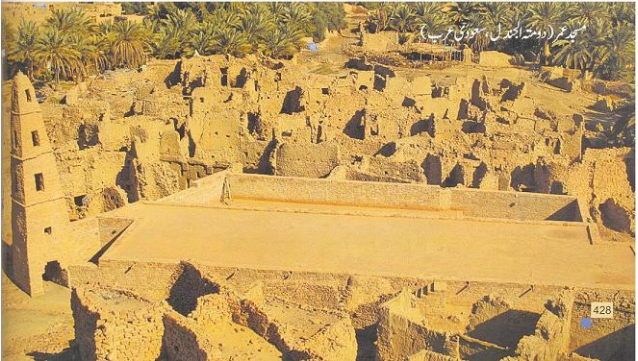
کے عقب سے نکل جاؤں کیونکہ میں ان کے سامنے سے نکلا تو وہ مجھے مسلمانوں کی مدد سے روک دیں گے؟'' اس کی وجہ یہ تھی کہ الجزیرہ کے علاقے میں رومیوں کی کچھ فوجیں جمع تھیں اور شام کو راستہ وہاں سے گزر کر جاتا تھا۔

سب نے کہا: ''ہمیں صرف ایک راستے کا علم ہے جہاں سے لشکروں کا گزرنا ممکن نہیں اور اُدھر سے بیک وقت صرف ایک سوار گزر سکتا ہے، لہٰذا مسلمانوں کو ہلاکت میں مت ڈالیے گا۔'' کسی نے اس راستے کو اختیار کرنے کی حمایت نہ کی، البتہ رافع بن عمیرہ رضی اللہ عنہ نے ڈرتے ڈرتے کہا:

''گھوڑوں اور سامان کے ساتھ آپ اس راستے پر ہرگز سفر نہیں کر سکیں گے۔ اللہ کی قسم! اس راستے سے تو اکیلا سوار بھی خوف کھاتا ہے اور فریب خوردہ ہی اسے اختیار کرتا ہے۔ یہ پانچ ہلاکت خیز راتوں کا سفر ہے جن میں پینے کو ایک قطرہ پانی کا نصیب نہیں ہوتا۔''

خالد رضی اللہ عنہ نے اصرار کیا تو رافع رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اگر ایسا ہی ہے تو بہت سا پانی جمع کر لیں اور جو شخص اپنی اونٹنی کو کانوں تک پانی سے بھر سکتا ہے بھر لے کیونکہ یہ ہلاکتوں کا راستہ ہے۔ ہاں، مگر جس سے اللہ بچا لے۔'' پھر رافع رضی اللہ عنہ نے بیس موٹے تازے اونٹ منگوائے اور انھیں پانی سے دور رکھ کر شدید پیاس دلائی، پھر انھیں خوب پانی پلایا اور ان کے ہونٹ کاٹ کر ان کے مونہوں کو باندھ دیا کہ جگالی نہ کریں اور پانی ان کے معدوں میں محفوظ رہے۔

پھر وہ جہاں کہیں پڑاؤ ڈالتے، گھوڑوں کو پانی پلانے کے لیے ان میں سے چار اونٹ ذبح کر دیتے، البتہ مجاہدین خود وہ پانی پیتے جو انھوں نے ساتھ اٹھا رکھا تھا۔ یہ اپریل کا مہینہ تھا۔

مسجد عمر (بصری الشام)

پانچویں دن جب رافع آشوبِ چشم میں مبتلا تھے اور مسلمان دہشت زدہ تھے کہ وہ راستہ کھو بیٹھے ہیں، رافع رضی اللہ عنہ نے عوسج درخت کی جڑیں ڈھونڈ لیں جنھیں وہ بطورِ نشانی یاد رکھے ہوئے تھے۔ مسلمانوں نے وہاں سے زمین کھودی تو پانی نکل آیا۔

رافع نے خالد رضی اللہ عنہ سے کہا: واللہ! اے امیر! تیس برس ہوتے ہیں اور میں ابھی لڑکا تھا جب میں نے اپنے باپ کے ساتھ یہاں پانی پیا تھا۔'' اس سے ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس وقت ان کی عمر لگ بھگ چالیس برس تھی۔

پھر رافع ان کو لے کر سوئی سے تدمر اور وہاں سے غوطۂ دمشق اور پھر بُصریٰ پہنچے۔ حیرہ سے بُصریٰ تک کی مسافت انھوں نے صرف 18 دنوں میں طے کی اور دو دن کا سفر ایک دن میں کرتے رہے۔

علاوہ ازیں فتح بُصریٰ میں خالد رضی اللہ عنہ کے لشکر کے میمنہ کی کمان رافع رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی۔ وہ آخری عمر میں اپنی قوم کے سردار ہوئے۔ ان سے طارق بن شہاب اور شعبی نے حدیث روایت کی ہے۔ رافع بن عُمیرہ رضی اللہ عنہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری ایام (23ھ/643ء) میں فوت ہوئے جبکہ ان کی عمر تقریباً پچاس برس تھی۔
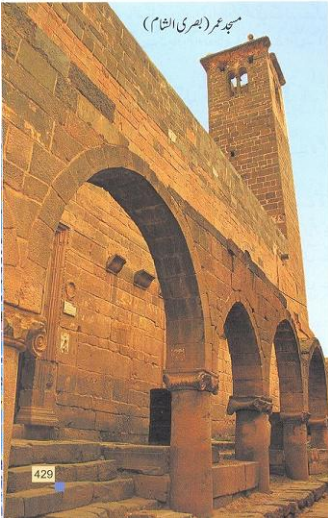
مثنّٰی بن حارثہ شیبانی رضی اللہ عنہ

عرب کے قبائل حج کے لیے مکہ جاتے تو نبی کریم ﷺ اُن کے سامنے اسلام پیش کرتے۔ مثنّٰی بن حارثہ اور ان کی بیوی سُلمٰی بنت خصفہ بھی بنو شیبان کے ایک قافلے میں مکہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے سامنے یہ آیات تلاوت کیں:

﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ﴾

''کہہ دیجیے: آؤ میں پڑھ کر سناتا ہوں جو کچھ تمھارے رب نے تم پر حرام کیا ہے، یہ کہ تم اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو، اور اپنی اولاد کو تنگدستی کے ڈر سے قتل نہ کرو۔ ہم تمھیں بھی اور انھیں بھی رزق دیتے ہیں، اور بے حیائی کے کاموں کے قریب نہ جاؤ، خواہ وہ ظاہر یا چھپے ہوئے ہوں۔'' (الأنعام 6:151)

مسجد الحرام (مکہ مکرمہ)
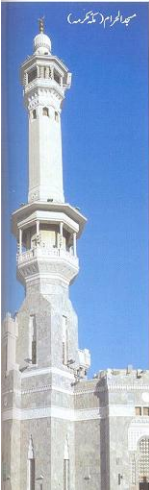
اور فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۚ﴾

''بے شک اللہ عدل اور احسان اور قرابت داروں کو دینے کا حکم دیتا ہے، اور بے حیائی، برے کام اور ظلم وزیادتی سے روکتا ہے۔'' (النحل 16:90)

مثنّٰی نے کہا: ''میں نے آپ کی بات سنی اور پسند کی اور آپ نے جو کلام پڑھا وہ بھی مجھے اچھا لگا۔ لیکن بات یہ ہے کسریٰ نے ہم سے عہد لیا ہے کہ ہم کوئی تحریک چلائیں گے نہ کسی تحریک چلانے والے کو پناہ دیں گے۔ اور شاید یہ معاملہ جس کی آپ ہمیں دعوت دے رہے ہیں انھی معاملات میں سے ہے جنھیں بادشاہ ناپسند کرتے ہیں، تاہم اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی مدد کریں اور اپنے ہاں کے عربوں سے آپ کی حفاظت کریں تو ہم ایسا کرنے کو تیار ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا:

[مَا أَسَأْتُمْ إِذَا أَفْصَحْتُمْ بِالصِّدْقِ، إِنَّهُ لَا يَقُومُ بِدِينِ اللهِ إِلَّا مَنْ حَاطَهُ بِجَمِيعِ جَوَانِبِهِ]

''تم نے سچ، صاف صاف کہہ کر برا نہیں کیا، بلاشبہ اللہ کے دین کو وہی قائم کرے گا جو مکمل طور پر اس کو سمجھ لے۔''

(معرفة الصحابة لأبي نعيم :274/18، و أسد الغابة :241/5)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مثنّٰی نے اس ملاقات میں اسلام قبول نہ کیا، البتہ بعد میں وہ اسلام لے آئے تھے۔ اور یہ بھی پتا چلتا ہے کہ مثنّٰی رضی اللہ عنہ گفتگو کا سلیقہ جانتے تھے، حکمت و دانائی اور اچھے اخلاق جیسی خوبیوں سے آراستہ تھے اس کے ساتھ ساتھ وعدے کی پاسداری کا شعور بھی رکھتے تھے، چنانچہ انھوں نے کسریٰ کے ساتھ کیے ہوئے عہد کو توڑنا درست نہ سمجھا۔

بنوشیبان، قبیلہ ربیعہ کے ایک خاندان بنوبکر بن وائل بن قاسط کی شاخ ہیں۔ اور مثنّٰی کا نسب نامہ یوں ہے:

''مثنّٰی بن حارثہ بن سَلَمہ بن ضَمْضَمُ بن سعید بن ذُہل بن شیبان بن ثعلبہ۔''

ربیعہ کی آبادیاں خلیج کے کناروں پر الجزیرہ اور عراق سے بحرین تک پھیلی ہوئی تھیں۔ یہ آبادیاں شہروں اور بستیوں کی شکل میں نہ تھیں بلکہ وہ لوگ خانہ بدوش تھے جو خیموں اور شامیانوں میں رہتے تھے۔

مثنّٰی رضی اللہ عنہ نے چچازاد بھائیوں بنوتغلب بن وائل اور بنوتمیم کے ساتھ اپنے قبیلے کے جنگی ماحول میں پرورش پائی۔ وہ شجاعت، گھڑسواری میں مہارت، سچائی، حوصلے اور جفاکشی کی بے پناہ خوبیوں کی بدولت اپنی قوم کے سردار بنے۔ جنگی فنون پر اُن کی گہری نظر تھی۔ انھوں نے عراق کے مختلف علاقوں پر یلغار کی اور ان میں ایرانیوں سے لڑائی کی ہمت بھی موجود تھی۔

مؤرخ ابن اثیر رحمہ اللہ رقمطراز ہے: ''اسلام آیا اور عرب میں بنوشیبان سے بڑھ کر کوئی گھرانہ معزز، ہمسایوں کے لیے محفوظ اور زیادہ اتحادیوں والا نہ تھا۔'' (الکامل فی التاریخ :482/1)

مثنّٰی بن حارثہ رضی اللہ عنہ جب مرتدین کے تعاقب میں طاسِ فرات کے اندر ایرانی علاقوں میں داخل ہو گئے اور اُن کی خبریں خلیفۂ رسول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہنچیں تو انھوں نے پوچھا: ''یہ کون ہے جس کے احوال و واقعات اُس کے نسب کی پہچان سے پہلے ہم تک پہنچ رہے ہیں؟''

بنوتمیم کے دانا قیس بن عاصم رضی اللہ عنہ، جو جاہلیت میں بنوشیبان کے حریف تھے، دربار خلافت میں حاضر تھے، وہ بولے: ''یہ آدمی گمنام نہیں۔ اس کا حسب و نسب مجہول ہے نہ اس کا خاندان گھٹیا ہے۔ یہ مثنّٰی بن حارثہ شیبانی ہے۔''

پھر مثنّٰی رضی اللہ عنہ مدینہ آئے اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ انھیں اپنی قوم کا امیر بنا دیا جائے تاکہ وہ اپنے ہاں کے ایرانیوں سے لڑائی کریں اور مسلمانوں کو اُس طرف سے بے فکر کر دیں۔

خلیفۂ رسول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن کی یہ درخواست قبول کی، چنانچہ انھوں نے اپنی ذمہ داری خوب نبھائی، پھر ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن کو لکھا:

''میں نے خالد بن ولید کو امارت سونپی ہے، لہٰذا تم اُس کے ساتھ ہو جاؤ۔''

مثنّٰی رضی اللہ عنہ اس وقت کوفہ کے اطراف میں تھے اور اُن کے ہمراہ چار ہزار کا لشکر تھا، چنانچہ وہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی فوج میں شامل ہو گئے اور لشکر کی تعداد اٹھارہ ہزار ہو گئی۔ خالد کے ہراول دستے کی کمان مثنّٰی کے ہاتھ میں تھی۔ وہ خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ ذات السلاسل، مذار، ولجہ، الّیس اور مقرّ کے معرکوں اور ربیع الاول 13ھ / مئی 634ء میں حیرہ کی فتح میں شامل رہے۔ اور وہ مثنّٰی رضی اللہ عنہ ہی تھے جنھوں نے فتح حیرہ کے دوران میں ابن بقیلہ کے قلعے کا محاصرہ کیا تھا، پھر وہ مدائن کی طرف تعینات محافظ دستے کے کمانڈر بنے۔

دریں اثناء خالد رضی اللہ عنہ عراق سے نصف لشکر لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے اور مثنّٰی رضی اللہ عنہ باقی نصف لشکر کے سپہ سالار مقرر ہوئے۔ انھوں نے بابل کے معرکے میں ایرانیوں پر فتح حاصل کی۔ پھر ایک مہم روانہ ہوئی جس کی قیادت ابوعبید بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ کر رہے تھے۔ مثنّٰی نے اس مہم میں ہراول دستے کی کمان کی اور ان کے ہمراہ نمارق، سقاطیہ اور باقسیاثا کے معرکوں میں شریک ہوئے۔
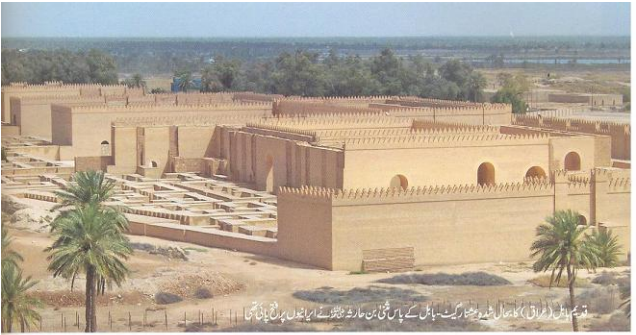
قدیم بابل (عراق) کا بحال شدہ عشتار گیٹ۔ بابل کے پاس مثنّیٰ بن حارثہ ؓ نے ایرانیوں پر فتح پائی تھی

ان کے بعد جنگ جسر ہوئی جس میں ابوعبید نے مثنّیٰ کی رائے سے اختلاف کیا اور دریا عبور کر لیا تاکہ وہاں بہمن جادویہ کی قیادت میں موجود ایرانی لشکر سے لڑائی کریں، چنانچہ مسلمان شکست سے دوچار ہوئے اور ابوعبید ؓ شہید ہو گئے۔

مثنّیٰ ؓ بڑی مشکل سے باقی ماندہ مسلمانوں کو وہاں سے نکالنے میں کامیاب ہوئے جبکہ وہ خود بھی زخمی ہو چکے تھے۔ یہ جسر کا معرکہ تھا۔ اس میں زخمی ہونے کے باوجود مثنّیٰ اگلے دن الّیس کی جانب نکلے تو اُن کی مٹھ بھیڑ ایرانیوں کے چند سالاروں سے ہو گئی جو جسر کے دن فرار ہو کر دور نکل گئے تھے۔ مثنّیٰ نے انھیں گرفتار کر لیا۔

ادھر مدینہ میں مسلمان جسر کی شکست سے بہت غمگین ہوئے اور امیر المومنین عمر فاروق ؓ جلدی جلدی پورے جزیرہ نمائے عرب سے فوجیں اکٹھی کر کے عراق بھیجنے لگے۔ دوسری طرف رستم نے مدائن سے اپنے گھڑ سواروں کا لشکر بھیجا جس کی کمان مہران بن باذان کر رہا تھا۔ مثنّیٰ ؓ تیزی سے اُس کی جانب بڑھے۔ بویب کے مقام پر اُن کا آمنا سامنا ہوا اور انھوں نے مہران کو شکست فاش دی۔ اس معرکے میں مہران اور ایرانیوں کے ہزاروں فوجی قتل ہوئے۔ مثنّیٰ ؓ کے بھائی مسعود بن حارثہ بھی شہید ہوئے۔ اس موقع پر مثنّیٰ اپنی فوج سے مخاطب ہوئے جبکہ جنگ ابھی جاری تھی:

''اے مسلمانوں کی جماعت! میرے بھائی کی شہادت تمھیں گھبراہٹ میں نہ ڈال دے۔ تمھارے بہترین لوگ اسی طرح شہید ہوتے رہے ہیں۔''

پھر مثنّیٰ ؓ نے ایرانیوں کے تعاقب میں فوجیں روانہ کیں جو ساباط اور دریائے دجلہ تک پہنچ گئیں۔ اس تعاقب میں ان سب لوگوں نے حصہ لیا جو جسر کے معرکے میں شریک تھے تاکہ اُس شکست کا بدلہ لے کر ان کے سینے ٹھنڈے ہو جائیں اور اُن میں یقین و ثبات کی روح لوٹ آئے۔

لڑائی کے بعد مثنّیٰ نے اپنے لشکر کے ساتھ نشست کی جس میں انھوں نے جنگ کے متعلق باہم گفتگو کی۔

مثنّیٰ ؓ جیسے لڑائی میں بہادر تھے ویسے ہی اپنے آپ پر تنقید کرنے میں بھی دلیر تھے، کہنے لگے:

''میں ایک بار بے بس رہا لیکن اللہ تعالیٰ نے اُس بے بسی کے شر سے یوں بچا لیا کہ میں نے اُن سے پہلے پل تک پہنچ کر اُسے کاٹ دیا

اور انھیں مصیبت میں ڈال دیا۔ میں دوبارہ ایسا نہیں کروں گا۔ اور اے لوگو! تم بھی دوبارہ ایسا مت کرنا کیونکہ یہ میری لغزش تھی۔ کسی کو تنگ کرنا درست نہیں، ہاں مگر وہ جو باز نہیں آسکتا۔''

مثنٰی رضی اللہ عنہ کی رائے یہ تھی کہ جب دشمن کو کسی تنگ جگہ محصور کر دیا جائے اور اُس میں ابھی مزاحمت کی رمق باقی ہو تو اس بے بسی کے عالم میں اُس کے سامنے صرف ایک راستہ رہ جاتا ہے کہ وہ جان توڑ لڑائی کرے اور حملہ آوروں سے زیادہ قربانیاں پیش کرے لیکن اگر اُس کے لیے فرار اور نکل جانے کے دروازے کھول دیے جائیں تو تعاقب کی کارروائیوں میں اُس کی بیخ کنی زیادہ مؤثر طریقے سے کی جاسکتی ہے کیونکہ بھاگتے دشمن کا مقابلہ اُس دشمن سے کہیں آسان ہے جو بے بسی کے عالم میں جان توڑ لڑائی کے لیے تیار ہو۔ ہاں، اگر دشمن مضبوط ہونے کی وجہ سے اپنے مقابلے میں نہ آنے دے تو محاصرہ کر کے اُسے تباہ و برباد کر دینے میں کوئی حرج نہیں۔

پھر مثنٰی رضی اللہ عنہ نے تیزی سے اپنے حفاظتی دستوں کو ترتیب دیا اور جلدی جلدی عراق کے اطراف پر حملے کی تیاریاں مکمل کیں۔ حملے سے پہلے وہ ساری تحقیقات مکمل کر چکے تھے کہ اہداف تک مسافت کتنی ہے، آرام اور زادِ راہ حاصل کرنے کے مقامات کہاں کہاں ہیں، علاوہ ازیں منزل تک پہنچنے میں وقت کتنا لگے گا، ہماری رفتار کیا ہے اور دشمن کس رفتار سے بڑھ رہا ہے؟ مثنٰی کا ارادہ تھا کہ وہ اپنی فوج کو وافر مقدار میں مالِ غنیمت حاصل کرنے کا موقع دیں اور اپنے دشمن کو اس سے محروم رکھیں، چنانچہ ابتدائی حملے انھوں نے ان سالانہ بازاروں پر کیے جو خنافس اور بغداد میں لگائے جاتے تھے۔ بغداد ان دنوں دریائے دجلہ کے مشرقی کنارے پر ''مدائن'' کے قریب واقع ایک چھوٹا سا شہر تھا۔

مثنٰی رضی اللہ عنہ نے خوب سوچ بچار کی اور بازار پر اچانک حملہ آور ہونے سے قبل اپنے ارادوں کی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی تاکہ بازار میں موجود نہایت قیمتی مال سونا، چاندی اور ریشم وغیرہ حاصل کیا جاسکے۔

وہ اپنے اصل اہداف سے ہٹ کر یلغار کرتے تاکہ دشمن کی نظر اپنے حقیقی ہدف سے پھیر دیں، اور راستوں پر انھوں نے پہرے بٹھا رکھے تھے کہ ان کی کارروائیاں مکمل ہونے تک ان کی خبر ''مدائن'' نہ پہنچنے پائے۔ ہر بار انھوں نے بھرپور حملہ کر کے دشمن کو نقصان پہنچایا اور چھپ چھپا کر بخیر و عافیت واپس آگئے۔ ان کی یلغاروں کا دائرہ کباث، صفین اور قصر شاپور تک پھیلا ہوا تھا۔ ان فتوحات سے ان کی ایک ممتاز صلاحیت سامنے آئی کہ وہ تعاقب کرنے اور اچانک حملہ کرنے میں فائق اور جدید ترین مفہوم کے مطابق چھاپہ مار جنگ کے ماہر تھے۔

دوسری طرف ایرانیوں نے یزدگرد کو بادشاہت سونپنے اور رستم کو وزیر دفاع بنانے پر اتفاق کیا اور نئے سرے سے فوج اکٹھی کرنی شروع کی اور مثنٰی رضی اللہ عنہ کے خلاف کارروائی کی تیاری کی جس کی مثنٰی کو توقع نہ تھی۔ وہ جانتے تھے کہ ان کے لشکر کی تعداد کم ہے، چنانچہ وہ بلا تاخیر اُسے عراق سے نکال کر صحرا میں لے گئے اور وہاں نئی کمک کا انتظار کرنے لگے۔

حضرت مثنٰی رضی اللہ عنہ شراف میں تھے جب ان کے جنگ جسر میں لگے زخم کھل گئے۔ ان کے ہمراہ دو ہزار سپاہی تھے اور وہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔ اس زخمی حالت میں بھی انھوں نے نہایت سرگرمی کا مظاہرہ کیا اور جنگ بویب کے بعد کی یلغاروں میں عراق کے جنوب سے شمال تک بھرپور تگ و تاز کی تھی۔ اب انھوں نے محسوس کیا کہ موت کا وقت قریب ہے، چنانچہ اپنے بھائی معنّٰی بن حارثہ کے ہاتھ سعد رضی اللہ عنہ کو وصیت لکھ بھیجی:

''ایرانیوں سے اس حالت میں جنگ نہ کرنا جب وہ اور ان کے سردار اکٹھے ہو کر اپنے گڑھ میں جمے بیٹھے ہوں، بلکہ ان کے ملک کی سرحدوں پر ان سے لڑنا، یوں کہ تمھارا ایک قدم سرزمین عرب کے آخری پتھر پر ہو تو دوسرا سرزمین عجم کی آخری بستی میں ہو۔ اگر اللہ

تعالیٰ نے مسلمانوں کو ان پر غلبہ عطا کیا تو سرحدوں سے آگے کا علاقہ بھی انھی کا ہے۔ لیکن اگر معاملہ اس کے برعکس ہوا تو مسلمان واپس آسکیں گے اور اپنی جمعیت دوبارہ اکٹھی کر لیں گے۔ بعد ازاں ان کے پاس راستے کھلے ہوں گے اور زمین اپنی ہوگی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ان کو پھر سے دشمن پر فتح عطا فرمائے گا۔''

یہ ان کے جنگی تجربات کا نچوڑ تھا۔

مثنیٰ رضی اللہ عنہ صحرا میں پیدا ہوئے، وہیں پلے بڑھے، وہیں فوت ہوئے اور اُسی کی ریت تلے لحد نے ان کو اپنی آغوش میں لیا۔ ان کی تلوار دنیا کی اصلاح کے لیے چلتی رہی، تاہم وہ دنیاداری سے کوسوں دور تھے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے رحمت کی دعا کی اور ان کی وصیت پر عمل کیا جس کی پیروی میں ''جنگ قادسیہ'' لڑی گئی۔

صحرائے عرب کا ایک گوشہ

یہ امر افسوسناک ہے کہ ہمیں تاریخی مصادر میں اس جری شہسوار قائد کے متعلق فتوحات کے دائرے سے باہر زیادہ معلومات نہیں ملتیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ان کی زوجہ سلمیٰ بنت خصفہ اور دو بھائیوں معنیٰ اور مسعود کے علاوہ کسی کو نہیں جانتے، نہ ہم ان کی اولاد کے بارے میں کچھ جانتے ہیں اور نہ وفات تک زندگی کے کسی مرحلے میں ان کی عمر کے متعلق معلومات حاصل کر سکے ہیں۔

جب ہم مثنیٰ بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے جہاد فی سبیل اللہ پر نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں ان کے حسب ذیل امتیازات نمایاں طور پر دکھائی دیتے ہیں:

① ان کے لیے جب بھی ممکن ہوتا لڑائی کے لیے ایسی زمین پسند کرتے جو اپنی خوبیوں کی بدولت پہلے سے ان کی نظر میں ہوتی تھی۔

② وہ دشمن کے مفتوحہ علاقے کو زیر قبضہ رکھنے پر اتنی توجہ نہیں دیتے تھے جتنی کہ ان کی نگاہ دشمن کی افواج کو شکست دینے پر مرکوز رہتی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ عموماً وہ دشمن کی زمین چھوڑ کر صحرا کی جانب نکل جاتے تھے۔

③ وہ جنگ کے ماہر اور معلم تھے۔ جنگوں کے دوران میں اور ان کے اختتام پر ان کے بارے میں اپنے لشکر سے گفت وشنید کرتے تھے۔

④ وہ غلطی سے ہمیشہ سبق حاصل کرتے تھے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ انھوں نے جنگ بویب کے بعد اپنے آپ پر تنقید کی اور اپنی غلطی کا اعتراف کر کے یہ اعلان کیا کہ وہ آیندہ اسے نہیں دہرائیں گے اور اپنے ساتھیوں سے بھی کہا کہ وہ اس معاملے میں غیر مشروط طور پر ان کی پیروی نہ کریں۔

⑤ اچانک حملہ، تعاقب اور جدید ترین مفہوم کی رُو سے ''چھاپہ مار جنگ'' ان کے معرکوں کی نمایاں خوبیاں ہیں۔

⑥ مثنی رضی اللہ عنہ جنگی نفسیات کے ماہر اور نفسیاتی رہنمائی فراہم کرنے میں طاق تھے۔ وہ بہادر، پختہ کار اور دوراندیش تھے۔ اپنی فوج سے محبت کرتے تھے اور ان کی فوج ان سے محبت کرتی تھی۔ وہ ان کی ہمت بڑھانے اور ان کو صبر کی تلقین کرنے کی ضرورت سے باخبر تھے اور اپنے بھائی کی شہادت کے موقع پر ان کا ردعمل اس کی بہترین مثال ہے۔ وہ اپنی فوج سے دشمن کے نفسیاتی رعب کو ختم کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ وہ ایک رول ماڈل کے کردار سے بخوبی آگاہ تھے، چنانچہ وہ بھی اپنے ساتھیوں کے لیے ایک اچھا نمونہ تھے۔

⑦ ان میں یہ صلاحیت بھی موجود تھی کہ اپنے تجربوں کو اصول و نظریات کی شکل میں ڈھال کر انھیں واضح کرتے رہیں تاکہ ان کے ساتھی ان پر عمل کر سکیں۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو پہلے پہل اسلام لائے۔ وہ دس صحابۂ کرام جنھیں جنت کی بشارت دی گئی ان میں سے ایک سعد رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ وہ ان دس صحابہ میں سے سب سے آخر میں فوت ہوئے۔ یہ ان چھ آدمیوں میں بھی شامل ہیں جنھیں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے بعد خلافت کے لیے نامزد کیا تھا کہ ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کر لیا جائے اور ان لوگوں میں بھی شامل ہیں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری زندگی راضی رہے۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اس بہادر گھڑ سوار دستے کے سپاہی تھے جو غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کیا کرتا تھا۔ وہ مسلمانوں کے پہلے آدمی تھے جنھوں نے اللہ کی راہ میں تیر پھینکا اور ان معدودے چند تیر اندازوں میں سے ایک تھے جن کا نشانہ خطا نہیں جاتا تھا۔

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ ہی ہیں جنھوں نے قادسیہ میں ایرانی مجوسیوں کے خلاف، جن کی قیادت رستم کر رہا تھا، ایک شاندار کامیابی حاصل کی اور تمام عراق کے علاوہ فارس کے بعض علاقے فتح کر لیے۔

کوفہ کے شہر کو بطور ایک جنگی مرکز کے سعد رضی اللہ عنہ ہی نے آباد کیا جو بعد ازاں علم و حکمت کا مرکز اور معارف دینیہ کا مینارۂ نور بنا۔ یہ بات معروف تھی کہ سعد رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہوتی ہے، رد نہیں کی جاتی، چنانچہ لوگ ان سے ڈرتے اور امید رکھتے تھے کہ وہ ان کے لیے دعا کریں گے۔ سعد رضی اللہ عنہ ان مشہور سپہ سالاروں میں سے ایک ہیں جو نہایت پرسکون اعصاب کے مالک تھے اور جو جنگوں میں بہت کم غلطی کرتے تھے۔ وہ خوش طبع اور نیک دل انسان تھے۔

خود انھوں نے کہا: ''میں اپنے دل میں کسی مسلمان کے لیے برائی نہیں پاتا اور نہ میری کبھی نیت ہوئی کہ میں کسی کو گزند پہنچاؤں اور نہ میں بری بات کہتا ہوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان پر فخر کرتے اور کہا کرتے تھے: [هٰذَا خَالِي فَلْيُرِنِي امْرُؤٌ خَالَهٗ] ''یہ میرے ماموں ہیں، کوئی مجھے ان جیسا ماموں تو دکھائے۔''[1]

قبول اسلام اور غزوات و سرایا میں شرکت

سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا تعلق قبیلۂ قریش سے ہے۔ وہ مکہ میں پیدا ہوئے۔ ان کا نسب نامہ یہ ہے: ''سعد بن مالک (ابو وقاص) بن وُہَیب بن عبد مناف بن زُہرہ بن کلاب۔''

[1] جامع الترمذي، المناقب، باب مفاخرته ﷺ بسعد، حديث: 3752. حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے والد ابو وقاص مالک بن وہیب، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی والدۂ محترمہ آمنہ بنت وہب کے چچا زاد بھائی تھے۔ (اٹلس سیرت نبوی، ص:49)

سعد ؓ اسلام لانے والوں میں ساتویں نمبر پر ہیں۔ سترہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ تیر سازی کے پیشے سے وابستہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

[عَلَيْكُمْ بِالرَّمْيِ فَإِنَّهُ خَيْرُ لَعِبِكُمْ]

''نشانہ بازی کو اپناؤ کیونکہ یہ تمھارے بہترین کھیلوں میں سے ایک ہے۔'' (سلسلة الأحاديث الصحيحة: 204/2)

ان کے بھائی عامر اسلام لائے اور پہلی ہجرت میں، جو حبشہ کی جانب ہوئی، شامل ہوئے۔ لیکن سعد نے اس بات کو ترجیح دی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہ کر ظلم و زیادتی کا مقابلہ کریں، چنانچہ وہ تین مہینے مسلمانوں کے ساتھ شعب ابی طالب کے اندر اس حالت میں محصور رہے کہ بھوک انھیں اپنے دانتوں سے کاٹ رہی تھی، یہاں تک کہ انھوں نے درختوں کے پتے کھا کھا کر گزارہ کیا۔ پھر سعد ؓ، بلال بن رباح اور عمار بن یاسر ؓ کے ہمراہ مدینہ ہجرت کر گئے۔

مدینہ سے اسّی مہاجرین پر مشتمل ایک سریہ روانہ کیا گیا جس میں سعد ؓ بھی شریک ہوئے۔ ایک جگہ انھیں قریش کا ایک اکٹھ نظر آیا تو سعد نے ان پر تیر برسائے۔ اسلام میں یہ پہلا تیر تھا جو پھینکا گیا۔ سعد ؓ غزوۂ بدر میں بھی شریک ہوئے۔ اس میں انھوں نے قریش کے دو افراد کو گرفتار

میدان جس میں شہدائے بدر دفن ہیں
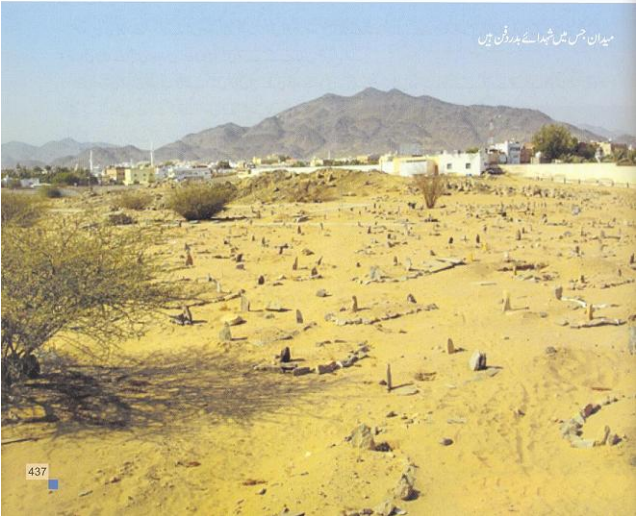
کر کے قیدی بنایا۔ اسی طرح انھوں نے غزوۂ احد میں بھی شرکت کی۔ اس میں وہ رسول اللہ ﷺ کے اردگرد جم کر لڑنے والوں میں سے تھے۔ وہ مشرکین پر تیر برساتے تھے اور نبی ﷺ ان کے لیے دعا کرتے جاتے تھے:

[اَللّٰهُمَّ! سَدِّدْ رَمْيَتَهُ وَأَجِبْ دَعْوَتَهُ]

''اے اللہ! اس کا نشانہ درست کر اور اس کی دعا قبول کر۔'' (المستدرك للحاكم : 500/3)

حتی کہ اُس دن سعد رضی اللہ عنہ نے اپنی کمان سے ایک ہزار تیر چھوڑے۔

پھر سعد رضی اللہ عنہ غزوۂ خندق میں شامل ہوئے۔ اس دن رسول اللہ ﷺ نے حیرہ، مدائن کسریٰ، صنعاء اور روم کے محلات کی فتح کی پیش گوئی کی، جبکہ فتح مدائن کے ہیرو سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اُن کے درمیان تھے اور اس بات کا ان میں سے کسی کو علم نہ تھا۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تمام غزوات میں شریک رہے۔

فتح عراق کا سپہ سالار

مرتدین کی بغاوت فرو کرنے میں سعد رضی اللہ عنہ خلیفۂ رسول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے شانہ بشانہ رہے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے انھیں ہوازن سے زکاۃ اکٹھی کرنے کے لیے عامل مقرر کیا تھا۔

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے انھیں عراق پر حملے کی قیادت سونپی۔ جنگ قادسیہ میں وہ سپہ سالار رہے۔ قیادت کا یہ ایک انوکھا انداز تھا جو سابقہ سپہ سالاروں سے ہٹ کر تھا۔ انھوں نے ''چھاپہ مار جنگ'' کا سہارا نہیں لیا۔ وہ نہایت عقل مند، پرسکون اور مدبر سپہ سالار تھے جنھیں کوئی چیز ان کے ہدف تک پہنچنے سے روک نہیں سکتی تھی۔

عمرو بن معدی کرب رضی اللہ عنہ عراق سے امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملنے آئے تو آپ نے ان سے سعد رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا۔ عمرو بن معدی کرب نے جواب دیا: ''سعد اپنے گھر میں عاجز اور نرم خو ہے، اپنی چادر میں عربی ہے اور اپنی کچھار میں شیر ہے۔ وہ فیصلہ کرتے ہوئے انصاف کرتا ہے۔ تقسیم کرتے ہوئے مساوات قائم کرتا ہے۔ رات کو (جنگ کے لیے) چلتے ہوئے دور نکل جاتا ہے۔ ہم (مسلمانوں) پر مہربان ماں کی طرح شفقت کرتا ہے۔ ہمیں ہمارا حق چیونٹی کی طرح (ایک ایک ذرہ) دے دیتا ہے۔''

ان کے علاوہ جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ امیر المومنین سے ملنے آئے تو آپ نے ان سے پوچھا: ''سعد اور ان کی حکومت کا کیا حال ہے؟''
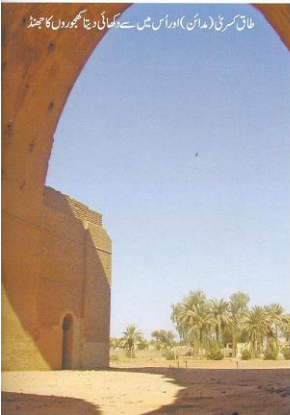
طاق کسریٰ (مدائن) اور اُس میں سے دکھائی دیتا کھجوروں کا جھنڈ

انھوں نے جواب دیا: ''سعد سب سے زیادہ صلاحیت والے اور سب سے اچھے معذرت خواہ ہیں۔ سختی میں سب سے کم ہیں۔ مسلمانوں کے لیے مہربان ماں کی طرح ہیں۔ ان کے لیے یوں خوراک جمع کرتے ہیں جیسے چیونٹی جمع کرتی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومت پر ان کے بابرکت اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ انھیں اللہ تعالیٰ کی مدد حاصل ہے۔ جنگ میں وہ سب سے مضبوط ہیں۔ لوگوں کے نزدیک قریش کے محبوب ترین آدمی ہیں۔''
امیرالمومنین نے پوچھا: ''مجھے لوگوں کے حالات کے بارے میں کچھ بتاؤ؟''

جریر رضی اللہ عنہ بولے: ''لوگ تو ترکش کے تیروں کے مانند ہیں۔ کچھ ان میں سے سیدھے اور پردار ہیں اور کچھ ٹیڑھے اور مڑے ہوئے ہیں۔ ابن ابی وقاص ان کے ٹیڑھے پن کو سیدھا کرتے اور ان کی کجی دور کرتے ہیں۔ باقی نیتوں کو اللہ بہتر جانتا ہے۔''

اس بلیغ بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ انتظامی معاملات اور قیادت کے امور میں ایک درس گاہ کی حیثیت رکھتے تھے۔

سعد رضی اللہ عنہ اپنے حلیے پر بڑی توجہ دیتے تھے۔ نہایت فاخرانہ لباس زیب تن کرتے۔ کھانے پینے اور پہناوے میں بڑے اعلیٰ ذوق کے مالک تھے۔ اپنے بالوں کو سیاہ خضاب لگاتے تھے اور خوشبو کے دلدادہ تھے۔ ہاتھ میں انگوٹھی بھی پہنتے تھے۔ بہت عقل مند، دوررس، مضبوط جثّہ والے اور ہاتھ اور زبان کے عفیف (پاکیزہ) تھے۔ اپنے گھر والوں پر مہربان اور اپنے ساتھیوں کے وفادار تھے۔ لوگوں کے لیے سب سے زیادہ نرم تھے، البتہ مزاج میں کچھ تیزی تھی۔ اللہ کی خاطر غصے میں آتے۔ نظر بہت تیز تھی۔ وہ گندم گوں تھے، ناک چپٹی تھی اور قد چھوٹا اور جسم گٹھا ہوا تھا۔ سر بڑا اور انگلیاں مضبوط تھیں۔ جسم پر بہت بال تھے۔ اپنی وفات کے دن انھوں نے ڈھائی لاکھ درہم ترکے میں چھوڑے۔

سعد رضی اللہ عنہ عراق کی جانب روانہ ہوئے جبکہ مثنّیٰ رضی اللہ عنہ وہاں ان کا انتظار کر رہے تھے کہ وہ آئیں اور اپنے لشکر کے ہمراہ ان کی فوج میں شامل ہو جائیں۔ لیکن اس سے قبل کہ سعد رضی اللہ عنہ مثنّیٰ سے ملتے، آخر الذکر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ مثنّیٰ رضی اللہ عنہ نے ان کے لیے وصیت لکھ چھوڑی جس میں دی گئی ہدایات امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہدایات سے زیادہ مختلف نہ تھیں کہ ایرانیوں سے ٹاکرا صحرا کی سرحدوں پر ہونا چاہیے تاکہ اگر ایرانیوں کو فتح حاصل ہو تو تم مسلمانوں کو لے کر صحرائی وسعتوں میں پناہ گزیں ہو جاؤ۔ اور اگر مسلمانوں کو کامیابی ہو تو ایرانیوں کے پیچھے ان کے راستے میں آنے والی نہریں اور پانی کے ذخائر ان کے لیے وبالِ جان بن جائیں۔ رستم نے تمام ممکنہ حیلے استعمال کر کے کوشش کی کہ سعد رضی اللہ عنہ کو اس منصوبے سے ہٹا دے لیکن سعد اس پر جمے رہے اور یہاں وہاں مختلف جگہوں پر یلغاریں کر کے اُس کو اپنی من پسند جگہ قادسیہ کی جانب آنے پر مجبور کر دیا جہاں وہ اس کا انتظار کر رہے تھے۔

اس دوران میں سعد رضی اللہ عنہ ایسے بیمار ہوئے کہ سواری نہ کر سکتے تھے، چنانچہ انھوں نے وہاں موجود ایک قلعے کی چھت پر سے جنگ کی کمان کی۔ مسلمانوں نے ان کے اس طرزِ عمل پر شدید تنقید کی کیونکہ ان کے معمول میں یہ شامل تھا کہ سپہ سالار اپنے گھوڑے پر سوار، لشکر کے آگے آگے رہے۔ اس کے باوجود سعد رضی اللہ عنہ نے 33 ہزار نفوس پر مشتمل اپنی فوج کی ترتیب اور نظم قائم رکھنے، اپنے ہدف پر مسلسل نظر رکھنے، اپنے منصوبے پر قائم رہنے، اپنے اعصاب کو مضبوط رکھنے اور اپنے لشکر کی قیادت کرنے میں بے پناہ انتظامی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا۔

اس جنگ میں مسلمانوں کا مقابلہ ایرانیوں کی ایک لاکھ بیس ہزار فوج سے تھا۔ اسّی (80) ہزار لوگوں کی جمعیت اس کے علاوہ تھی جو مختلف نوعیت کی خدمات سرانجام دیتی تھی۔ اس عظیم معرکے کا اختتام ایرانیوں کی رسوا کن شکست پر ہوا۔ رستم سمیت لشکر فارس کے کئی سپہ سالاروں کی ہلاکت کے علاوہ عام سپاہیوں کی ایک کثیر تعداد قتل ہوئی اور جو باقی بچے انھوں نے راہِ فرار اختیار کی۔

اس کے بعد سعد رضی اللہ عنہ مسلمانوں کی ہمرکابی میں مدائن کی جانب روانہ ہوئے اور اس کی سات بستیوں میں سے ایک بہر سیر پر قبضہ کر لیا جو

دریائے دجلہ کے مغربی کنارے پر واقع تھی۔ دریا میں سیلاب آ گیا تو سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے لشکر کے ساتھ گھوڑوں کی پشت پر اسے پار کیا اور مدائن میں داخل ہو کر کسریٰ کے ایوان میں نماز شکرانہ ادا کی۔ مدائن ہی سے انھوں نے فوجیں آگے روانہ کیں جو جلولاء، حلوان، اُبلہ، تکریت، موصل، ہیت، قرقیسیاء اور الجزیرہ کے علاقے فتح کرتی گئیں۔ (16ھ-17ھ/637ء-638ء)

عراق کی فتوحات کے بعد

ابھی جنگ نہاوند کی تیاری جاری تھی کہ بنو اسد کے چند لوگوں نے سعد رضی اللہ عنہ کی شکایت کی کہ ''وہ مال مساوات سے تقسیم نہیں کرتے۔ فیصلہ کرتے ہوئے انصاف سے کام نہیں لیتے۔ معرکۂ کارزار میں خود لڑائی نہیں کرتے اور نماز صحیح طریقے سے ادا نہیں کرتے۔''

اگرچہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی جانب سے اس سلسلے میں کی جانے والی تفتیشی کارروائی کے بعد سعد رضی اللہ عنہ کو ان الزامات سے بری کر دیا گیا، اس کے باوجود امیر المومنین نے انھیں اپنے مشیر کے طور پر مدینہ ہی میں ٹھہرالیا، پھر انھیں چیدہ چیدہ صحابہ کی ایک جماعت میں عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی مدد کے لیے مصر بھیج دیا، چنانچہ سعد رضی اللہ عنہ ان سپاہیوں میں شامل تھے جن کے ہاتھوں بابلیون (مصر) کا قلعہ فتح ہوا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد فتنوں کا دور شروع ہوا تو سعد رضی اللہ عنہ نے بالکل کنارہ کش ہو کر مدینہ سے دس میل پر مقام عقیق [1] میں واقع اپنے گھر میں رہائش اختیار کر لی اور وفات تک وہیں مقیم رہے اور 55ھ/674ء میں 78 سال کی عمر پا کر فوت ہو گئے۔ وفات سے قبل انھوں نے وصیت کی کہ انھیں اس جبے میں کفنایا جائے جسے پہن کر وہ غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ اس جبے کو انھوں نے پچاس سال تک اسی دن کے لیے سنبھال کر رکھا تھا۔ مسجد نبوی میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی اور بقیع میں دفن کیے گئے۔

قبرستان بقیع اور مسجد نبوی کے مینار

[1] عقیق: یہ مدینہ کے نواح میں چشموں اور کھجوروں کے باغات کی وادی ہے جو مدینہ منورہ کے مغرب میں واقع ہے۔ شمال میں مجمع الاسیال کے مقام پر دیگر وادیاں (ندیاں) عقیق ندی سے آ ملتی ہیں۔ یہاں اسے عقیق اکبر کہتے ہیں۔ اس وادی کو حدیث میں وادیٔ مبارک بھی کہا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر حج میں اس وادی سے گزرے تو فرشتے نے آپ سے فرمایا: [إِنَّكَ بِوَادٍ مُّبَارَكٍ] ''آپ وادیٔ مبارک میں ہیں۔'' نبی صلی اللہ علیہ وسلم جہاں سے گزرے تھے وہ مقام وادیٔ ذوالحلیفہ کے اندر ہے اور وہ وادیٔ عقیق سے قریب تر ہے۔ (معجم البلدان: 4/139، اٹلس سیرت نبوی: 156)

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ

زندگی کے ابتدائی ایام

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی پرورش تنگ دستی میں ہوئی اگر چہ ان کے باپ عاص بن وائل کا شمار قریش کے سرداروں اور مالدار لوگوں میں ہوتا تھا۔ عمرو جاہلیت میں قصاب کے پیشے سے وابستہ تھے اور تجارت بھی کیا کرتے تھے، چنانچہ گرمیوں میں شام اور مصر کی جانب تجارت کی غرض سے سفر کرتے۔ وہ ابوسفیان کے ساتھ قریش کے اس تجارتی قافلے میں بھی شامل تھے جو بدر کے دن مسلمانوں کے ہاتھوں سے بچ نکلا تھا۔ عمرو اُحد کے دن اور غزوۂ احزاب میں بھی مشرکین کے ہمراہ تھے۔ وہ قریش کے قابل ذکر شہ سواروں میں سے تھے۔

قریش نے دو بار عمرو بن عاص کو نجاشی کے پاس بھیجا کہ جو مسلمان ہجرت کر کے حبشہ چلے آئے ہیں، وہ انھیں واپس کر دے۔ دوسری بار نجاشی کے رویے نے عمرو پر خاطر خواہ اثر ڈالا، چنانچہ انھوں نے اسلام قبول کر لیا۔ پھر صفر 8ھ / جون 629ء میں خالد بن ولید اور عثمان بن طلحہ رضی اللہ عنہما کے ہمراہ انھوں نے مدینہ کی جانب ہجرت کی اور نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام پر بیعت کی۔

نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں جمادی الآخرہ 8ھ / اکتوبر 629ء میں مہاجرین اور انصار کے تین سو چیدہ چیدہ لوگوں پر مشتمل ایک سریے کا امیر بنا کر ذات السلاسل کی جانب روانہ کیا۔ بعد ازاں عمرو مسلمانوں کے ساتھ فتح مکہ میں بھی شریک ہوئے۔ فتح مکہ کے بعد نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں قبیلہ ہذیل کی جانب بھیجا جہاں انھوں نے سواع نامی بت کو توڑا۔

حلیہ اور صفات و اخلاق

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی آنکھیں بڑی اور سیاہ تھیں۔ چہرہ مسکراتا ہوا اور روشن تھا۔ سر بڑا تھا۔ قد درمیانہ اور مائل بہ پستی تھا۔ اپنے بالوں کو کالا خضاب لگاتے تھے۔ نہایت حاضر جواب اور بیدار مغز تھے۔ بہادر اور بے باک تھے۔ اسی طرح ہوشیاری اور چالاکی میں بھی معروف تھے۔ ہشام بن کلبی کی روایت ہے کہ اپنے اوصاف بیان کرتے ہوئے انھوں نے کہا: ''تم جانتے ہو کہ میں جنگ میں پلٹ پلٹ کر حملہ کرتا ہوں۔ زمانے کے حوادث اور اس کے تغیرات پر بہت صبر کرتا ہوں۔ میں کسی کی ضرورت اور حاجت سے غافل نہیں رہتا۔ گویا میں درخت کی جڑ میں بیٹھا ہوا اژدہا ہوں ....''

عمرو رضی اللہ عنہ امارت کو پسند کرتے تھے اور وہ اس کے لائق بھی تھے۔ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ان کے بارے میں کہا: ''ابوعبداللہ صرف امیر بن کر چلتا ہوا اچھا لگتا ہے۔''

ان کے متعلق معروف تھا کہ ان کی زبان میں بہت فصاحت و بلاغت پائی جاتی ہے یہاں تک کہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کسی ایسے آدمی کو دیکھتے جو بات کرتے ہوئے اٹکتا اور اسے مکمل طور پر واضح نہ کر سکتا تو کہتے: ''میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لایا جو اس آدمی کو پیدا کرنے والا ہے اور عمرو بن عاص کو پیدا کرنے والا ہے اور وہ ایک ہے۔''

جنگ آزمودہ اور مردِ میدان

فتح شام کا موقع آیا تو رجب 12ھ / اکتوبر 633ء میں مسلمانوں کا لشکر، جس کی تعداد سات ہزار تھی، یزید بن ابی سفیان ؓ کی قیادت میں روانہ ہوا، پھر اسی ماہ شُرَحبیل ؓ سات ہزار فوج کے سپہ سالار بن کر عازمِ سفر ہوئے۔ بعد ازاں شعبان 12ھ / اکتوبر 633ء میں ابو عبیدہ ؓ سات ہزار فوج کی قیادت کرتے ہوئے روانہ ہوئے۔ ان کے بعد چوتھا لشکر، جس کی تعداد تین ہزار تھی اور جس میں قریش کے وہ سردار بھی شامل تھے جو فتح مکہ کے بعد اسلام لائے، 3 محرم 13ھ / 10 مارچ 634ء کو عمرو بن عاص ؓ کی قیادت میں روانہ ہوا۔ انھوں نے سابقہ سپہ سالاروں کے برعکس زیریں فلسطین میں سے غمر العربات تک ساحل کا راستہ اختیار کیا، پھر عراق سے خالد بن ولید ؓ نو ہزار فوج کی معیت میں ان کے ساتھ آملے۔
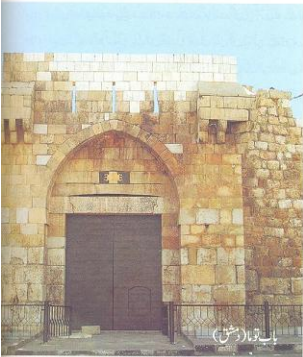
باب توما (دمشق)

عمرو ؓ اپنے لشکر کی قیادت کرتے ہوئے معرکۂ اجنادین میں اور دمشق کے محاصرے میں اور جنگ بیسان میں دوسرے لشکروں کے ساتھ شامل رہے، پھر دمشق کے دوسرے محاصرے میں وہ باب توما پر اترے یہاں تک کہ دمشق فتح ہوگیا۔

پھر یرموک کا معرکہ پیش آیا۔ یرموک سے ہمیں عمرو بن عاص ؓ کی ایسی باتیں پہنچی ہیں جو جنگی فنون پر ان کی گہری نظر کی عکاسی کرتی ہیں۔ ہوا یوں کہ رومی، ہرقل کے فرمان کے مطابق واقوصہ [1] میں ایک کھلی جگہ جمع ہوگئے جس سے نکلنے کا راستہ تنگ تھا۔ اس پر عمرو نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ”اے لوگو! خوش ہو جاؤ۔ اللہ کی قسم! رومی محصور ہوگئے ہیں، اور محصور آدمی بہت کم بھلائی پاتے ہیں۔“

اپنے رجالِ کار کو وہ یہ ہدایات دیتے:

”اے لوگو! اپنی نظریں جھکا کر گھٹنوں کے بل رہو، اور نیزے تانے رکھو، اور اپنے اپنے مستقر اور اپنی اپنی صفوں میں جمے رہو۔ جب دشمن تم پر حملہ آور ہو تو اسے مہلت دو یہاں تک کہ وہ تمھارے نیزوں کی انیوں پر آچڑھے، پھر شیر کی طرح اس کے چہرے پر جست لگاؤ۔ قسم ہے اس ذات کی جو سچائی کو پسند کرتا اور اس پر ثواب دیتا ہے، اور جھوٹ کو ناپسند کرتا اور اس پر سزا دیتا ہے، اور نیکی کا سب سے اچھا بدلہ دیتا ہے! مجھ تک یہ حدیث پہنچی ہے کہ عنقریب مسلمان اس علاقے کے ایک ایک گاؤں اور ایک ایک محل کو فتح کریں گے، لہٰذا ان کی تعداد اور ان کی جماعتیں تمھیں مرعوب نہ کریں۔ اگر تم نے واقعی ان کو سختی دکھائی تو وہ چکور کے بچوں کی طرح سہم جائیں گے۔“

[1] واقوصہ کا جدید نام یاقوصہ ہے۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 286/23 عنوان ”الیرموک“)

یرموک میں مسلمانوں کے میمنہ کی کمان عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں تھی۔ جنگ میں پہلا ٹکراؤ انھی کے ساتھ ہوا، چنانچہ ان کے ساتھی بکھر گئے اور وہ اکیلے خاصی دیر رومیوں کے سامنے دیوار بن کر کھڑے رہے یہاں تک کہ ان کے ساتھی ان کی طرف پلٹ آئے۔

جنگ میں رومیوں کو بھاری شکست سے دو چار ہونا پڑا۔ یہ 5 رجب 15ھ / 13 اگست 636ء کا واقعہ ہے۔ ''یرموک'' کی فتح کے بعد شام کو چار سپہ سالاروں کے درمیان تقسیم کیا گیا۔ عمرو رضی اللہ عنہ فلسطین پر مامور ہوئے اور ان کی قیادت میں سبسطیہ، نابلس، لُد، یبنی، عمواس، بیت جبرین، عسقلان، غزہ اور رفح کے علاقے فتح ہوئے اور فلسطین دشمن سے خالی ہوگیا۔ صرف جبال الخلیل [1] پر واقع القدس (بیت المقدس) کا شہر، جو فلسطین کا مرکز تھا، باقی رہ گیا۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے اس شہر کا محاصرہ کرلیا حتی کہ ربیع الآخر 16ھ / مئی 637ء میں اس کی چابیاں امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے سپرد کردی گئیں اور عمرو رضی اللہ عنہ اس کے صلح نامے کے گواہوں میں شامل ہوئے۔

شام آتے ہوئے امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ملاقات جابیہ میں اسلامی لشکر سے ہوئی۔ وہیں عمرو رضی اللہ عنہ نے ان سے فتح مصر کی اجازت حاصل کی۔ بعد ازاں عمواس میں طاعون پھیل گیا جس سے عام لوگوں کا بہت سا جانی نقصان ہوا اور عمرو نے بھانپ لیا کہ یہ وبا پھیلتی جائے گی، چنانچہ انھوں نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ گھاٹیوں اور وادیوں میں بکھر جائیں۔ اس کے بعد وبا ختم ہوگئی۔

مسجد ابراہیم (الخلیل، فلسطین)

[1] اطلس الفتوحات الاسلامیہ (عربی) میں ''جبال الجلیل'' لکھا گیا ہے جبکہ یہ جبال الخلیل، یعنی ''الخلیل کے پہاڑ'' ہیں اور الخلیل شہر (قدیم عبرانی نام Hebron) سے موسوم ہیں جو بیت المقدس کے جنوب میں انھی پہاڑوں میں واقع ہے۔ اس کے برعکس هضبة الجليل (گلیل کی سطح مرتفع) شمالی فلسطین میں سرحد لبنان کی جانب واقع ہے۔ (أطلس المملكة العربية السعودية والعالم، ص:43)

فتح مصر کا بے مثال کارنامہ

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ قیساریہ سے مصر روانہ ہوئے اور عریش سے فرما تک کا علاقہ عبور کر کے وہاں کا قلعہ فتح کیا، پھر بلبیس ، ام دُنَین ، عین الشمس ، الفیوم اور آس پاس کے دیہی علاقے اور آخر میں توج فتح کر لیے۔ آخر کار رمضان 21ھ / اگست 642ء میں اسکندریہ کی فتح کے ساتھ فتوحاتِ مصر کی تکمیل ہوگئی۔

عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مصر کے پہلے امیر ہوئے اور انھوں نے براعظم افریقہ میں پہلی مسجد تعمیر کی جو اب تک ان کے نام سے منسوب اور معروف ہے، پھر اس مسجد کے گرد شہر فسطاط آباد کیا تاکہ وہ مصر کا اسلامی دارالحکومت بنے۔ انھوں نے مصر کے قبطیوں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا اور ان کے دینی و معاشی معاملات میں رومیوں نے ان پر جو ظلم روا رکھا تھا، اُس کا قلع قمع کیا۔ وہاں کے بطریق بنیامین کے لیے معافی کا اعلان کیا۔ بنا بریں ہم پورے وثوق سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا عہدِ حکومت مصری قبطیوں کے لیے ان سے پہلے بلکہ بعد میں آنے والے فرماں رواؤں کے مقابلے میں بھی ایک سنہری دور تھا۔ یہاں ہم حنا نقیوسی کے اس دعوے سے قارئین کو آگاہ کرنا چاہتے ہیں جو اس نے اس معاملے میں کیا ہے۔ اس نے تمام قبطی اور اسلامی تاریخی مصادر کی مخالفت کی ہے۔ اس کی رائے ان حقائق کے بھی منافی ہے جو مصر کے علاوہ دوسرے ممالک کے لوگوں کے ساتھ جو مسلمانوں نے فتح کیے، ان کے سلوک کے متعلق ثابت ہیں۔ اسی طرح یہ دعویٰ اللہ کی نازل کردہ شریعت اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قبطیوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی وصیتوں کے بھی خلاف ہے جن پر مسلمان عمل کرتے رہے اور وہ ان کی مخالفت نہیں کر سکتے تھے۔

حنا کے متعلق جو کچھ ہماری معلومات ہیں، ان کی رو سے اُس نے اپنی تاریخ قبطیوں اور مسلمانوں کے مابین بپا ہونے والے فتنوں کے عہد میں لکھی۔ حاکم مصر عبدالعزیز بن مروان نے ان فتنوں کا قلع قمع کیا۔ حنا مسلمانوں کے ابتدائی عہدِ حکومت سے لے کر آخر تک ایک مؤرخ کی امانت داری برتنے کے برخلاف ان پر لعن طعن کرتا ہے۔

عثمان رضی اللہ عنہ نے عمرو رضی اللہ عنہ کو مصر کی حکمرانی سے معزول کر دیا لیکن مینوئل ''خصّی'' کے حملے کا مقابلہ کرنے کے لیے انھیں دوبارہ والی بنا دیا گیا۔[1]

رب تعالیٰ کے حضور میں

جب عمرو رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت ہوا تو کہنے لگے: ''اے اللہ! تو نے کچھ کاموں کا حکم دیا اور کچھ کاموں سے روکا۔ جن کاموں کا تو نے حکم دیا، ان میں سے زیادہ تر ہم نے چھوڑ دیے اور جن کاموں سے تو نے منع کیا، ان میں سے زیادہ تر کا ہم نے ارتکاب کیا۔ اے اللہ! کوئی طاقتور نہیں جس کی مدد حاصل کروں اور بے گناہ نہیں ہوں کہ عذر پیش کروں۔ اور میں تکبر نہیں کرتا بلکہ تیری بخشش چاہتا ہوں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔'' وہ یہی بات دہراتے رہے حتی کہ عید الفطر کی رات 43ھ / 663ء میں فوت ہوئے اور مُقطّم کے پاس (فسطاط کے مشرق میں) دفن ہوئے۔ یہ جگہ امام شافعی رحمہ اللہ کی قبر کے قریب ہے۔ آج کل عمرو رضی اللہ عنہ کی قبر کا پتہ نہیں۔ اللہ اُن پر کروڑوں رحمتیں برسائے!

[1] قیصر قسطنطین نے ایک تجربہ کار سپہ سالار کو ایک زبردست فوج دے کر کشتیوں کے ذریعے سے اسکندریہ کی جانب روانہ کیا۔ اسکندریہ کے رومی (یونانی) اس سے مل گئے اور معمولی جھڑپ کے بعد شہر رومی فوج کے قبضے میں آگیا۔ یہ سن کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو دوبارہ گورنر مصر مامور کیا اور انھوں نے اسکندریہ تیسری مرتبہ فتح کیا۔ اس سے پہلے انھوں نے تمام شہر کو ویران و مسمار کرنے کی قسم کھائی تھی مگر فتح کے بعد انھوں نے لشکر کو قتل و غارت سے روک دیا اور جس جگہ قسم کھائی تھی وہاں مسجد رحمت تعمیر کرا دی۔ (تاریخ اسلام، اکبر شاہ خان نجیب آبادی: 430/1)
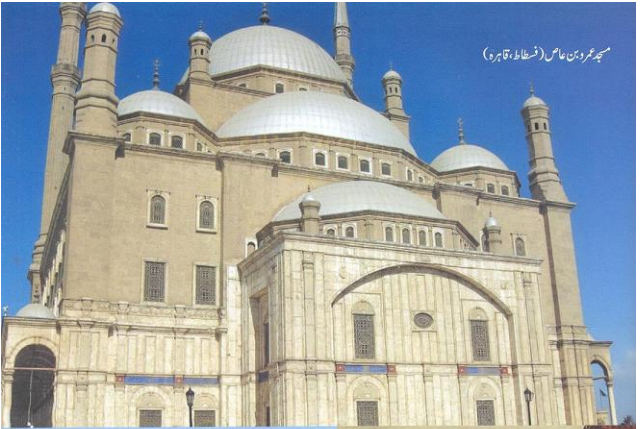
مسجد عمرو بن عاص (فسطاط، قاہرہ)
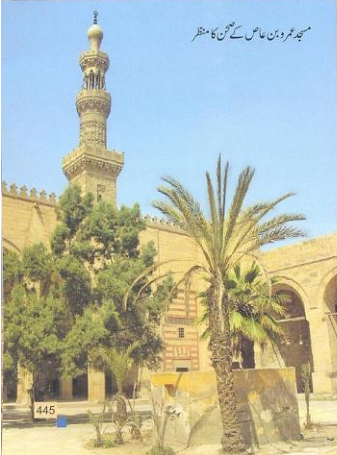
مسجد عمرو بن عاص کے صحن کا منظر
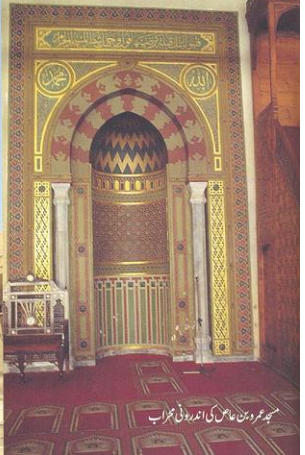
مسجد عمرو بن عاص کی اندرونی محراب

عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ

عقبہ بن نافع بن عبدالقیس قُرشی فہری پہلی صدی ہجری کے نامور سپہ سالار ہیں جنھوں نے شمالی افریقہ میں ابتدائی عربی فتوحات کو استوار اور محکم بنا کر بربری مقاومت کا قلع قمع کرنے کی سعی کی۔ عقبہ کی ولادت دورِ نبوت کے آخری سالوں میں ہوئی۔ وہ اپنی والدہ کی طرف سے نامور فاتح مصر عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بھانجے تھے جنھوں نے 43ھ/663ء میں اپنی وفات سے کچھ عرصہ پہلے عقبہ کو عساکر افریقیہ کا سردارِ اعلیٰ مقرر کیا تھا۔ ایک روایت کے مطابق اس وقت وہ غدامس (لیبیا) اور بلادِ سُودان میں اسلام کی تبلیغ کے لیے مصروف پیکار تھے۔ اس لشکر کشی میں عقبہ کے ہمراہ دس ہزار سوار تھے جن میں بعد ازاں نومسلم بربر بھی شامل ہو گئے۔ 50ھ/670ء میں عقبہ نے صوبہ بیزاسین (Byzacene) کے وسط میں قیروان کے مستحکم فوجی قلعے کی بنیاد رکھی۔

''قیروان'' فارسی لفظ ''کاروان'' کا معرب ہے۔ عقبہ رضی اللہ عنہ نے قیروان کی تعمیر کے لیے جو مقام پسند کیا وہاں بڑا گھنا جنگل تھا اور وہ سمندر سے دور تھا، اس وجہ سے رومیوں کے بحری بیڑے وہاں نہیں پہنچ سکتے تھے۔ ان کے ساتھی کہنے لگے: اس گھنے جنگل میں درندے اور زہریلے کیڑے مکوڑے بہت ہیں جن سے ہمیں ڈر لگتا ہے۔ سیدنا عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے، چنانچہ انھوں نے لشکر میں سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو اکٹھا کیا جن کی تعداد 18 تھی، اور آواز دی: ''اے حشرات الارض اور درندوں کی جماعت! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی ہیں۔ ہم یہاں رہنے آئے ہیں، لہٰذا تم یہاں سے کوچ کر جاؤ۔'' (یہ بات انھوں نے تین بار دہرائی) ''اس کے بعد جو ملے گا، اسے ہم قتل کر دیں گے۔'' پھر لوگوں نے ایک عجیب وغریب منظر دیکھا کہ درندے اپنے بچوں کو اٹھائے جا رہے ہیں۔ سانپ بھی اپنے بچوں کو مونہوں میں دبائے جا رہے ہیں۔ کوئی پتھر یا درخت ایسا نہ تھا جس کے نیچے سے کوئی نہ کوئی جانور نکل کر نہ جا رہا ہو، اور وہ گروہ کے گروہ نکلے جا رہے تھے۔ یہ منظر دیکھ کر بہت سے بربر مسلمان ہو گئے۔

جنگل خالی ہو جانے کے بعد عقبہ رضی اللہ عنہ نے وہاں دار الحکومت تعمیر کیا اور باقی لوگوں نے اس کے آس پاس اپنے گھر تعمیر کیے۔ اس کے بعد چالیس سال تک اس شہر میں کوئی سانپ یا بچھو نہ دیکھا گیا۔ اس شہر میں جامع مسجد بھی تعمیر کی گئی جس کے لیے قبلے کی سمت کے تعین کا معاملہ خاصا نازک تھا۔ سیدنا عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ نے رات خواب میں کسی کو سنا، وہ کہہ رہا تھا: صبح جب مسجد میں
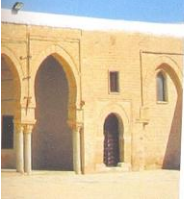
جامع مسجد قیروان جو صحابیٔ رسول ﷺ
عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ نے تعمیر کرائی

قصبہ آیت بن حدّو (درعہ، مراکش)
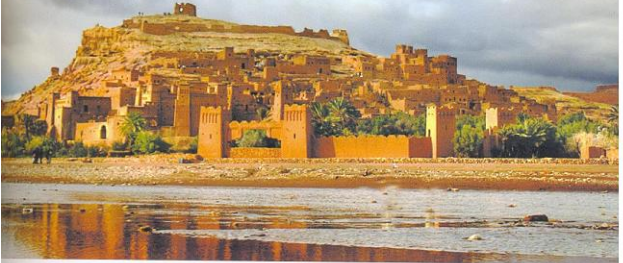
جاؤ گے تو تکبیر کی آواز آئے گی۔ اس کی سمت میں جانے پر جہاں وہ آواز منقطع ہوگی، وہی سمت قبلہ ہوگی۔ یوں تعیین قبلہ کا مسئلہ حل ہوگیا۔ عقبہ بن نافع ؓ سے پہلے معاویہ بن حدیج ؓ نے قیروان شہر کی تعمیر کے لیے جس جگہ کا انتخاب کیا تھا، اسے ''قرن'' کہتے ہیں، تاہم عقبہ بن نافع نے اس جگہ کو پسند نہ کیا بلکہ وہاں سے ہٹ کر دوسری جگہ پسند کی اور قیروان شہر کی بنیاد ڈالی۔

قیروان کی تاسیس سے عربوں کو ایک مضبوط فوجی مستقر ہاتھ آگیا جس سے افریقہ میں اشاعت اسلام کا راستہ صاف ہوگیا مگر اسلام کی اس اشاعت کا ثمرہ عقبہ ؓ کے نصیبوں میں نہ تھا۔ افریقہ صوبۂ مصر کے تابع رہا اور نئے حاکم مسلمہ بن مخلد الانصاری نے 53ھ/673ء میں عقبہ کو ان کے عہدے سے معزول کر کے ان کی جگہ اپنے ایک مولیٰ (آزاد کردہ غلام) ابوالمہاجر کو مامور کر دیا۔ ابوالمہاجر نے الجزائر پر حملہ کر دیا اور بقول ابن خلدون تلمسان تک بڑھتا چلا گیا۔ عقبہ بن نافع ؓ نے اس بدسلوکی کے خلاف، جو اس کے ساتھ والیٔ مصر نے روا رکھی تھی، خلیفہ حضرت معاویہ ؓ سے شکایت کی اور کچھ عرصہ بعد حضرت معاویہ ؓ کے جانشین نے اسے دوبارہ والی بنا دیا۔

افریقہ میں عقبہ ؓ کے دوبارہ تقرر کی تاریخ یقیناً 62ھ/682ء متعین کی جاسکتی ہے۔ ان کے حریف ابوالمہاجر نے اپنی فوج کشی کے دوران میں بربر سردار کُسَیلہ کو شکست دے دی تھی اور اس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اب عقبہ ؓ نے اپنی گزشتہ مہم سے بھی زیادہ شاندار مہم کا اہتمام کیا۔ عقبہ بن نافع ؓ کی فوج، جس کا ہراول دستہ زُہیر بن قیس البلوی کی قیادت میں تھا، قیروان سے وسطی المغرب (الجزائر) کی طرف بڑھی اور پہلے زاب میں اور بعد ازاں تاہرت میں بربر اور بازنطینی افواج سے نبرد آزما ہوئی۔ عقبہ ؓ نے انھیں شکست دی اور ان سے خراج وصول کیا۔ بالآخر وہ طنجہ کے علاقے میں پہنچ گئے۔

غمارہ کے سردار ایلیان (غالباً Julian) نے ان کی اطاعت قبول کر لی اور ان کا فوجی مشیر بن گیا۔ اس نے عقبہ ؓ کو آبنائے جبل الطارق عبور کر کے اندلس کو زیرِ نگین کر لینے کے ارادے سے باز رکھا، اور اس خطرے سے آگاہ کیا جو عرب فوج کو ابھی تک کوہ اطلس کبیر اور سوس کے کافر بربروں سے لاحق تھا، لہٰذا عقبہ بن نافع ؓ نے اب بربروں کی طرف توجہ کی۔ سب سے پہلے انھوں نے زرہون کے قلۂ کوہ پر قبضہ کیا، شہر ولیلی

کوہستان مقابل اطلس کی خوبصورت وادی میں سفید مسجد
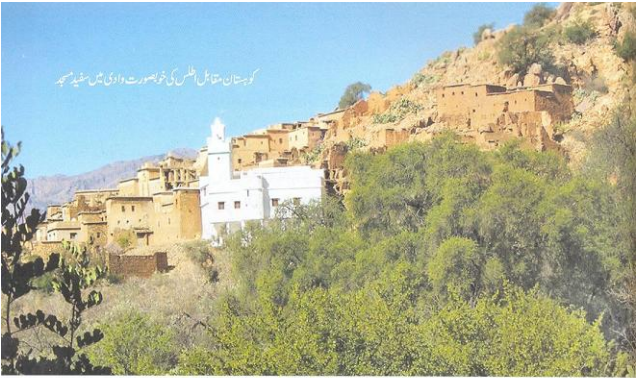
(Volubilis) کو فتح کیا، اور پھر وسطی کوہ اطلس عبور کر کے درعہ (Dra'a) اور سوس کے راستے آگے بڑھے جہاں کے باشندوں کا انھوں نے صحرائے لمتونہ تک تعاقب کیا، پھر وہ ساحل بحر اوقیانوس کا رخ کرتے ہوئے بلاد آسفی میں پہنچے اور جبل دَرَن (اطلس کبیر) کے مصمودہ بربری قبائل اور پھر تارُودانت تک مقابل اطلس (Anti-Atlas) کے بربروں کو مطیع و منقاد کرنا شروع کیا۔ لیکن بظاہر شاندار یہ فتوحات نتیجہ خیز ثابت نہ ہوئیں۔ جب انھوں نے فوج کے ہمراہ اپنے وطن کا رخ کیا تو بظاہر انھیں یہ احساس نہ تھا کہ ان علاقوں کو از سرِ نو فتح کرنا پڑے گا۔ کسیلہ فرار ہو گیا تھا اور اب اس نے منظم طریق پر مزاحمت شروع کر دی تھی۔ عقبہ رضی اللہ عنہ نے اپنی خوش بختی کے زعم میں اس خطرے کو نظر انداز کر دیا، یہاں تک کہ جب وہ زاب پہنچے تو انھوں نے طبنہ کے مقام پر اپنی فوج کو متعدد دستوں میں منقسم کر کے انھیں یکے بعد دیگرے قیروان کی طرف روانہ کر دیا۔ انھیں ان بربروں پر بھروسا تھا جو ان کی اطاعت قبول کر چکے تھے، چنانچہ جب وہ طبنہ سے ''اَوْرَاس'' کی طرف روانہ ہوئے تو ان کے ہمراہ عربوں کی صرف ایک مختصر سی فوج تھی۔ لیکن زیادہ وقت نہ گزرا تھا کہ صحرا کے کنارے مقام تہودہ پر انھیں کُسیلہ کے جتھوں نے آگھیرا اور 63ھ/683ء میں وہ اپنے تین سو ہمراہیوں سمیت لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ ان کی اور ان کے ساتھیوں کی قبریں اسی مقام پر موجود ہیں جو اب ایک چھوٹے سے گاؤں سیدی عقبہ کا مرکز بن گیا ہے۔ یہ گاؤں تہودہ کی قدیم جائے وقوع کے قریب ہی بِسکرہ کے جنوب مشرق میں چند میل کے فاصلے پر واقع ہے۔[1]

[1] ملخص از اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 13/397-400، معجم البلدان: 4/421،420، أسد الغابة: 4/58،57.

طارق بن زیاد رحمہ اللہ

طارق بن زیاد بن عبداللہ، فاتح ہسپانیہ اور اس کا پہلا والی (شوال 92ھ / جولائی 711ء تا جمادی الاولیٰ 93ھ / مارچ، اپریل 712ء) دنیا کے بہترین سپہ سالاروں میں سے ہے جس نے مختصر سی فوج کے ساتھ اسپین فتح کیا اور اس میں اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی جس نے آگے چل کر یورپ کی سیاسی، معاشی اور ثقافتی زندگی میں ناقابل فراموش کردار ادا کیا۔ بحیثیت انسان وہ متقی، فرض شناس اور بلند ہمت تھا۔

الادریسی کے نزدیک وہ زناتہ کا بربر تھا جبکہ ابن خلدون اسے طارق بن زیاد اللیثی بتاتا ہے۔ بعض مؤرخین کی رائے میں وہ ایرانی الاصل اور ہمدان کا باشندہ تھا۔ ابن عذاری نے اس کا مکمل شجرہ لکھا ہے اور اس کا تعلق بنونفزہ سے ملایا ہے۔ بہر حال یہ بات یقینی ہے کہ وہ موسیٰ بن نُصیر کا آزاد کردہ غلام (مولیٰ) اور نائب تھا۔ طارق بن زیاد کی تعلیم و تربیت موسیٰ بن نصیر ایسے ماہر حرب اور عظیم سپہ سالار کے زیر نگرانی ہوئی تھی۔ طارق نے فن سپہ گری میں بہت جلد شہرت حاصل کر لی۔ اس کی بہادری اور جنگی چالوں میں مہارت کے چرچے ہونے لگے۔ وہ جنگی منصوبہ بندی میں بڑا ماہر تھا اور غیر معمولی ذہین، دُور بین اور مستعد قائد تھا۔

ہسپانیہ (اندلس) پر حملہ آور ہونے سے پہلے طارق کو اس کی انتظامی قابلیت کی بنا پر طنجہ کا والی مقرر کیا گیا تھا۔ افریقیہ کے اسلامی صوبے کو اندلس کی بحری قوت سے خطرہ لاحق تھا، نیز دوسرے محرکات کی بنا پر موسیٰ بن نُصیر نے ہسپانیہ کو فتح کرنے کا فیصلہ کیا، چنانچہ اس نے دشمن کی طاقت اور دفاعی استحکامات کا جائزہ لینے اور جنگی نوعیت کی معلومات حاصل کرنے کے لیے رمضان 91ھ / جولائی 710ء میں ایک مہم وہاں بھیجی جو چار سو مجاہدین پر مشتمل تھی، اور اس کا قائد موسیٰ کا آزاد کردہ غلام طریف بن مالک النخعی تھا۔ طریف جنوبی اندلس میں جس مقام پر اترا اس کا نام بھی اس کے نام پر

10 صدی عیسوی میں خلیفہ عبدالرحمٰن ثالث کا تعمیر کردہ قلعہ طریفہ (Tarifa)

طریقہ پڑ گیا۔ یہاں سے اس نے جزیرۃ الخضراء پر حملہ کیا اور اسے فتح کر لیا۔ اس مہم کی کامیابی کے بعد موسیٰ بن نُصَیر نے اپنے نائب طارق بن زیاد کو سات ہزار فوج دے کر ہسپانیہ کی فتح کے لیے روانہ کیا۔ اس فوج میں بربروں کی تعداد زیادہ تھی۔ اس مہم میں طارق نے جزیرۃ الخضراء اور سبتہ کے گورنر کاؤنٹ جولین کے بحری جہاز بھی استعمال کیے جو اس نے ایک معاہدے کے تحت بھیجے تھے۔ اہلِ اندلس یہی سمجھتے رہے کہ یہ تجارتی کشتیاں ہیں اور تاجر آ جا رہے ہیں۔ تھوڑے تھوڑے لوگ کر کے سارا لشکر سمندر (آبنائے جبرالٹر) پار کر گیا۔ اس دوران میں جولین اپنے علاقے جزیرۃ الخضراء آتا جاتا رہا تاکہ ہسپانوی مطمئن رہیں۔ اسلامی لشکر دوشنبہ 24 رجب 92ھ / مئی 711ء کو ہسپانیہ کے ساحل پر اترا، اور اس نے ایک پہاڑ کے قریب اپنے قدم جما لیے جو بعد میں طارق کے نام پر جبل الطارق کہلایا جسے یورپی زبانوں میں بگاڑ کر جبرالٹر (Gibralter) کہا گیا۔ جبرالٹر سے پیش قدمی کر کے طارق نے قلعۂ قرطایہ پر قبضہ کر لیا۔

سمندری سفر کے دوران میں طارق نے خواب میں دیکھا تھا کہ نبی ﷺ اور مہاجرین و انصار تلواریں لٹکائے ہوئے اور کمانیں کسے ہوئے ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اے طارق! آگے بڑھو اور مسلمانوں کے ساتھ نرمی برتنا، نیز عہد پورا کرنا۔'' طارق نے یہ بھی دیکھا کہ نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم اندلس میں داخل ہو رہے ہیں۔ بیدار ہو کر طارق نے یہ خواب ساتھیوں کو سنایا اور انھیں کامیابی کی خوشخبری دی۔

طارق نے جبرالٹر سے پیش قدمی کر کے جزیرۃ الخضراء فتح کیا تو اسے وہاں ایک بڑھیا ملی۔ اس کا خاوند پیش گوئی کا ماہر تھا، وہ بیان کیا کرتا تھا کہ ایک امیر تمھارے ملک میں داخل ہوگا اور تم پر غالب آ جائے گا۔ اس کی نشانی یہ ہوگی کہ اس کا سر بڑا ہوگا اور اس کے بائیں شانے پر ایک تل ہوگا جس پر بال اگے ہوں گے۔ جب بڑھیا سے یہ سُن کر طارق نے اپنا شانہ ننگا کیا تو وہ ایسے ہی تھا جیسے بیان کیا گیا تھا۔ اس کو بھی طارق نے اپنے لیے نیک شگون جانا۔

طارق نے جنگ کے لیے ایسی جگہ منتخب کی جو فوجی لحاظ سے اسلامی لشکر کے لیے محفوظ تھی۔ اس کے قریب پانی اور سامان رسد کی سہولتیں موجود تھیں۔ یہ جگہ وادیٔ برباط (وادیٔ بکہ) کے کنارے تھی اور اسلامی لشکر کے عقب میں جھیل لاجندا (La Janda) تھی، جسے عرب البحیرہ کہنے لگے۔

بحیرۂ روم کے ساحل پر سرافراز جبل الطارق
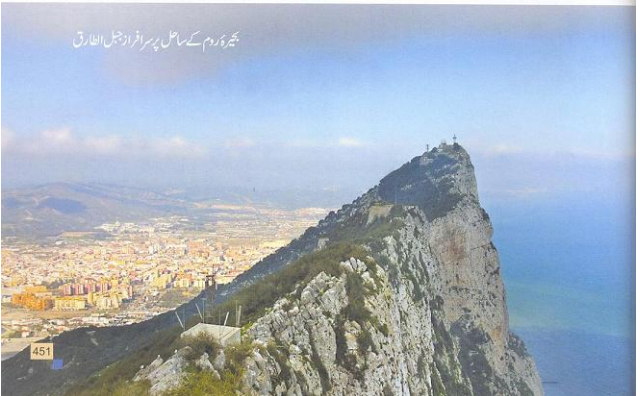
جنگ سے پہلے طارق کے فوجی دستوں نے قرب و جوار کے قصبوں اور شہروں کو فتح کر لیا اور وہاں سے فوج کے لیے کافی سامان رسد حاصل کیا۔ ان علاقوں کا گورنر تدمیر (Theodomir) تھا، اس نے ہسپانیہ کے مغربی قوطی (Visigoth) بادشاہ راڈرک (Roderic، عربی: لذریق یا رذریق) کو اطلاع دی۔ راڈرک لشکر جرار لے کر مقابلے کے لیے آیا اور دریائے برباط کے کنارے خیمہ زن ہوا۔ اس اثناء میں طارق کو موسیٰ بن نُصیر کی بھیجی ہوئی مزید پانچ ہزار سپاہ کی کمک مل چکی تھی۔ جنگ شروع ہونے سے پہلے طارق بن زیاد نے اپنی فوج کے سامنے جو ولولہ انگیز خطبہ دیا، اسلامی لٹریچر میں اسے بڑی اہمیت حاصل رہی ہے۔ آٹھ دن گھمسان کا رن پڑا اور آخر کار ہسپانوی فوج کو شکست فاش ہوئی (28 رمضان 92ھ /19 جولائی 711ء) اور شاہ راڈرک بھاگ نکلا لیکن اس کے انجام کا علم نہ ہو سکا۔ یہ جنگ اس اعتبار سے فیصلہ کن تھی کہ ہسپانوی فوج پھر کہیں بھی متحد ہو کر اسلامی لشکر کا کامیابی سے مقابلہ نہ کر سکی۔ فاتح طارق بن زیاد کے لیے اب میدان صاف تھا۔ اس نے اندلس کے جنوب مغربی علاقے کا رخ کر کے صوبۂ قادس کے مشہور شہر شذونہ، اور اس کے بعد حصن المدور، قرمونہ، اشبیلیہ، استجہ، قرطبہ، مالقہ، البیرہ، ریہ، اریولہ اور طلیطلہ پر قبضہ کر لیا۔ قرطبہ طارق کے حکم سے مغیث نے اوائل 93ھ / اکتوبر 711ء میں فتح کیا۔ ان فتوحات کے بعد طارق نے شمالی اسپین کا رخ کیا اور وہاں استرقہ (استوریاس) اور پھر صوبۂ جلیقیہ فتح کیا۔ ان مہمات میں بہت زیادہ مالِ غنیمت ہاتھ لگا جس میں مائدۂ سلیمان کا خصوصی ذکر آتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ سبز زبرجد سے بنے اس دسترخوان کے 360 پائے تھے اور وہ یاقوت، مرجان اور موتیوں سے مرصّع تھا۔

قوطی بادشاہ راڈرک کی شکست فاش اور طارق کی حیرت انگیز فتوحات کی خبریں سن کر افریقیہ کے والی موسیٰ بن نُصیر نے حکومت اپنے بیٹے عبداللہ کے سپرد کی اور خود اٹھارہ ہزار فوج لے کر رمضان 93ھ / جون 712ء میں آبنائے کو عبور کر کے ہسپانیہ میں جزیرۃ الخضراء میں اترا۔ موسیٰ جس پہاڑی کے قریب اترا، وہ جبل موسیٰ کہلانے لگی۔ ان کی فوج میں زیادہ تر عرب اور شامی سپاہی تھے۔ انھوں نے طارق کے مفتوحہ و مقبوضہ علاقوں کو چھوڑ کر غیر مفتوح حصوں کا رخ کیا اور شذونہ، قرمونہ، اشبیلیہ اور ماردہ فتح کیے۔

94ھ / 713ء میں موسیٰ اور طارق کی ملاقات طلیطلہ میں ہوئی۔ دونوں سپہ سالاروں نے مفتوحہ علاقوں کی انتظامی صورت حال کا جائزہ لیا اور داخلی حکمت عملی کا خاکہ اور مزید فتوحات کا منصوبہ تیار کیا۔ اس نے مزید مہمات پر روانہ ہونے سے پہلے اپنی فوج کو احکام جاری کیے، جو عسکری لٹریچر میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔ علاوہ ازیں، اس نے عربی اور لاطینی زبانوں میں نئے سکے مضروب کرائے۔ منصوبے کے مطابق دونوں سپہ سالاروں نے نئی مہمات کا آغاز کیا اور شمال مشرقی اندلس کے علاوہ جنوبی فرانس میں پیش قدمی کر کے تین اہم شہروں اربونہ (Narbonne)، لورون اور اوینون (Avignon) پر قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد انھوں نے اندلس کے شمال مغربی حصوں پر فوج کشی کی۔

موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد کی فتوحات کا سلسلہ جاری تھا کہ خلیفہ ولید بن عبدالملک کا قاصد دمشق سے یہ حکم نامہ لے کر آ پہنچا کہ موسیٰ اور طارق دونوں جلد دارالخلافہ دمشق پہنچ جائیں۔ موسیٰ نے چند مزید فتوحات کی خاطر خلیفہ کے احکام کی تعمیل میں تاخیر کی۔ ہسپانیہ قریب قریب فتح ہو چکا تھا، چنانچہ موسیٰ نے دمشق جانے کا فیصلہ کیا۔ اس نے اپنے بہادر اور قابل بیٹے عبدالعزیز کو، جس نے ہسپانیہ میں بہت معرکے مارے تھے، ہسپانیہ کا والی مقرر کیا اور خود طارق بن زیاد کے ہمراہ 95ھ / 714ء میں کثیر مالِ غنیمت لے کر ہسپانیہ سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گیا۔ دمشق پہنچ کر موسیٰ بن نُصیر اور طارق بن زیاد ایسے عظیم فاتح سپہ سالاروں کی عسکری زندگی کا خاتمہ ہو گیا اور انجام کار وہ گمنامی کی حالت میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اگر طارق اور موسیٰ دربارِ دمشق کی غیر دانش مندانہ مداخلت سے آزاد رہتے تو نہ صرف اندلس کی تاریخ مختلف ہوتی بلکہ آج یورپ اسلامی دنیا کا حصہ ہوتا۔ [1]

[1] ملخص از اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 362/12، الکامل في التاریخ: 268/4.

ہسپانیہ

(اقبالؒ کی نظر میں)

ہسپانیہ تُو خونِ مسلماں کا امیں ہے
مانندِ حرمِ پاک ہے تُو میری نظر میں

پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں
خاموش اذانیں ہیں تری بادِ سحر میں

روشن تھیں ستاروں کی طرح ان کی سنانیں
خیمے تھے کبھی جن کے ترے کوہ و کمر میں

پھر تیرے حسینوں کو ضرورت ہے حنا کی؟
باقی ہے ابھی رنگ مِرے خون جگر میں!

کیونکر خس و خاشاک سے دب جائے مسلماں
مانا وہ تب و تاب نہیں اس کے شرر میں!

غرناطہ بھی دیکھا مری آنکھوں نے ولیکن
تسکینِ مسافر نہ سفر میں نہ حضر میں!

دیکھا بھی دکھایا بھی، سنایا بھی سنا بھی
ہے دل کی تسلی نہ نظر میں نہ خبر میں!

اندلس میں اُمت مسلمہ کی عظمت رفتہ کے نقوش

القصر (مالقہ)

الحمرا میں اسلامی خطاطی کے نادر نمونے

اشبیلیہ میں تیرھویں صدی کی پہلی تہائی میں اسلامی حکمرانوں الموحدون کا تعمیر کردہ دفاعی بارہ پہلو گولڈ ٹاور (Torre de oro)

مسجد قرطبہ

القصر (مالقہ)

القصر (مالقہ)
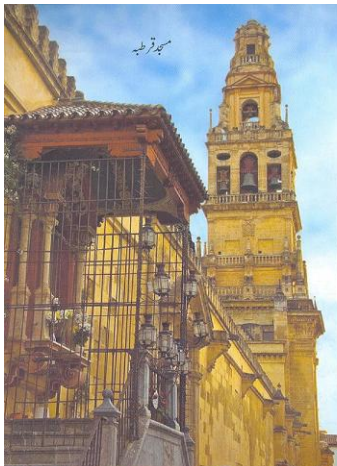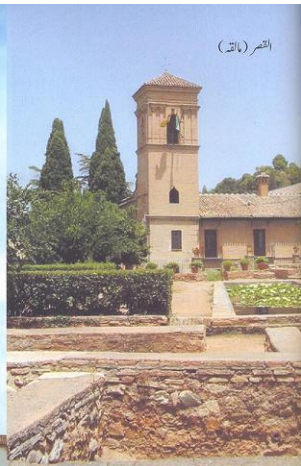
محمد بن قاسم ثقفی رحمہ اللہ

محمد بن قاسم بن محمد بن حکم بن ابی عقیل عرب کے مشہور قبیلہ بنوثقیف کا ایک نامور قائداور فاتح تھا۔ اس کی والدہ کا نام حبیبۃ العظمٰی تھا۔ اس کی ولادت تقریباً 75ھ میں غالباً شہر طائف میں ہوئی۔ اس کے والد قاسم، حجاج بن یوسف کے سگے چچا زاد بھائی تھے، چنانچہ جب حجاج (بعداز سنہ 75ھ) عراق کا حاکم اعلیٰ ہوا تو اس نے قاسم کو بصرے کا عامل مقرر کر دیا۔ محمد بن قاسم نے غالباً بصرے ہی میں تعلیم پائی۔ اسے موسم بہار کے ایک خوشبودار پودے البہار سے خاص شغف تھا، اس وجہ سے اس کی کنیت ابوالبہار ہوگئی۔ چچ نامہ میں اس کا لقب عماد الدین محض فارسی مترجم علی الکوفی کی خوش اعتقادی کا نتیجہ ہے۔

حجاج کو محمد بن قاسم سے خاص محبت تھی۔ اس نے اپنی بہن زینب کو محمد بن قاسم یا ایوب بن حکم سے شادی کی ترغیب دی مگر (غالباً عمر کی مناسبت سے) زینب نے ایوب سے شادی کر لی۔ محمد بن قاسم کی شادی بنوتمیم کے قبیلہ سعد بن زید میں ہوئی۔ چچ نامہ میں حجاج کی لڑکی یا راجا داہر کی بیوی لاڈی سے محمد بن قاسم کی شادی اور اس کی مِلکِ یمین ہونے کے بیانات محض افسانہ ہیں۔ زوجۂ داہر ابن الاثیر کے بقول ستی ہوکر مر گئی تھی۔

محمد بن قاسم کی شہرت اور عظمت اس کے عسکری اور انتظامی کارناموں کی وجہ سے ہے جو اس نے بالکل چھوٹی عمر میں انجام دیے۔ 91-90ھ میں جب محمد بن قاسم کی عمر 15 برس کی تھی، حجاج نے اسے فارس میں کرد قبائل کی سرکوبی کے لیے ایک فوجی مہم کا قائد مقرر کیا اور محمد نے ان قبائل کی طاقت کو توڑ کر انھیں مطیع کر دیا۔ اُس نے شہر شیراز کی بنیاد ڈالی اور اسے فارس کا پائے تخت بنایا۔ شاپور اور جرجان کی طرف مزید فتوحات حاصل کیں اور آخر میں رے پر حملے کی تیاریاں کر چکا تھا کہ حجاج نے اس کو سندھ کی فتح کے لیے نامزد کیا۔ اس وقت محمد کی عمر 17 برس کی تھی۔ [1]

[1] ماخوذ از اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 19/345-347.

محمد بن قاسم کی سندھ روانگی کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جزیرہ یاقوت (لنکا) کے راجہ نے حجاج بن یوسف کے پاس کچھ مسلمان عورتیں اور بچے روانہ کیے جن کے والدین فوت ہو چکے تھے جو کہ تاجر تھے۔ جس جہاز میں وہ سوار تھے، اسے راستے میں دَیبُل کے ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ ان عورتوں میں سے ایک عورت بنو یربوع کی تھی، اس نے حجاج کو پکارا۔ یہ بات آخر حجاج تک پہنچ گئی تو اس نے کہا: لبیک! پھر سندھ کے راجہ داہر سے عورتوں اور بچوں کی آزادی کا مطالبہ کیا۔ داہر کہنے لگا: میرا اس میں کوئی اختیار نہیں، انھیں تو ڈاکوؤں نے لوٹا ہے۔ حجاج نے عبیداللہ بن نبہان کو دَیبل روانہ کیا۔ وہ سندھ کی لڑائی میں شہید ہو گیا۔ پھر حجاج نے بُدَیل بن طَہفَہ بَجلی کو دَیبل جانے کا حکم دیا جبکہ ان دنوں وہ عُمان میں تھا۔ جب اس کا اہل سندھ سے مقابلہ ہوا تو اس کا گھوڑا بدک گیا اور دشمن نے گھیر کر اسے بھی شہید کر دیا۔ بعض نے کہا ہے بدھ مت کے پیروکار جاٹوں نے اسے قتل کیا تھا۔

92ھ کے نصف آخر میں محمد بن قاسم شیراز سے فتح سندھ کے لیے روانہ ہوا اور مکران، قنز پور اور ارمائیل فتح کرتے ہوئے دَیبل پہنچ گیا۔ دریں اثناء آدمیوں، اسلحے اور دیگر ساز و سامان کے کئی جہاز بھی دیبل آ پہنچے۔ محمد بن قاسم نے یہاں ایک خندق کھود لی، خندق پر نیزے گاڑ دیے اور جھنڈے تقسیم کر دیے گئے اور تمام لوگ اپنے اپنے جھنڈوں کے نیچے آ گئے۔ ایک منجنیق بھی نصب کی گئی جو ''عروس'' کے نام سے معروف ہے۔ پانچ سو آدمی مل کر اسے چلاتے تھے۔ دَیبل (کے قلعے) میں مہاتما بُدھ کا بہت بڑا بُت تھا۔ اس کے اوپر ایک مضبوط بانس تھا جس پر سُرخ جھنڈا نصب تھا۔ جب ہوا چلتی تو جھنڈا لہراتا تھا۔

اس دوران میں حجاج کے خطوط محمد بن قاسم کو پہنچ رہے تھے اور وہ بھی اپنے خطوط میں آیندہ کے لائحہ عمل پر اس کی رائے طلب کرتا تھا۔ خط کتابت کا یہ عمل ہر تیسرے روز ہوتا تھا۔ حجاج کا ایک خط آیا جس میں یہ درج تھا کہ ''عروس'' منجنیق کو مشرقی جانب نصب کرو، پھر منجنیق والے سے کہو کہ وہ ان کے جھنڈے پر پتھر برسائے۔
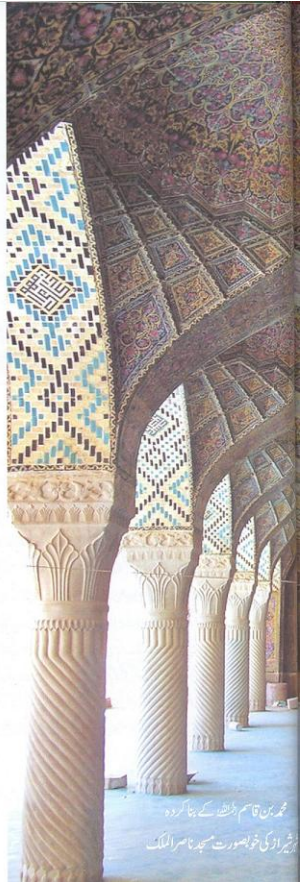
محمد بن قاسم رحمہ اللہ کے بنا کردہ
شیراز کی خوبصورت مسجد ناصر الملک

بھنبور (سندھ) کے کھنڈر

چنانچہ جھنڈے پر پتھر برسائے گئے تو وہ نیچے گر گیا۔ شہر والے قلعے سے باہر آ کر لڑنے لگے۔ لڑائی میں انھیں ہزیمت اٹھانی پڑی تو واپس قلعے میں چلے گئے۔ محمد بن قاسم نے سیڑھیاں بنوا کر قلعے کی دیواروں کے ساتھ لگائیں تو مجاہدین ان کے ذریعے سے قلعے میں داخل ہو گئے اور دیبل فتح ہو گیا۔ بت خانے کا مجاور مارا گیا۔ محمد بن قاسم نے 4 ہزار مسلمانوں کو یہاں آباد کیا اور ان کے لیے جامع مسجد کی بنیاد رکھی۔ [1]

اس کے بعد محمد بن قاسم نے دریائے سندھ (مہران) کے دائیں کنارے نیرون (بقول بلاذری بیرون) کوٹ، سیہون اور بدھیہ کے علاقے فتح کر لیے، پھر کشتیوں کا پل باندھ کر پائیں (زیریں) سندھ کے مثلث دہانے (ڈیلٹا) میں سے دریائے سندھ کو پار کیا اور 10 رمضان 93ھ / جون 712ء میں راوڑ (بقول البلاذری ''الرور'' یا روہڑی) کے قلعے کے نزدیک سندھ کے راجا داہر کے لشکر کو شکست دی۔ داہر مارا گیا۔ محمد بن قاسم اب آگے بڑھا اور دریائے سندھ کے بائیں جانب کے سارے قلعے بہرور، دھلیلہ، برہمن آباد اور آخر میں پائے تخت اَرُور فتح کر لیے۔ پھر آگے بڑھ کر اوچ اور ملتان کے علاقے فتح کیے، نیز کشمور تک اپنی سیاسی حدود کو بڑھا لیا۔ پھر راجپوتانے میں بیلمان (بھنمل) اور کاٹھیا واڑ میں سرست (سوراشٹر) کی طرف فوجیں بھیجیں۔ وہاں کے حکمرانوں نے اطاعت قبول کر کے صلح کے معاہدے کر لیے۔ خود محمد بن قاسم نے گجرات کے پائے تخت کیرج (کیرا، نزد احمد آباد) پر لشکر کشی کی اور راجہ شکست کھا کر بھاگ گیا۔

اب محمد بن قاسم نے شمالی ہندوستان کی طرف توجہ کی اور قنوج کے راجا کو اطاعت اور صلح کا پیغام بھیجا، مگر اس نے انکار کیا، لہٰذا محمد بن قاسم قنوج پر حملے کی تیاریاں مکمل کر کے روانہ ہوا اور شہر اودھا پور (اودے پور) پہنچا تھا کہ دارالخلافہ سے اس کی معزولی کا حکم نامہ پہنچا۔ سندھ کے نئے حاکم یزید بن ابی کبشہ سکسکی نے محمد کو گرفتار کر کے واپس عراق بھیج دیا۔ لیکن خلیفہ کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی صالح بن عبدالرحمٰن نے، جو خارجی تھا، اسے واسط میں قید کر لیا، کیونکہ صالح کے بھائی کو حجاج نے قتل کیا تھا جس کا انتقام اس نے محمد بن قاسم سے لیا اور اسے اذیت و عذاب پہنچا کر قتل کر دیا۔ [2]

محمد بن قاسم کی معزولی اور گرفتاری کا سبب یہ تھا کہ خلیفہ ولید نے اپنے بھائی سلیمان کو خلافت سے محروم کرنے کے لیے اپنے بیٹے عبدالعزیز کے لیے بیعت لینا شروع کی تھی۔ حجاج نے اس سازش میں ولید کی پوری پوری حمایت کی اور خود محمد بن قاسم کو بھی لکھا کہ سلیمان کی بیعت ترک کر دی جائے، مگر یہ سیاسی سازش کامیاب نہ ہو سکی، کیونکہ حجاج رمضان 95ھ میں مر گیا اور اس کے بعد خلیفہ ولید بن عبدالملک بھی جمادی الآخرہ 96ھ میں فوت ہو گیا۔ اب سلیمان نے ولید کے تمام حامیوں سے انتقام لینے کی ٹھان لی اور حجاج کے بدلے محمد بن قاسم کو ولید کی طرفداری کا خمیازہ بھگتنا پڑا، چنانچہ اسے معزول کر کے گرفتار کر لیا گیا۔

1 ملخص از جمهرة أنساب العرب : 267، فتوح البلدان : 423-425، الكامل في التاريخ : 250/4.

2 الكامل في التاريخ : 282/4، فتوح البلدان، ص:440.

نقشہ 151

محمد بن قاسم کی فوجی مہمات

بھمبھور اور دیبل

قدیم سندھ کی بندرگاہ دیبل کراچی اور ٹھٹہ کے درمیان کہیں واقع تھی۔ 1958ء میں دریافت شدہ شہر بھمبھور کے کھنڈر ٹھٹہ اور کراچی کے تقریباً وسط میں واقع ہیں۔ بھمبھور کا کراچی سے فاصلہ تقریباً 45 کلومیٹر اور ٹھٹہ سے پچاس پچپن کلومیٹر ہے۔ بھمبھور کے قریبی قصبے گھارو اور میر پور ساکرو ہیں۔ بعض علماء بھمبھور ہی کو دیبل خیال کرتے ہیں جو کہ دریائے سندھ کے مغرب میں ایک کھاڑی کے دہانے پر واقع تھا جبکہ اصطخری دیبل اور "بھمبھورا" کا ذکر الگ الگ کرتا ہے۔ بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ دیبل ہی کراچی کا پیش رو تھا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 9/522، 11/331)

محمد بن قاسم اپنے عدل وانصاف اور رواداری کی وجہ سے سندھ میں بہت مقبول ہو چکا تھا، لہٰذا جب اسے گرفتار کر کے واپس بھیجا گیا تو یہاں کے لوگ اس صدمے کی وجہ سے رونے لگے اور شہر کیرج (کیرا) میں اس کی مورتیاں بنائی گئیں۔ [1] محمد بن قاسم کو نئی حکومت کی اس غیر دانشمندانہ روش پر افسوس ہوا اور اس نے شاعر العرجی کا یہ شعر مثال کے طور پر پڑھا:

أَضَاعُونِي وَأَيَّ فَتًى أَضَاعُوا
لِيَوْمِ كَرِيهَةٍ وَسَدَادِ ثَغْرِ

''مجھے یہ لوگ کھو بیٹھے اور کیسے بڑے جوانمرد کو کھو بیٹھے، جو جنگ کے دن اور سرحد کی حفاظت کے لیے کام آیا کرتا تھا۔''

یہ 96ھ/715ء کا واقعہ ہے۔

محمد بن قاسم کے حالات اور کارناموں کا جائزہ لینے کے بعد ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ وہ فطری طور پر ان تمام صفات سے متصف تھا جو ایک قائد اور سردار میں ہونی چاہئیں۔ وہ ایک ہوشیار سپہ سالار، کامیاب سیاستدان اور اعلیٰ درجے کا منتظم حکمران تھا۔ ذاتی طور پر ایک مخلص دوست، خوش مزاج انسان اور بلند پایے کا شاعر تھا۔ بقول المرزبانی كان من رجال الدهر یعنی وہ اکابر زمانہ میں سے تھا۔

محمد بن قاسم کی اولاد میں سے صرف دو فرزند ہی معلوم ہیں: ① عمرو بن محمد، جو نہایت ہوشیار اور بہادر سپہ سالار تھا اور جس نے سندھ کے حاکم الحکم بن عوانہ کلبی کے عہد (111 تا 121ھ) میں کچھ اور گجرات کی طرف نمایاں فتوحات حاصل کیں اور ان فتوحات کی یادگار کے طور پر سندھ کے پائے تخت منصورہ کی بنیاد ڈالی۔ الحکم کے بعد عمرو سندھ کا حاکم مقرر ہوا اور تقریباً ساڑھے چار سال (121 تا 126ھ) حکمران رہا، تا آنکہ منصورہ میں شہید ہوا۔ ② محمد بن قاسم کا دوسرا بیٹا قاسم تھا جو خلیفہ ہشام کے عہد (724 تا 743ء) میں تقریباً پانچ سال اور کچھ مہینے بصرے کا حاکم رہا۔ [2]

باب القاسم (ملتان)
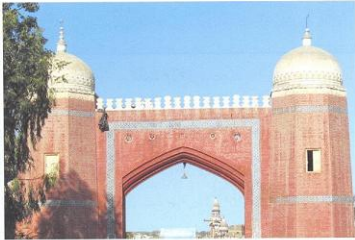
[1] دیکھیے فتوح البلدان، ص: 440۔

[2] ماخوذ از اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 19/347،348۔

غیر مسلم شخصیات و مشاہیر (تعارفی خاکہ)

یزدگرد سوم

یہ بنو ساسان سے تعلق رکھنے والا ایران کا آخری بادشاہ ہے، جس کی تقدیر میں یہ لکھا تھا کہ ایران میں اسلامی فتوحات کے دوران میں بادشاہت کا تاج اس کے سر پر رکھا جائے گا۔ اس کا نسب ہے: یزدگرد بن شہریار بن کسریٰ (خسرو پرویز۔)

اس کا باپ شہریار رومی عورت شیریں کا بیٹا تھا جو خسرو پرویز کی محبوب بیوی تھی۔ پرویز کے اٹھارہ بیٹے تھے۔ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں جن کے نام پوران دُخت اور آزرمیدُ خت ہیں۔ شہریار اپنے بھائیوں میں سب سے بڑا تھا۔

ساسانی دربار میں فتنے

مؤرخین کا خیال ہے کہ نجومیوں نے کسریٰ (خسرو) سے کہا تھا: تیرے ایک پوتے کے ہاتھوں سلطنت بربادی اور زوال کا شکار ہوگی، چنانچہ کسریٰ نے حکم دیا کہ اس کے لڑکے عورتوں سے دور رہیں۔ تجرد کا یہ عمل ان پر بہت شاق گزرا حتی کہ شہریار نے اپنی ماں شیریں کو دھمکی دی کہ اس کے پاس کوئی عورت لائی جائے ورنہ وہ اپنے آپ کو جان سے مار ڈالے گا۔ اس کے پاس نہایت گھٹیا قسم کی ایک لونڈی بھیجی گئی جو سنگی لگایا کرتی تھی۔ وہ حاملہ ہوئی اور شیریں نے اس کو نظر بند رکھا، یہاں تک کہ اس نے یزدگرد کو جنا۔ شیریں نے اس کی پیدائش کو پانچ برس چھپائے رکھا۔ پھر اس نے خسرو پرویز کو بتایا تو وہ اُسے قتل کرتے کرتے رہ گیا۔ شیریں نے خوفزدہ ہو کر اس پر مزید پردہ ڈالے رکھا اور یزدگرد کو سیستان یا سوادِ عراق میں چھپا دیا گیا۔

خسرو پرویز کا جاری کردہ طلائی سکہ

بعد ازاں ایرانیوں نے خسرو پرویز کی حکومت کے اڑتیسویں سال اس کے خلاف بغاوت کر دی اور اسے اس کے بیٹے شیرویہ بن مریم (شیریں) نے قتل کر دیا۔ پھر شیرویہ نے اپنے سترہ بھائیوں کو بھی قتل کر دیا تاکہ ایران کی بادشاہت پر اس کا کوئی مدمقابل امیدوار نہ ہو۔ یزدگرد کا باپ شہریار بھی انھی مقتولوں میں شامل تھا۔

اس شاہی خانوادے کی خون ریزی کے دوران میں یزدگرد کی ماں نے اُسے، جبکہ اُس کی عمر ابھی بیس سال تھی، بھگا کر اس کے ننھیال اصطخر بھیج دیا۔ آٹھ ماہ کی حکمرانی کے بعد شیرویہ کو رنج و غم نے آلیا اور وہ مر گیا۔ اس وقت خالد رضی اللہ عنہ حیرہ فتح کر رہے تھے۔ شیرویہ کے بعد اس کا بیٹا اردشیر، جو ابھی بچہ تھا، بادشاہ بنا مگر ایرانیوں نے اسے قتل کر کے فرخزاد کو عارضی طور پر بادشاہ بنا دیا۔ جلد ہی ایرانی سپہ سالار شہر براز نے اس کے خلاف بغاوت کی اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ پھر ایرانیوں نے اسے بھی قتل کر دیا اور اس کے بعد حکومت کی باگ ڈور یزدگرد کی پھوپھی اور کسریٰ (خسرو پرویز) کی بیٹی پوران دخت نے اپنے ہاتھ میں لے لی۔

ہفتہ طلائی (اصطخر)
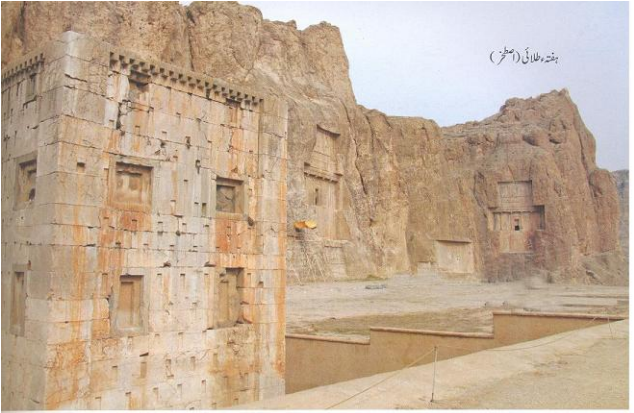
یزدگرد بادشاہ کے روپ میں

رمضان 13ھ / نومبر 634ء میں معرکۂ بویب میں ایرانیوں کو شکست ہوئی تو رستم اور فرزان نے ساسانیوں کے کسی مرد کی تلاش شروع کی اور آلِ کسریٰ کی عورتوں اور لونڈیوں پر تشدد کیا حتیٰ کہ ان میں سے ایک نے اعتراف کیا کہ یزدگرد موجود ہے۔ تب انھوں نے اصطخر میں اردشیر کے آتش کدے میں اُسے تاج پہنایا اور بادشاہ بنا کر مدائن لے آئے جبکہ اس کی عمر اکیس سال تھی۔ یہ ذی قعدہ 13ھ / دسمبر 634ء کا واقعہ ہے۔

پھر رستم نے مسلمانوں کے خلاف سوادِ عراق کے مفتوحہ علاقے میں بغاوت کی آگ بھڑکائی۔ اس کا ارادہ تھا کہ اس بغاوت کے ساتھ وہ خود بھی حملہ آور ہوگا۔ اس پر مثنّٰی رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے ہمراہ پسپائی اختیار کی اور صحرا کی جانب نکل گئے یہاں تک کہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا لشکر 16 صفر 15ھ / 30 مارچ 636ء کو قادسیہ میں اترا۔ رستم نے چاہا کہ قادسیہ میں ایرانی فوجوں کی سپہ سالاری سے دست کش ہو جائے لیکن یزدگرد نے اسے مجبور کیا کہ وہ اپنے عہدے پر قائم رہے۔

ایرانیوں کی شکستیں اور یزدگرد کی رسوائیاں

جنگِ قادسیہ میں ایرانی لشکر شکست سے دوچار ہوا اور رستم قتل ہوا۔ مسلمان مدائن کی جانب بڑھے اور راستے میں حائل دریائے دجلہ کو آناً فاناً عبور کر لیا۔ یہ دیکھ کر یزدگرد نے اپنے ''قصرِ ابیض'' (سفید محل) سے بھاگنے ہی میں عافیت جانی۔ شاہی کارندوں نے اُسے ایک ٹوکری میں ڈالا اور محل کی پچھلی بالکنیوں سے لٹکا کر نیچے پہنچا دیا اور اُس نے فرار ہوتے ہوئے جس قدر ہو سکا، اپنے خزانے اور مال و دولت حلوان منتقل کر دیے۔ راستے میں جلولاء کے مقام پر اس نے جتنے لشکر دستیاب ہوئے، جمع کیے لیکن اُنھیں پھر شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ تب یزدگرد حلوان سے رے کی جانب بھاگ گیا۔

اس کے بعد نہاوند میں ایرانیوں نے ایک لاکھ پندہ ہزار فوج جمع کی جسے مسلمانوں نے شکست دے کر تتر بتر کر دیا، پھر مسلمانوں کے لشکر دو محاذوں میں کوفہ اور بصرہ سے روانہ ہوئے اور ساری ساسانی سلطنت کو فتح کرتے چلے گئے جبکہ یزدگرد ان کے آگے آگے بھاگ رہا تھا۔

جب یزدگرد رے پہنچا تو وہاں کے حاکم ابان جادویہ نے اس کے خلاف بغاوت کر دی، اس سے مہر چھینی، اپنے لیے کچھ دستاویزات لکھوائیں اور ان پر مہر لگا کر یزدگرد کو لوٹا دی۔ یزدگرد کو ذلت اور عدم تحفظ کا احساس ہوا تو وہ رے سے اصفہان روانہ ہو گیا۔

نہاوند کی جنگ کے بعد مسلمان اصفہان کی طرف متوجہ ہوئے تو یزدگرد پہلے اصطخر اور وہاں سے کرمان چلا گیا اور کرمان کے ایرانی گورنر (مرزبان) کے سامنے اپنی بڑائی جتائی۔ گورنر نے اپنے کارندوں کو حکم دیا تو انھوں نے یزدگرد کو ٹانگ سے کھینچ کر گرا دیا۔ گورنر نے اس سے کہا: ”تو مملکت کے بجائے کسی بستی کی حکمرانی کے لائق بھی نہیں۔ اگر تجھ میں کوئی بھلائی ہوتی تو تیرا یہ حال نہ ہوتا۔“ یزدگرد وہاں سے سیستان چلا گیا۔ سیستان کے حاکم نے اس کی عزت افزائی کی۔ یزدگرد نے اس سے خراج کا مطالبہ کیا تو وہ بدل گیا اور انکار کر دیا، پھر یہ دھتکارا ہوا آوارہ آدمی سیستان سے خراسان چلا گیا جبکہ اس کے ہمراہ چار ہزار لوگ تھے جن کی اکثریت باورچیوں، نوکروں، عورتوں اور بچوں پر مشتمل تھی اور ان کے درمیان ایک بھی جنگجو نہ تھا۔ خراسان کے سردار نے اس کا استقبال کیا اور تعظیم بجالایا۔ یزدگرد کے پاس اپنی ذات پر خرچ کرنے کے سوا اپنے ان مصاحبوں پر خرچ کرنے کو کچھ نہ تھا۔

شاہِ ایران دربدر

دریں اثناء احنف بن قیسؓ مسلمانوں کے ہمراہ خراسان میں داخل ہوئے۔ انھوں نے ہرات فتح کیا اور پھر مرو شاہجان کی جانب روانہ ہوئے۔ یزدگرد وہاں سے نکل کر اپنی سلطنت کے سرحدی شہر مروُرود کو بھاگ گیا اور ترک خاقان، شاہ صغد اور شاہ چین کو لکھا کہ وہ اس کی مدد کریں۔

مرو (ترکمانستان) میں چھٹی صدی عیسوی میں تعمیر شدہ عظیم قز قلعہ جو سلطان سنجر سلجوقی کا محل بھی رہا۔
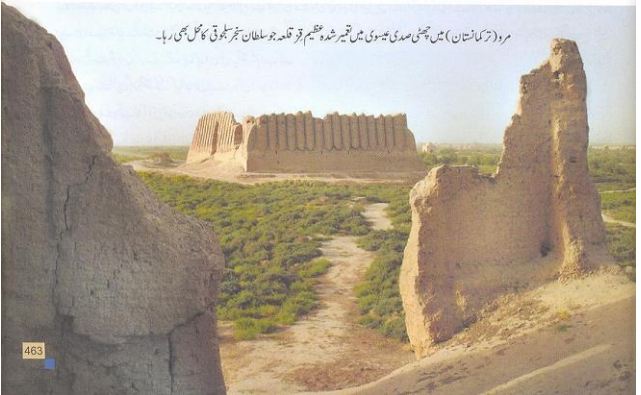
احنف بن قیس مرورود کی جانب بڑھے تو یزدگرد بلخ کی طرف بھاگ گیا۔ مسلمانوں نے اس کا تعاقب کر کے اسے شکست سے دو چار کیا۔ اب وہ اپنے بچے کھچے ساتھیوں کے ساتھ دریائے جیحون پار کر کے ترک خاقان کے ہاں چلا گیا۔ خاقان نے اس کی درخواست قبول کی اور ایک لشکر لے کر پہلے بلخ اور پھر مرورود تک آیا لیکن ترکوں کا مورال ایک ایسی جنگ کے بہت دیر چلنے کے بعد جس کا انھیں کوئی فائدہ نہ تھا، پست ہو گیا تھا، چنانچہ وہ پلٹ گئے۔ ادھر یزدگرد پھر مروشاہجان پہنچا جہاں اس نے اپنے خزانے چھوڑے تھے۔ انھیں نکلوایا اور چاہا کہ انھیں لاد کر ترک خاقان یا شاہِ چین کے پاس جائے اور اس سے اتحاد کر لے لیکن اس کے ساتھیوں نے یہ فیصلہ مسترد کر دیا۔ اتنے میں احنف وہاں پہنچ گئے۔ یہ دیکھ کر یزدگرد پناہ کی تلاش میں فرغانہ (ازبکستان) کی طرف بھاگ گیا اور مسلمانوں نے اس کے خزانے بطور مالِ غنیمت حاصل کیے۔

یزدگرد نہایت بیوقوف اور ناسمجھ آدمی تھا۔ اس نے سلطنت کے انتظامی معاملات چلانے کی تربیت بالکل حاصل نہیں کی تھی۔ ترکوں کے سردار (طرخان) نیزک نے اسے لکھا کہ میں اپنی بیٹی کی شادی تم سے کرنا چاہتا ہوں تو اس نے جواب دیا: ''تو میرے غلاموں میں سے ایک غلام ہے، تجھے جرأت کیسے ہوئی کہ مجھے اپنی بیٹی کا رشتہ پیش کرے!'' چنانچہ ماہویہ اور نیزک یزدگرد کے خلاف متحد ہو گئے اور انھوں نے اس کے ساتھیوں اور گھوڑوں کو قتل کر دیا اور اس کا ساز و سامان لوٹ لیا۔

یزدگرد کا عبرتناک انجام

یزدگرد وہاں سے چلا اور دریائے مرغاب کے کنارے واقع آٹا پیسنے کی چکی کے مالک کے گھر میں دو راتیں چھپا رہا۔ گھر کے مالک کو پتا چلا تو اس نے ماہویہ کو اطلاع دی۔ ماہویہ نے اس کے ساتھ اپنے سپاہی روانہ کیے۔ چکی کے مالک نے یزدگرد کے سوتے ہوئے اس کا سر پتھر سے کچل دیا، پھر ایک کلہاڑی سے سر کاٹ کر ان کے حوالے کر دیا۔ تفصیلات میں کچھ اختلاف ہے، تاہم اس کا دھڑ دریائے مرغاب میں پھینک دیا گیا تھا۔ رزیق ندی کے دہانے کے پاس وہ ایک لکڑی سے جا اٹکا تو مرو کے مطران نے اس کی دادی شیریں کے احترام میں اسے نکالا اور دفن کر کے وہاں اس کا مزار بنا دیا۔ ہمارے اندازے کے مطابق یزدگرد کو 31ھ / 651ء میں قتل کیا گیا جبکہ اس کی عمر انتالیس سال تھی۔ ایرانی اپنا کیلنڈر ہر بادشاہ کے تخت پر بیٹھنے کی تاریخ سے شروع کرتے تھے، چنانچہ ان کی یہ تقویم اب تک جاری ہے جسے ''یزدگردی تقویم'' کہا جاتا ہے۔

دریائے مُرغاب (افغانستان) کا ایک منظر

یزدگرد نہ تو جنگ کا آدمی تھا اور نہ سیاست کا، یہ اس کی تقدیر کا لکھا تھا کہ اس کا سامنا ایرانی تاریخ کے سخت ترین مدمقابل سے ہوا، حالانکہ وہ اس کا اہل نہیں تھا۔ علاوہ ازیں مجوسیت بہر حال اسلام کی ہم پلہ نہیں تھی، چنانچہ اس کی حکومت کو زوال آنا ہی تھا اور یہ ممکن نہیں تھا کہ اس کی سلطنت گردشِ ایام سے مسلمانوں کے زیرنگیں نہ آتی!

رستم بن فرخزاد

رستم ایک شہ سوار، جنگ جو اور سیاستِ فارس میں اول درجے کا آدمی تھا [1] جس نے ایران میں اسلامی فتوحات کا سامنا کیا اور قادسیہ کی جنگ میں قتل ہوا۔

اس کی نسبت کے متعلق روایات مختلف ہیں، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ یہ ارمنی تھا۔ ایک دوسری روایت کے مطابق وہ رے یا ہمدان کا باشندہ تھا۔ اچھی جسمانی صلاحیت کا مالک تھا۔ ایک دفعہ اس کے پاس ایک گھوڑا لایا گیا۔ اس نے ایک جست لگائی اور گھوڑے پر جا بیٹھا، حالانکہ اس نے گھوڑے کو چھوا نہ اس کی رکاب میں پاؤں ڈالا تھا۔

رستم مجوسی ہوتے ہوئے سخت کافر تھا۔ اس نے قادسیہ میں کہا: ''کل ہم انھیں پیس ڈالیں گے۔'' ایک آدمی بولا: ''ہاں اگر اللہ نے چاہا تو''۔ وہ بولا: ''اگر اللہ نہ چاہے تب بھی''۔

دربارِ شاہی میں ہنگامے

خسرو پرویز کے بیٹے شیرویہ نے ہر اس شخص کو قتل کر دیا تھا جو کسریٰ نوشیرواں کی نسبت سے اس کا مدمقابل تھا۔ پھر شیرویہ کا کم سن بیٹا اردشیر بادشاہ بنا مگر ایرانیوں نے اس کے خلاف بغاوت کر کے کسریٰ اور بہرام گور کے درمیان کے تمام شاہی سپوتوں کو مار ڈالا۔ اس کے بعد وہ بادشاہوں کے بحران کا شکار ہو گئے اور آلِ ساسان کا کوئی آدمی نہیں ملتا تھا جسے وہ بادشاہت کا تاج پہنائیں، چنانچہ انھوں نے فرخزاد بن بندوان کو بادشاہ بنا دیا جب تک کہ بنی ساسان کا کوئی آدمی نہ ملے اور وہ اس پر متفق نہ ہو جائیں۔ بعد ازاں شہر براز بغاوت کے زور پر بادشاہ بن بیٹھا مگر چالیس روز بعد وہ بھی قتل ہو گیا۔

اب دخت زنان ملکہ بنی لیکن وہ جلد ہی اس حکمرانی سے دستبردار ہو گئی۔ اس کے بعد شاپور بن شہر براز بن اردشیر نے بادشاہت سنبھالی اور اس کے تمام کاموں کی ذمہ داری رستم کے باپ فرخزاد بن بندوان نے اُٹھائی۔ اس نے شاپور سے مطالبہ کیا کہ وہ کسریٰ کی بیٹی آزرمیدخت کی اس سے شادی کر دے۔ شاپور مان گیا لیکن آزرمیدخت نے انکار کر دیا اور فرخزاد کے خلاف سازش کی، چنانچہ اسے کرائے کے قاتل سیاوُش نے قتل کر دیا۔ اسی طرح اس قاتل نے شاپور کو بھی قتل کیا، اور پھر آزرمیدخت نے بادشاہت کا تاج پہن لیا۔

ملکہ کی عبرت ناک موت اور رستم کا عروج

رستم ان دنوں خراسان کا حاکم تھا۔ وہ اپنے باپ کے قتل کی وجہ سے مشتعل ہوا۔ دریں اثناء خسرو پرویز کی بیٹی پوران دخت کی اس سے خط کتابت ہوئی۔ پوران دخت نے اسے دارالحکومت آنے پر ابھارا تو وہ مدائن کی طرف روانہ ہوا اور آزرمیدخت کے جس لشکر سے بھی اس کی مٹھ بھیڑ ہوئی، اسے شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ پھر رستم مدائن میں داخل ہوا اور آزرمیدخت کی دونوں آنکھیں پھوڑ کر اُسے قتل کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی سیاوُش کو

[1] یہ رستم قدیم ایران کے اس شہ زور رستم کا ہم نام تھا جس کی بہادری کے افسانے مشہور ہیں اور جس کا بیٹا سہراب بھی شہ زور تھا۔

بھی مار ڈالا۔

پوران دخت نے رستم کو دعوت دی کہ وہ دس سال تک سلطنت کے امور کی ذمہ داری سنبھال لے، اس کے بعد بادشاہت پھر کسریٰ کی اولاد میں آ جائے گی۔

یہ شعبان 13ھ / اکتوبر 634ء کا واقعہ ہے۔رستم نے فی الفور علاقے کے اطراف کے چودھریوں اور سرداروں کو لکھا اور انھیں مسلمانوں کے خلاف بغاوت پر اُبھارا، پھر اپنی تیاری مکمل کر کے ایک لشکر حیرہ کی جانب بھیجا۔ مثنیٰ رضی اللہ عنہ سرعت کے ساتھ اپنی فوجیں وہاں سے نکال کر کھلے صحرا میں چلے گئے۔ پھر ابوعبید بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ حملہ آور ہوئے۔ مسلمانوں نے ان کی قیادت میں دوبارہ عراق میں جنگ چھیڑ دی اور ایرانی سپہ سالار جابان کو نمارق میں ہرایا، پھر نرسی اور اس کے بعد جالینوس کو شکست سے دوچار کیا۔ رستم کا بھروسا اس جنگ میں ایرانیوں کی عددی کثرت پر تھا جبکہ مسلمانوں کا انحصار اللہ کی مدد کے بعد تیز رفتاری اور ایرانیوں کے لیے کمک آنے سے پہلے پہلے ان کے ہر لشکر کے خاتمے پر تھا۔

معرکۂ بویب میں ایرانی شکست

رستم چاہتا تھا کہ وہ مسلمانوں سے کوئی نہ کوئی جنگ ضرور جیت لے، چنانچہ اس نے بہمن جادویہ کی سرکردگی میں شہسواروں کے ایک دستے کو جنگی ہاتھیوں کے ہمراہ بھیجا اور ایران کا بڑا جھنڈا درفش کاویانی اس کے ہاتھ میں دیا۔ بہمن جادویہ نے پہلی اور آخری بار مسلمانوں کو شکست دی اور ابوعبید بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ان کے آدھے لشکر سمیت شہید کر دیا۔ تب مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے بقیہ چار ہزار فوج کے ساتھ صحرا کی طرف پسپائی اختیار کر لی۔

فرزان، رستم سے سرداری اور بڑائی میں مقابلہ کیا کرتا تھا۔ ان کا آپس میں اختلاف ہو گیا۔ ایرانیوں نے رستم کے ساتھ مل کر بغاوت کر دی اور وہ عہد، جو پوران دخت نے اس سے لیا تھا، توڑ دیا۔ دریں اثناء مسلمانوں نے دوبارہ اپنی فوجیں جمع کر لیں اور انھیں تازہ کمک بھی پہنچ گئی، چنانچہ مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے دوبارہ عراق پر یلغار کر دی۔ اب رستم اور فرزان نے ایک اور لشکر روانہ کیا جس کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی اور مہران اس کی قیادت کر رہا تھا۔ مثنیٰ رضی اللہ عنہ نے بویب میں اسے شکست دے دی تو ایرانیوں کو رستم اور فرزان پر بہت غصہ آیا۔ ان دونوں نے پوران دخت سے خسرو پرویز کی بیویوں، اس کی لونڈیوں اور اس کے خاندان کی دوسری عورتوں کی فہرست طلب کی اور کسریٰ کی اولاد میں سے کسی مرد کی تلاش کے لیے ان پر بے پناہ تشدد کیا۔ ان عورتوں میں سے ایک نے اعتراف کیا کہ یزدگرد زندہ ہے اور فلاں مقام پر چھپا ہوا ہے، چنانچہ انھوں نے اُسے بلوا کر بادشاہ بنا دیا۔ رستم نے مسلمانوں کے خلاف سوادِ عراق کے لوگوں کو بغاوت پر اکسایا تو مسلمان پھر صحرا کی طرف نکل گئے۔

رستم میدانِ قادسیہ میں

دریں اثناء مسلمانوں کا ایک نیا لشکر جس کی تعداد تینتیس ہزار تھی اور جس کی کمان سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کر رہے تھے، 16 صفر 15ھ / 30 مارچ 636ء کو قادسیہ پہنچا۔ یزدگرد شاہ نے رستم کو

ایرانی لشکر کے قائد کے طور پر قادسیہ روانہ کیا۔ رستم کو یہ مہم ناپسند تھی اور وہ مسلمانوں کا سامنا کرنے سے ڈرتا تھا۔ اس نے چاہا کہ اس کی جان چھوٹ جائے اور یزدگرد اس کی جگہ کسی اور کو بھیج دے لیکن بادشاہ نے اس پر اصرار کیا۔ رستم کا خیال تھا کہ معاملے کو ڈھیل دی جائے تاکہ مسلمان اکتا کر لوٹ جائیں جبکہ مسلمان ایسے نہ تھے، چنانچہ سعد ؓ نے عراق کے نواحی علاقوں کی جانب ابتدائی جارحانہ حملوں کے لیے دستے روانہ کرنے شروع کیے جو مال غنیمت اور خوراک وغیرہ لے کر لوٹتے۔ یوں رستم ادھر آنے پر مجبور ہو گیا۔ وہ ایک مشہور و معروف سالار تھا، چنانچہ سعد ؓ نے امیر المومنین عمر فاروق ؓ کو لکھا: ''اور وہ آدمی جسے انھوں نے ہم سے ٹکرانے کے لیے تیار کیا، رستم ہے جو اپنے جیسے بہادروں کے ہمراہ ہوگا ......۔''

رستم نے کچھوے کی چال سے سفر شروع کیا اور مدائن اور قادسیہ کا درمیانی فاصلہ جو ایک سو پچاسی کلومیٹر ہے، دس مراحل میں چار ماہ میں طے کیا۔ اس نے ساباط میں پہلا پڑاؤ ڈالا، پھر کوثی، بُرس، دیر اعور، دیر ہند، نجف، جوف کے پاس، سیلحین، خزارہ میں اور آخر میں دریائے فرات کی پرانی گزرگاہ نہر عتیق کے پیچھے خیمہ زن ہوا، پھر اس کو عبور کر کے قادسیہ پہنچا۔ ان سب جگہوں پر وہ زیادہ یا تھوڑے عرصے کے لیے ضرور ٹھہرا۔ اس دوران میں سعد ؓ نے یزدگرد کی جانب ایک وفد بھیجا تو دربار میں بادشاہ نے حکم دیا کہ ان کے سردار کے سر پر مٹی کی ٹوکری رکھ دی جائے جسے یہ قادسیہ تک لے کر جائیں۔ اس نے چاہا کہ مسلمانوں کو یوں رسوا کیا جائے۔ لیکن رستم نے اسے بدشگونی سے تعبیر کیا کہ بادشاہ نے ایران کی مٹی مسلمانوں کے حوالے کر دی ہے، چنانچہ اس نے ارادہ کیا کہ وہ وفد کے پیچھے جا کر مٹی واپس لے آئے لیکن وہ ان تک نہ پہنچ پایا اور اس کا بدشگونی کا خیال زیادہ مضبوط ہو گیا۔ رستم نجوم کا علم رکھتا تھا اور نیک و بد فالیں بھی لیا کرتا تھا۔ اس نے ساباط سے اپنے بھائی بندوان بن فرخزاد بن بندوان کو خط لکھا جو

طاق کسریٰ (مدائن) کے آثار
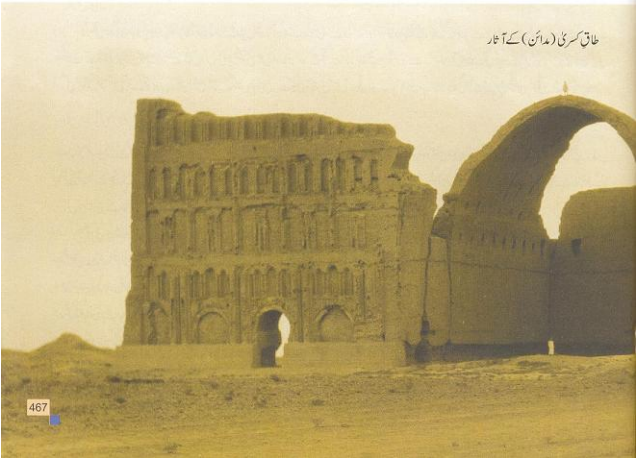
الباب کا مرزبان (گورنر) تھا:

''میری رائے یہ تھی کہ معاملے کو ڈھیل دیے رکھوں تا کہ ان کے نیک بخت بدنصیب ہو کر لوٹ جائیں لیکن بادشاہ نے انکار کر دیا۔ اس قوم کے متعلق میرا یہی خیال ہے کہ عنقریب یہ ہم پر غالب آئے گی اور ہماری زمین پر قبضہ کر لے گی۔ اور سب سے سنگین بات جو میں نے دیکھی، یہ تھی کہ بادشاہ نے مجھ سے کہا: تو ان کی جانب ضرور جائے گا ورنہ میں خود جاؤں گا، لہٰذا میں ان کی طرف جا رہا ہوں۔''

بددل رستم کی پریشانی

رستم سے ایک شاہی نجومی نے کہا: ''جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں، کیا تم نہیں دیکھتے ؟'' رستم نے جواب دیا: ''مجھے تو لگام ڈال کر کھینچا جا رہا ہے، میرے پاس سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں کہ کھنچتا چلا جاؤں۔''

یوں ایسے خیالات کے ساتھ اور ایسی نفسیاتی حالت میں رستم ایرانی لشکر کی قیادت کرتا ہوا قادسیہ پہنچا۔ رستم کا لشکر ساٹھ ہزار شہ سواروں اور ساٹھ ہزار پیدل فوج پر مشتمل تھا۔ اسّی (80) ہزار افراد جو مختلف خدماتی امور انجام دیتے تھے، ان کے علاوہ تھے۔ یہ کل دو لاکھ فوج تھی جس کے ہمراہ 33 ہاتھی تھے۔ رستم نے ہر چار ہزار کے لیے ایک ہاتھی متعین کیا، نیز ہرمزان کی قیادت میں اہواز کے لشکر کو میمنہ پر مقرر کیا۔ جالینوس کو الباب کے لشکر کے ساتھ میسرہ پر اور بہمن جادویہ کو ہمدان کے لشکر کے ساتھ قلب میں رکھا۔ رستم خود بھی قلب میں رہا اور اس کے لیے ایک چھتر تانا گیا جس کے نیچے وہ بیٹھا، اور ایران کا بڑا جھنڈا درفش کاویانی اس کے دائیں جانب قلعۂ قدیس کے سامنے بلند کیا گیا جہاں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اپنے لیے قیام گاہ بنا رکھی تھی۔

تاریخی مصادر بار بار اس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ رستم جب مدائن سے روانہ ہوا تو قادسیہ پہنچنے تک برابر اسے پریشان کن خواب و خیالات نے تنگ کیے رکھا جو اس مہم کے سلسلے میں اس کی بدشگونی میں اضافہ کرتے رہے اور بلاشبہ یزدگرد نے رستم کو اس جنگ کی قیادت پر مجبور کر کے سخت غلطی کی کیونکہ حکومتیں جب فوجوں کو جبراً جمع کرنے لگیں تو اس سے کوئی بہتری نہیں ہوتی اور نہ یہ بات سپہ سالاروں کے شایانِ شان ہوتی ہے۔

اہلِ حیرہ کو الزام

رستم حیرہ سے گزرا تو وہاں کے سرکردہ لوگوں کو بلا بھیجا۔ جب وہ آئے تو رستم ان پر بہت برسا، انھیں ڈانٹا اور ان پر تین الزامات عائد کیے۔ اس نے کہا: ''او اللہ کے دشمنو! تم عربوں کے ہمارے ملک میں داخل ہونے پر بہت خوش ہوئے تھے نا، تم ہمارے خلاف ان کے جاسوس بنے اور تم نے مال و متاع کے ساتھ انھیں قوت بھی فراہم کی تھی۔''

رستم کی دہشت کی وجہ سے وہ مرعوب ہو گئے اور ابن بقیلہ کو ڈھال بنا کر اس کے سامنے کیا۔ ابن بقیلہ نے اس سے کہا: ''جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ہم ان کے آنے پر خوش ہوئے، تم مجھے یہ بتاؤ کہ انھوں نے کیا کیا، اور ہم ان کے کس کام پر خوش ہوئے؟ وہ تو سمجھتے ہیں کہ ہم ان کے غلام اور اطاعت گزار ہیں جبکہ وہ ہمارے دین کے پیرو نہیں ہیں، اور وہ بڑے یقین سے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم آگ کے پجاری ہیں۔ رہی تمھاری یہ بات کہ ہم ان کے جاسوس ہیں تو مجھے یہ بتاؤ ہمیں کیا ضرورت پڑی تھی کہ ہم ان کے جاسوس بنتے جبکہ تمھارے اپنے ساتھی ان کے آگے بھاگ نکلے اور بستیوں کو ان کے لیے خالی چھوڑ دیا۔ انھوں نے جس سمت بھی جانا چاہا انھیں کوئی روکنے والا نہ تھا۔ اگر انھوں نے ارادہ کیا کہ دائیں کو جائیں تو وہ گئے۔ اگر ان کی مرضی ہوئی کہ بائیں کو جائیں تو وہ گئے۔ رہ گئی یہ بات کہ ہم نے مال و متاع سے انھیں قوت فراہم کی، تو دراصل تم نے ہماری

حفاظت نہ کی، لہٰذا ہم نے مال دے کر ان سے اپنی جانیں بچائیں۔ ہمیں ڈر تھا کہ ہم قیدی بنا لیے جائیں گے، لوٹ لیے جائیں گے اور ہمارے جنگجوؤں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے گا۔ تم میں سے جس نے بھی ان کا سامنا کیا، اپنے آپ کو بے بس پایا، پھر ہم تو زیادہ بے بس تھے۔ قسم ہے! تم ہمیں ان سے زیادہ محبوب ہو اور احسانات کرنے میں بھی زیادہ اچھے ہو۔ اگر تم انھیں ہم تک پہنچنے سے روکتے ہو تو ہم تمھاری مدد کو تیار ہیں۔ اب تم ہم سے یہ سلوک تو نہ کرو۔ ایک تو تم ہماری مدد نہ کر سکے، اوپر سے ملامت بھی ہمی کو کرتے ہو کہ ہم نے اپنا اور اپنے ملک کا دفاع کیوں نہ کیا۔''

رستم نے اپنے ہمراہیوں سے کہا: ''اس آدمی نے تم سے سچ کہا۔'' یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

صلح کے لیے رستم کی ناکام کوشش

زہرہ بن حویہ، سعد رضی اللہ عنہ کے ہراول دستے کی کمان کر رہے تھے۔ رستم نے ان سے خط کتابت کی اور ان سے قادسیہ کے پل کے پاس ملا۔ اس نے صلح کا اشارہ کیا اور بدلے میں مسلمانوں کو مال و دولت کی پیش کش کی۔ زہرہ نے کوئی جواب نہ دیا، چنانچہ وہ ناکام اپنے لشکر کی جانب لوٹ گیا، پھر اس نے اسلامی لشکر سے کوئی آدمی طلب کیا جو اس سے بات چیت کرے اور بعد کے دنوں میں بھی کئی بار اس مطالبے کو دہرایا۔ سعد رضی اللہ عنہ نے اس کے پاس ربعی بن عامر کو بھیجا، پھر حذیفہ بن محصن کو، پھر مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کو اور ان کے علاوہ دیگر لوگوں کو بھی بھیجا لیکن مذاکرات کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ سامنے نہ آیا اور حتمی طور پر یہ فیصلہ ہوا کہ جنگ لڑی جائے گی، چنانچہ سعد رضی اللہ عنہ نے ایرانیوں کو پل کے علاوہ کسی دوسری جگہ سے نہر عتیق عبور کرنے کی اجازت دی۔ انھوں نے اس دریائی دھارے کو ایک جگہ سے پاٹ کر اسے عبور کر لیا۔

قادسیہ کا معرکہ چار دن جاری رہا۔ بعض درمیانی راتوں میں بھی لڑائی ہوتی رہی۔ چوتھے دن قعقاع بن عمرو رضی اللہ عنہ نے ایک برچھی اُٹھائی۔ ان کا ہدف رستم تھا۔ مسلمان لڑتے بھڑتے اس کی جانب بڑھے۔ لیکن آندھی آگئی جس نے رستم کا چھتر اکھاڑ کر نہر عتیق میں پھینک دیا اور قعقاع کے پہنچنے سے پہلے ہی رستم اپنے تخت سے اٹھ گیا۔

رستم کا مہلک انجام

تیم الرباب کے ایک آدمی ہلال بن علفہ نے ایک خچر دیکھا جس نے دونوں طرف بوجھ اٹھا رکھا تھا اور نہر عتیق کے کنارے کھڑا تھا۔ انھوں نے اپنی تلوار سے وہ رسیاں کاٹ ڈالیں جو بوجھ کو سنبھالے ہوئے تھیں۔ ایک طرف کا بوجھ رستم کو، جو خچر کے پیچھے کھڑا تھا، لگا اور کسی کو اس کا پتا نہ چل سکا۔ اس ضرب سے رستم کو شدید چوٹیں آئیں اور وہ اپنے جسم سے لگے ہتھیار اور تمغے اُتار کر پھینکتے ہوئے نہر عتیق کی جانب بھاگا۔

ہلال نے اسے دیکھا تو وہ بھی گھوڑے پر سوار اس کے پیچھے ہو لیے۔ رستم نے ان کی جانب ایک تیر پھینکا جو ان کے پاؤں میں جا گھسا اور اُسے رکاب تک پھاڑ ڈالا۔ وہ چیخ چیخ کر ہلال سے کہہ رہا تھا: ''تجھے بدلہ مل گیا!'' پھر رستم نے اپنے آپ کو نہر عتیق میں ڈال دیا۔ ہلال بھی اس کے پیچھے کودے اور اسے جا لیا۔ رستم تیرنے کی کوشش کر رہا تھا جبکہ ہلال نے پانی میں قدم جما کر اسے پکڑ رکھا تھا۔ انھوں نے رستم کی ٹانگ پر گرفت مضبوط کی اور اُسے کھینچ کر باہر خشکی پر لے آئے اور اُس کی ناک اور پیشانی پر تلوار کے وار کیے اور اس کی کھوپڑی پھاڑ کر اسے قتل کر دیا۔ پھر اس کی نعش کو کھینچتے ہوئے خچر کی ٹانگوں میں لے آئے۔ لگتا ہے کسی کو اس واقعے کا علم نہ ہو سکا تھا، چنانچہ ہلال رستم کے تخت پر چڑھ کر پکار اٹھے: ''رب کعبہ کی قسم! میں نے رستم کو قتل کر دیا ہے۔''

یہ سننا تھا کہ مسلمان ان کے گرد جمع ہو گئے اور ایرانیوں کا لشکر پسپا ہو گیا۔ اس کے بعد ضرار بن خطاب آئے اور ''درفش کاویانی'' کو اونچائی سے

اتارا، پھر وہ کبھی بلند نہ ہوسکا اور اللہ نے ایرانیوں کو ذلت سے ہمکنار کیا۔

رُفَیل، جو کہ ایرانی مجوسی تھا اور قادسیہ میں مسلمان ہوا، کہتا ہے: ''مجھے سعد ؓ نے بلوایا اور کہا کہ مقتولوں کو جا کر دیکھو اور واپس آ کر مجھے ان کے سروں کے نام بتاؤ۔ میں نے واپس آ کر انھیں آگاہ کیا۔ رستم مجھے اس کی جگہ، یعنی چھتر کے پاس تخت پر نہیں ملا تھا۔ سعد نے تیم کے ایک آدمی کو، جسے ہلال کہا جاتا ہے، پیغام بھیجا۔ وہ آیا تو اس سے کہا: ''تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں کہ رستم کو تم نے قتل کیا ہے؟'' وہ بولا: ''کیوں نہیں؟ (میں نے ہی اسے قتل کیا ہے۔)''

''پھر اس کا کیا کیا؟''

''میں نے اسے خچر کی ٹانگوں کے نیچے ڈال دیا تھا۔''

''تم نے اسے قتل کیسے کیا؟''

''میں نے اس کی پیشانی اور ناک پر ضرب لگائی تھی۔''

سعد ؓ یقین حاصل کرنا چاہتے تھے، بولے: ''ٹھیک ہے، اسے ہمارے پاس لاؤ۔''

ہلال گیا اور اسے لا کر قلعے کے دروازے کے سامنے ڈال دیا۔ سعد نے رستم کے جسم پر جو کچھ تھا، مالِ غنیمت کے طور پر ہلال کو دیا اور باوجودیکہ رستم نے دریا کی جانب بھاگتے ہوئے ہلکا ہونے کی غرض سے اپنا زیادہ تر جنگی سامان اتار پھینکا تھا، ہلال نے وہ مال ستر ہزار درہم کے بدلے میں بیچا۔ اس کا ٹوپ گم ہو گیا جو بعد میں نہ ملا۔ ہوسکتا ہے وہ نہرِ عتیق میں گر کر بہہ گیا ہو، ورنہ اس اکیلے کی قیمت ایک لاکھ تھی۔

بعض روایات کے مطابق ہلال نے رستم کا سر کاٹ کر لٹکا دیا تھا لیکن اس کی تردید اس واقعے سے ہوتی ہے کہ کچھ ایرانی جو قادسیہ میں مسلمان ہوئے تھے، سعد کے پاس آئے اور کہا: ''اے امیر! ہم نے آپ کے محل کے دروازے پر رستم کی نعش دیکھی لیکن اس پر سر کوئی اور تھا۔'' یعنی چہرہ مسخ ہو چکا تھا۔ یوں فارس کا ایک عظیم آدمی فتوحاتِ اسلامیہ کا سامنا کرتے ہوئے 16 شعبان 15ھ / 23 ستمبر 636ء کو اتوار کے دن ہلاک ہو گیا۔

ہُرمُزان

یہ آدمی فتوحات اسلامیہ کے اولین دور کے نمایاں اور انتہائی لڑاکا ایرانی سپہ سالاروں میں سے ہے۔ ہرمزان ایران میں اپنی سطح کا واحد آدمی تھا جو قیدی بن کر مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ وہ اہواز کے علاقوں تستر [1] اور مہرجان قذق کا حاکم رہا تھا۔ جنگ قادسیہ میں رستم نے اسے اپنے لشکر کے میمنہ کی کمان دی۔ اس کی قیادت میں اہواز کی فوج کے اٹھائیس ہزار سپاہی لڑ رہے تھے جن کے ہمراہ سات ہاتھی تھے۔

شوشتر (ایران) میں دریائے کارون کی آبشاریں
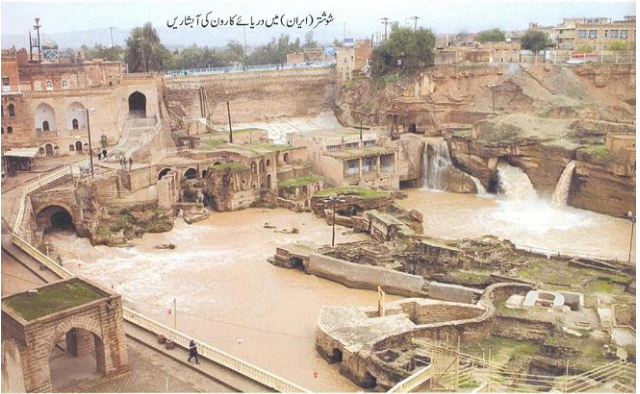
[1] شوشتر (تُستر): یہ قدیم زمانے سے اہواز کا ایک شہر ہے۔ فارسی میں اسے شوش کہتے ہیں جس کے معنی ہیں "بہت اچھا" (شستہ)۔ شوش سے معرب شوشتر یا تستر ہے۔ (معجم ما استعجم: 767/3) شُستر یا شوشتر (عربوں کا تُستر) ایران کے صوبہ عربستان (قدیم خوزستان) کا ایک شہر ہے جس کے مغرب کی طرف دریائے کارون بہتا ہے۔ اس شہر کی بنیاد شوش (سوسہ) کی طرز پر اُسطوری بادشاہ ہوشنگ نے رکھی تھی۔ (یاد رہے شوش یا سُوس دجلہ کی معاون ندی کرخہ کے مشرق میں واقع ہے۔) عہد فاروقی میں براء بن مالک نے اسے فتح کیا اور یہیں ان کا مرقد بنا۔ اُموی دور میں باغی خارجی شبیب نے تُستر کو اپنا دارالحکومت بنایا تھا اور اُس کی وفات کے بعد حجاج نے اس پر قبضہ کرلیا۔ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ: 725-723/11)

یہ لوگ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے لشکر میں شریک قحطانی قبائل کا مقابلہ کر رہے تھے۔ جب ایرانی لشکر پسپا ہوا تو ہُرمُزان ان لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے میدان میں جم کر لڑنے کی کوشش کی لیکن جلد ہی شکست کھا کر بھاگ نکلا۔ پھر قادسیہ کے شکست خوردہ افراد اپنے سپہ سالاروں ہرمزان اور فرزان وغیرہ کے ساتھ بابل میں جمع ہوئے لیکن بابل کی لڑائی شروع ہوتے ہی شکست کھا کر جدھر منہ اٹھا بھاگ نکلے۔ ان میں سے بیشتر کا رخ مدائن کی طرف تھا، البتہ ہرمزان اپنے علاقے اہواز کو سدھارا جبکہ عتبہ بن غزوان اس کا تعاقب کر رہے تھے۔ عتبہ اور ہرمزان کے مابین نہر تیری اور دلث کے درمیان جنگ برپا ہوئی اور نہر تیریٰ اور مناذر میں واقع ہرمزان کی چوکیاں مسلمانوں کے ہاتھ آئیں۔ ہرمزان دُجیل ندی کے کنارے واپس آیا اور سوق اہواز کا پل پار کیا، پھر اس نے صلح کا مطالبہ کیا تو عتبہ نے اس شرط پر اس سے صلح کی کہ جو جگہیں مسلمانوں کے ہاتھ نہیں آئیں وہ بھی ان کے حوالے کر دی جائیں۔ لیکن علاقوں کی حد بندی پر ان میں اختلاف ہو گیا، چنانچہ ہرمزان نے صلح کا معاہدہ ختم کر دیا اور دوسری بار شکست کھائی۔ شکست کھا کر وہ رَامَھُرمُز کی جانب پیچھے ہٹ گیا اور دوبارہ صلح کا مطالبہ کرنے لگا۔ مسلمانوں نے اس سے پھر اسی شرط پر صلح کر لی کہ جو علاقے فتح ہونے سے رہ گئے ہیں، وہ مسلمانوں کے حوالے کر دیے جائیں۔

ہُرمُزان کی اسیری اور حیلہ جوئی

دریں اثناء یزدگرد برابر ایرانیوں کو جنگ پر ابھارتا رہا۔ ہرمزان نے اس کی آواز پر لبیک کہا اور تیزی سے مسلمانوں پر حملہ آور ہوا لیکن نعمان بن مقرن رضی اللہ عنہ نے اسے اَربک میں شکست سے دوچار کیا۔ ہرمزان نے تستر تک پسپائی اختیار کر لی۔ مسلمانوں نے اس شہر کا محاصرہ کر لیا اور رات کو اچانک حملہ کرتے ہوئے تستر میں داخل ہو گئے۔ ہرمزان کو انھوں نے ایک ایسے قلعے میں گھیر لیا جس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں تھا، چنانچہ اس نے خود کو امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا کہ وہ جو فیصلہ کریں، اسے منظور ہوگا۔ تب اسے رسیوں سے باندھ کر مسلمانوں کی معیت میں مدینہ روانہ کر دیا گیا۔ وہ لوگ ایک گرم دن کی دوپہر کو وہاں پہنچے اور امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو تلاش کرتے رہے، بالآخر انھوں نے آپ کو مسجد کے ایک گوشے میں اپنا کُرتا سر کے نیچے رکھے سوتے پایا جبکہ مسجد میں ان کے سوا کوئی اور سویا ہوا یا بیدار موجود نہیں تھا۔ یہ دیکھ کر ہرمزان نے امیر المومنین سے کہا: ''تم انصاف کرتے ہو اور بے خوف ہو کر سورہتے ہو۔''

امیر المومنین بولے: ''ہرمزان، سناؤ! مسلمانوں کو دھوکا دینے کے وبال اور اللہ کی مشیت سے اپنے انجام کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اور ایک کے بعد دوسرا عہد توڑنے کا تمھارے پاس کیا عذر ہے؟''

وہ بولا: ''مجھے ڈر ہے کہ بتانے سے پہلے ہی تم مجھے قتل کر دو گے۔'' عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: ''اس بات کی فکر مت کرو۔''

ہرمزان نے پینے کو پانی مانگا۔ جب پانی لایا گیا تو اس کا ہاتھ کانپنے لگا۔ اس نے کہا: ''مجھے ڈر ہے کہ تم مجھے پانی پیتے ہوئے قتل کر دو گے۔''

امیر المومنین نے جواب دیا: ''کوئی بات نہیں، پانی پینے تک تمھیں کچھ نہیں کہا جائے گا۔''

یہ سن کر ہرمزان نے پانی گرا دیا اور بولا: ''مجھے پانی کی ضرورت نہیں۔'' میں تو اس کے ذریعے سے امان حاصل کرنا چاہتا تھا۔ صحابہ نے اس کی اس بات کی تائید کی۔

آخرکار ہرمزان مسلمان ہو گیا۔ امیر المومنین نے اس کے لیے دو ہزار وظیفہ مقرر کیا، اسے مدینہ میں رہائش فراہم کی اور اس کا نام ''عُرفُطہ'' رکھا۔ ہرمزان گویا ایرانیوں کا ایک قلعہ تھا جو اہواز اور مہرجان قذق کے سقوط کے ساتھ ہی فتح ہو گیا۔ انھی دنوں یزدگرد شاہ نے نہاوند میں فوج اکٹھی کی

تو امیر المومنین عمر فاروق ﷜ نے ہرمزان سے مشورہ طلب کیا۔ اس نے کہا: ''ایران کا سر نہاوند میں ہے اور دونوں بازو آذر بائیجان میں۔ دونوں بازو کاٹ دو، سرخود بخود ختم ہو جائے گا۔''

امیر المومنین بولے: ''او اللہ کے دشمن! تو نے جھوٹ بکا بلکہ میں سر کاٹوں گا۔ جب اللہ نے سر کاٹ دیا تو دونوں بازو کچھ نہیں کرسکیں گے۔''

سہ فریقی سازش اور ہُرمزان

27 ذی الحجہ 23ھ / 4 نومبر 644ء کے دن امیر المومنین عمر فاروق ﷜ معمول کے مطابق مسلمانوں کو فجر کی نماز پڑھانے کے لیے نکلے۔ انھوں نے جیسے ہی نماز کے لیے تکبیر تحریمہ کہی ابولؤلؤ مجوسی نے ان کو خنجر گھونپ دیا۔ بعد میں عبدالرحمٰن بن ابی بکر ﷜ نے بتایا: ''میں ابولؤلؤ، ہرمزان اور حیرہ کے ایک عرب جفینہ کے پاس سے گزرا، یہ تینوں آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے۔ میں اچانک ان کے پاس پہنچا تو وہ اُٹھے اور ان کے درمیان سے ایک خنجر گرا جو دو دھاری تھا اور اس کا دستہ درمیان میں تھا۔'' لوگوں نے دیکھا تو یہ وہی خنجر تھا جو امیر المومنین عمر فاروق ﷜ کو گھونپا گیا، چنانچہ عبید اللہ بن عمر نکلا اور ہرمزان کو اپنی تلوار کے وار سے قتل کر دیا، پھر جفینہ اور ابولؤلؤ کی ایک چھوٹی بیٹی کو قتل کر دیا۔ مسلمانوں نے عبید اللہ کو قید کر دیا کیونکہ بعض اسے مقتولین کے قصاص میں قتل کرنا چاہتے تھے۔ تب عثمان ﷜ نے اس سے کہا: ''اللہ تجھے ہلاک کرے، تو نے اس آدمی کو قتل کر دیا جو نماز پڑھتا تھا؟ (ان کی مراد ہرمزان سے تھی) اور چھوٹی بچی اور ایک دوسرے ذمی کو قتل کر ڈالا؟ (ذمی سے ان کی مراد جفینہ تھا جو عیسائی تھا۔) اس پر عمرو بن عاص ﷜ نے کہا: ''کل عمر قتل کیے گئے اور آج ان کا بیٹا قتل ہو رہا ہے۔'' چنانچہ فیصلہ یہ ہوا کہ امیر المومنین عثمان ﷜ ان دونوں مقتولین اور لڑکی کی دیت دیں۔ ایک دوسری روایت یہ بھی ہے کہ عثمان ﷜ نے عبید اللہ کو قماذیان بن ہرمزان کے حوالے کر دیا تاکہ وہ اسے اپنے باپ کے بدلے میں قتل کر دے۔ لوگ ان دونوں کو لے کر مدینہ سے باہر آ گئے اور قماذیان سے کہنے لگے کہ معاف کر دو، درگزر کرو۔ اس نے لوگوں سے پوچھا:

''کیا کسی کے لیے جائز ہے کہ مجھے اس کو قتل کرنے سے روک دے؟''

لوگوں نے کہا: ''نہیں''۔

وہ بولا: ''اگر میں چاہوں تو کیا اسے قتل نہیں کر سکتا؟''

لوگوں نے کہا: ''کیوں نہیں؟''

اس نے کہا: ''میں نے اسے معاف کیا۔''

یہ سن کر مسلمانوں نے اسے کندھوں پر اُٹھالیا اور خوشی سے اللہ کی وحدانیت کے نعرے لگاتے ہوئے مدینہ لوٹ آئے۔

ایشوعیاب جزالی

606ء میں مدائن میں نسطوری آرچ بشپ کے طور پر گریگوری کا تقرر عمل میں آیا تھا[1] جو خسرو پرویز کی محبوب ترین عیسائی بیوی شیریں کی صوابدید پر اور کسریٰ سے مشورہ کیے بغیر بلکہ اس کی رائے کے برعکس ہوا تھا۔ جب خسرو پرویز کو اس تقرر کا علم ہوا تو اسے ایران کے عیسائیوں پر بہت غصہ آیا۔ اس نے ان پر عائد شدہ خراج دُگنا کر دیا، ان کے اموال لے لیے اور حکم جاری کیا کہ آئندہ کسی آرچ بشپ کا تقرر عمل میں نہ آئے۔ گریگوری اپنے منصب پر چار سال فائز رہنے کے بعد 922 یونانی/610ء میں فوت ہوگیا۔ اس کے بعد شیرویہ کے بادشاہ بننے تک سترہ برس یہ کرسی خالی رہی اور کسی آرچ بشپ کا تقرر نہ ہو سکا۔ 5ھ / 627ء/939 یونانی میں جب شیرویہ نے بادشاہت سنبھالی تو مدائن میں آرچ بشپ کے عہدے کے لیے ایشوعیاب کا انتخاب کیا گیا۔

ایشوعیاب عمر رسیدہ عالم اور عقل مند شخص تھا۔ اس کا تعلق موصل کی ایک بستی جزال سے تھا۔ اس سے پہلے وہ بلد نامی شہر میں معلم کے فرائض انجام دیتا تھا، پھر اس کی تعیناتی بشپ کے طور پر ہوئی جہاں اس نے بڑی حکمت سے کام کیا اور کچھ دینی کتابیں بھی لکھیں۔

ایشوعیاب ہی کے دور میں شیرویہ مرا اور اس کے بعد اس کا بیٹا اردشیر بادشاہ بنا۔ وہ بھی قتل ہوا اور شیرویہ کی بہن پوران دُخت نے 13ھ/635ء میں حکومت کی باگ ڈور سنبھالی۔ سلطنت کے داخلی امور عدم استحکام کا شکار تھے اور اسے اسلامی فتوحات کا مسئلہ بھی درپیش تھا، چنانچہ پوران دخت نے ایشوعیاب کو صلح کی تجدید کے لیے شاہ روم ہرقل کے پاس بھیجا۔ ایشوعیاب کی قیادت میں پادریوں کا ایک وفد نہایت عزت و احترام سے روانہ ہوا۔ ہرقل کو ایشوعیاب اچھا لگا۔ بادشاہ نے اس سے مطالبہ کیا کہ نسطوری مذہب کے مطابق اپنا عقیدہ لکھ دے، اس نے لکھا تو ہرقل نے اُسے سراہا۔

نسطوری پادری اور غلبۂ اسلام کی پیشگوئی

ایشوعیاب کے زمانے میں نبی ﷺ مبعوث ہوئے اور ساسانی سلطنت کا خاتمہ ہوا۔ تاریخ کے نسطوری مصادر بیان کرتے ہیں کہ ایشوعیاب کو پہلے سے یہ توقع تھی کہ عنقریب اسلام کا ظہور ہوگا اور اسے غلبہ، قوت، عروج اور فتوحات حاصل ہوں گی، چنانچہ اس نے نبی ﷺ سے خط کتابت کی اور انھیں بتایا کہ عنقریب ان کا دین یہاں تک پہنچے گا۔ اس کے ساتھ اس نے کئی خوبصورت تحفے بھی آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجے۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے غلبۂ اسلام سے قبل کسی کو توقع نہیں تھی کہ عرب ایران، شام اور مصر وغیرہ پر حکومت کریں گے۔ ہوسکتا ہے ایشوعیاب کو یہ بات عیسائیوں کی

پتھر پر کندہ نسطوری تحریر

[1] اطلس الفتوحات الاسلامیہ (عربی) میں گریگوری کے تقرر کا سن ''11ھ/606ء'' دیا گیا ہے یہ ہجری سن درست نہیں کیونکہ ہجری تقویم 622ء سے شروع ہوتی ہے۔

کتابوں میں ملی ہو۔

پھر جب نبی ﷺ کو غلبہ اور قوت حاصل ہوئی تو ایشوعیاب نے دوبارہ آپ ﷺ سے خط کتابت کی، آپ سے عہد لیا اور ان علاقوں میں رہنے والے تمام عیسائیوں کے لیے جو آپ کے دائرۂ عمل میں تھے اور آپ کے بعد صحابہ کے دائرۂ عمل میں آنے والے تھے، یہ ضمانت حاصل کی کہ وہ مسلمانوں کی زیر نگرانی امن و امان سے نمازیں قائم کر سکیں گے اور اپنے گرجا گھروں کو آباد رکھ سکیں گے۔

اسلامی تاریخی مصادر میں ایشوعیاب اور نبی ﷺ کی باہمی خط کتابت کا ہمیں کوئی تذکرہ نہیں ملتا۔ شاید اس کی ابتدائی خط کتابت 5ھ/627ء میں مدائن کے آرچ بشپ کے عہدے پر اس کے تقرر کے فوراً بعد ہوئی ہو یا شاید اس سے بھی پہلے ہوئی ہو، البتہ دوسری خط کتابت سے معلوم ہوتا ہے کہ 9ھ/630ء میں فتح مکہ کے بعد ہوئی تھی۔

ایشوعیاب کے زمانے ہی میں رسول اللہ ﷺ اللہ کو پیارے ہو گئے اور ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما بھی اسی کے زمانے میں فوت ہوئے۔ ایشوعیاب 25ھ/646ء میں کرخ بذان میں فوت ہو کر وہیں دفن ہوا۔ اس کے آرچ بشپ کے عہدے پر فائز رہنے کی کل سرکاری مدت انیس سال تھی۔ اس کے بعد کرسی ایک سال کے لیے خالی رہی، پھر اس پر تین سال کے لیے پادری مارامہ متمکن ہوا۔[1]

سریانی رسم الخط کا نمونہ جس سے نسطوری رسم الخط نے جنم لیا

[1] أخبار بطاركة كرسي المشرق، عمرو بن متى.

ہرقل اول

قیصر ہرقل اول (Heraclius I) مشرقی رومی سلطنت [1] کا بادشاہ تھا۔ اس کا زمانہ 12 قبل ہجرت / 610ء سے 20ھ/641ء تک ہے۔ سلطنت کے انحطاط کے بعد اس نے دوبارہ اس کی قوت لوٹائی اور فوجی جاگیروں کا نظام رائج کیا ہے جسے بعد میں اس کے جانشینوں نے ترقی دی، چنانچہ اس نے اناطولیہ کی جاگیریں دو فوجی کمشنروں کی نگرانی میں دیں اور کسانوں اور اندرونی وسرحدی فوجوں کو اس شرط پر زمینیں الاٹ کیں کہ وہ نسل درنسل فوجی خدمات سرانجام دیں گے۔ یوں اس نے نہایت لچکدار دفاعی نظام قائم کیا، زراعت کا معیار بلند کیا، سلطنت کو فوج کی تنخواہوں کے بوجھ سے سبکدوش کر دیا اور تنخواہیں لینے والے سرکشوں کے بجائے ایک ایسا قومی فوجی نظام متعارف کرایا جس کے تحت جاگیرداروں میں سلطنت کے دفاع کا ذاتی محرک بھی موجود تھا۔ اور اگلی چار صدیوں کے دوران میں، جن میں یہ نظام رائج رہا، یہ بھی ہوا کہ سلطنت کا لشکر شکست کھا گیا لیکن جنگ نے اس نظام کو کوئی نقصان نہ پہنچایا۔

ہرقل اول کے سکے کے دو رخ

ہرقل اول ایرانیوں کے خلاف اپنی دلیرانہ جنگوں اور لکڑی کی وہ صلیب واپس لانے کی بدولت جس پر ان کے عقیدے کے مطابق مسیح علیہ السلام کو سولی دی گئی تھی، ایک افسانوی ہیرو بن گیا۔

قیصرِ روم کی کھال کھنچوائی گئی

ہرقل 575ء میں اناطولیہ کے مشرقی علاقے کپاڈوشیا میں پیدا ہوا۔ اس کا باپ ہرقل جو صوبہ افریقیہ کا گورنر تھا، ارمنی نسل سے تعلق رکھتا تھا۔ جب اہل قسطنطنیہ نے فریاد کی کہ شاہ فوکا اور اس کے حواریوں کی دہشت گردی سے سلطنت کو بچایا جائے اور اس کے مقابلے میں اپنی بے بسی کا اظہار کیا تو ہرقل کے باپ نے ایک جنگی مہم تیار کی اور اس کی قیادت اپنے پرہیزگار، خاکستری آنکھوں والے، سرخ وسپید بیٹے ہرقل کو سونپی۔ اس دوران میں فوکا نے کپاڈوشیا سے بڑے اور چھوٹے ہرقل کی بیویوں اور چھوٹے کی بیٹی ''فابیا'' کو، جو نوجوان دوشیزہ تھی، قسطنطنیہ بلوا بھیجا اور ''فابیا'' کی عزت لوٹنی چاہی لیکن وہ کچھ حیلے بہانے اور کچھ دوسرے لوگوں کی مداخلت سے اپنی عصمت بچانے میں کامیاب رہی۔

1 رومی سلطنت 395ء میں دو حصوں میں تقسیم ہوگئی تھی: مشرقی رومی سلطنت (قسطنطنیہ) اور مغربی رومی سلطنت (روم)۔ شمال کی وحشی اقوام گاتھوں اور ونڈالوں کے حملوں سے مغربی سلطنت 476ء میں ختم ہوگئی۔ پھر مشرقی رومی سلطنت (بازنطینی سلطنت) کے شاہ جسٹینین (65-527ء) نے شمالی افریقہ، اٹلی اور اسپین تک اپنی بادشاہت کو وسعت دے کر رومی سلطنت کے بیشتر علاقوں کو ایک بار پھر متحد کر دیا، تاہم ہرقل اول (41-610ء) جس کا تعلق یونانی خاندان سے تھا، اس سے قسطنطنیہ میں یونانی شہنشاہی کا دور شروع ہوا جسے بالعموم بازنطینی یا بوزنطی سلطنت کہا جاتا ہے۔ (انسائیکلو پیڈیا تاریخ عالم: 174،173/2)
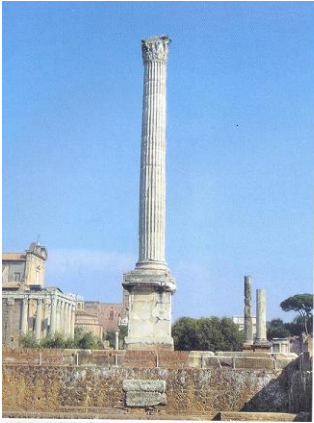
رومن فورم (روم) میں شاہ فوکاس (فوکا) کا ستون

بعد ازاں مصر کی سر زمین پر لڑائیاں ہوئیں اور ہرقل کی فوجوں نے فوکا کی فوجوں کے خلاف کامیابی حاصل کی۔ انھوں نے فوکا کے سالاروں کو گرفتار کر کے کوڑے لگائے، پھر ان کی گردنیں اڑا دیں۔

اکتوبر 610ء / 12 قبل ہجرت میں سپہ سالار ہرقل قسطنطنیہ کی بندرگاہ میں لنگر انداز ہوا تو فوکا نے گھبرا کر سلطنت کے سارے خزانے اکٹھے کیے اور سمندر میں ڈال دیے۔ اس سے مرکزِ سلطنت میں بغاوت پھیل گئی، چنانچہ فوکا کو گرفتار کر کے اس کے سر سے تاج نوچ لیا گیا اور اُسے پابہ زنجیر سینٹ تھامس کے گرجا گھر میں ہرقل کے پاس بھیج دیا گیا۔ فوکا کے ہمراہ اس کا چیف سیکرٹری بھی تھا۔ ہرقل نے ان دونوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ان کی موت سے ہرقل کے دل کی بھڑاس نہ نکلی تو اس نے ان دونوں کے اعضا کٹوا کر ان کی کھال کھنچوا دی، پھر لاشیں جلا کر راکھ ہوا میں بکھیر دی گئی۔ پھر ہرقل نے ایک قلاش اور انتشار اور داخلی ہنگاموں سے ٹوٹ پھوٹ کی شکار سلطنت کے بادشاہ کے طور پر تاج پہنا۔ بڑا ہرقل بہت خوش ہوا اور اس واقعے کے چند دنوں بعد چل بسا۔

فلسطین و مصر پر ایرانی قبضہ

دریں اثناء بلقان میں سلاف قبائل چھا گئے تھے اور ایرانیوں نے اناطولیہ کے بڑے علاقے پر قبضہ جما لیا تھا، اور آوار ترکوں نے رومیوں سے خراج وصول کرنا شروع کر دیا تھا۔ رومی سلطنت کے خزانے خالی ہوتے ہی اس کی معیشت تباہ ہوگئی، نظم و نسق بگڑ گیا اور فوج کا مورال بہت پست ہوگیا۔ کسان حد سے بڑھی ہوئی لوٹ کھسوٹ میں پس کر رہ گئے۔ فرقہ واریت بہت بڑھ گئی جس کا حل یہ نکالا گیا کہ اس کے مرتکب لوگوں کو سخت سے سخت سزائیں دی جائیں۔ ان حالات میں بڑی کاوش سے سلطنت نے اپنا وجود باقی رکھا۔

8 قبل ہجرت / 614ء میں ایرانیوں نے شام اور فلسطین پر حملہ کیا اور وہ القدس (بیت المقدس) اور مقدس صلیب پر قابض ہوگئے۔ 3 قبل ہجرت / 619ء میں انھوں نے مصر اور لیبیا پر بھی قبضہ کر لیا۔ چوالیس سالہ ہرقل نے کوشش کی کہ آوار ترکوں کی سرکشی کا سد باب کرے، چنانچہ 3 یا 5 قبل ہجرت / 617ء یا 619ء میں تراقیہ (تھریس) میں ان کا مقابلہ ہوا۔ آوار نے فریب کاری سے اسے گرفتار کرنا چاہا لیکن وہ سوار ہو کر ''قسطنطنیہ'' بھاگ آیا۔ آوار نے اس کا پیچھا نہ چھوڑا، چنانچہ پھر اس نے مجبور ہو کر ان کی سرکشی اور دغابازی کو نظر انداز کیا اور ان سے صلح کر لی تاکہ وہ ایرانیوں کے مقابلے کے لیے تیار ہو جائے۔

1ھ / 622ء میں ہرقل مریم علیہا السلام کی تصویر اٹھائے ہوئے، تائب ہو کر اور گناہوں کا کفارہ ادا کر کے ایرانیوں کے خلاف فتح حاصل کرنے، صلیب واپس لانے اور القدس کو ایرانی قبضے سے چھڑوانے کے لیے گرجا گھروں کی طرف سے ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ قسطنطنیہ سے روانہ ہوا۔

کسریٰ کا غرور اور ہرقل کی نئی چال

ہرقل نے ایرانیوں سے صلح کا مطالبہ کیا جو خسرو پرویز نے حقارت سے ٹھکرا دیا اور ہرقل کو لکھا:

''سب سے بڑے خدا اور ساری زمین کے مالک کی طرف سے، اس کے حقیر اور بے وقوف بندے ہرقل کے نام، جو سلطنت کی حفاظت سے عاجز آ گیا ہے۔ تم کہتے ہو کہ تم اپنے خدا پر بھروسا رکھتے ہو تو پھر اس نے یروشلم کو میرے ہاتھوں سے کیوں نہیں بچایا؟''

قیصر ہرقل نے اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے دعا مانگی اور اگلے دو سال وہ آرمینیا پر حملے کی تیاری کرتا رہا۔ اس کا خیال تھا کہ ایرانیوں پر تباہ کن ضرب لگانے کے لیے آرمینیا پر حملہ ضروری ہے کیونکہ یہ ایران کے لیے افرادی قوت کا منبع ہے۔

4ھ / 625ء میں ایرانیوں کی یلغار کے پیش نظر اس نے اناطولیہ کو چھوڑ کر بُحیرۂ اسود میں لشکر کشی کی اور آرمینیا کے ساحل پر اتر کر دریائے ساروس کے مغربی کنارے پر جا پہنچا جبکہ دوسرے کنارے پر ایران کی فوجیں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھیں۔

ہرقل کے بعض آدمیوں نے جوش میں آ کر پل عبور کیا اور ایک کمین گاہ میں پھنس گئے۔ ایرانیوں نے انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ہرقل نے اپنے خیمے سے جھانکا تو دیکھا کہ ایرانی پل عبور کر رہے ہیں اور سلطنت کا انجام داؤ پر لگا ہوا ہے۔ اس نے اپنی تلوار اٹھائی اور تیزی سے بھاگتا ہوا پل کی طرف آیا اور ایرانیوں کے سپہ سالار کو مار گرایا۔ یہ دیکھ کر اس کے لشکر نے فوراً صفیں بنا لیں اور مار دھاڑ کر کے ایرانیوں کو پیچھے دھکیل دیا۔

5ھ / 626ء میں ایرانی آبنائے باسفورس کی طرف بڑھے تا کہ وہ قسطنطنیہ کی دیواروں پر حملے میں آوار ترکوں کے ساتھ شریک ہو سکیں لیکن رومیوں نے آوار کا پہلا بحری بیڑا ہی ڈبو دیا جس پر حملے کے لیے آنے والے ایرانیوں کی نقل و حمل کا انحصار تھا۔ یوں انھوں نے آوار کے حملے کو ناکام بنا دیا۔

ہرقل ایرانی دارالحکومت میں

قسطنطنیہ پر حملے کے لیے آنے والے ایرانی لشکر کی قیادت شہر براز کر رہا تھا۔ اس کا بھائی فرخان اس کی معاونت کر رہا تھا۔ قیصر [1] نے چاہا کہ وہ دونوں بھائیوں کے درمیان ناچاقی ڈال دے اور وہ ایک دوسرے کے قتل کے درپے ہو جائیں، چنانچہ شہر براز نے ہرقل سے ملاقات کی اور کسریٰ کے خلاف اس سے گٹھ جوڑ کر لیا۔ پھر شعبان 6ھ / دسمبر 627ء میں ہرقل نے آرمینیا کی سطح مرتفع پر سے دجلہ کے میدان کی طرف سفر کرتے ہوئے سلطنت فارس پر حملہ کیا۔ نینوئی کے قریب اس کی ستر ہزار فوج کا ایرانیوں کی بارہ ہزار فوج سے ٹکراؤ ہوا۔ اس ایک ہی معرکے میں ہرقل نے ایرانیوں کے تین سپہ سالاروں کو قتل کر دیا اور ان کی صفوں پر یلغار کر کے ان کے سپہ سالارِ اعلیٰ راہزار کو اس کے نصف لشکر سمیت موت کے گھاٹ اتار دیا اور باقیوں کو تتر بتر کر دیا۔

چند ماہ بعد 7ھ / 628ء میں ہرقل دستجرد میں داخل ہوا اور اسے برباد کر ڈالا۔ کسریٰ مدائن کی طرف بھاگ گیا، پھر وہاں سے بھی آگے راہ فرار اختیار کی۔ ہرقل نے مدائن میں داخل ہو کر لوٹ مار کی، کسریٰ کی عورتوں کو لونڈیاں بنا لیا، اس کے لڑکے کا سر مونڈ کر، اسے ذلیل کر کے گدھے پر سوار کیا اور اس کے باپ کے پاس بھیج دیا۔

[1] اطلس الفتوحات الاسلامیہ (عربی) میں یہاں ''قیصر'' کے بجائے ''کسریٰ'' چھپا ہے جو درست نہیں۔

قسطنطنیہ کی فصیل ''تھیوڈوسین وال'' کا بحال شدہ حصہ جس کے باہر 627ء میں قیصر ہرقل نے آوار ترکوں کے حملے کے وقت اکہری دیوار بنوائی
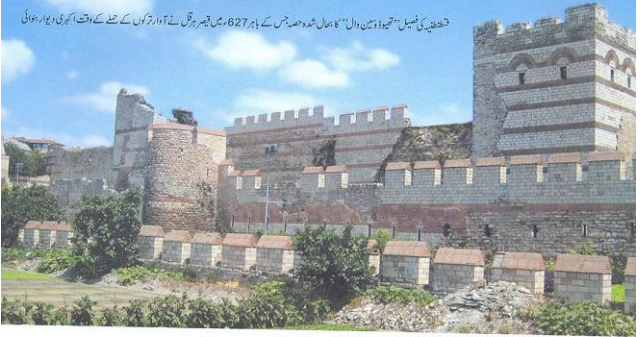
ایرانی عوام کسریٰ کی شکست پر بہت چراغ پا ہوئے اور 7ھ/628ء [1] میں اس کے بیٹے شیرویہ نے اُسے قتل کر دیا۔ نئے بادشاہ شیرویہ نے ہرقل کے ساتھ صلح کر لی اور صلیب، قیدی اور مقبوضہ رومی علاقے واپس کر دیے۔ ہرقل نے 9ھ/630ء میں بیت المقدس جا کر اپنے ہاتھوں سے مقدس قبر کے گرجا گھر [2] میں دوبارہ صلیب نصب کی اور وہ فتح یاب ہو کر قسطنطنیہ لوٹا تو وہاں جشن عظیم منایا گیا۔ 17ھ/638ء میں ہرقل نے کوشش کی کہ ان مسیحی فرقوں کو، جن پر سابق بادشاہوں نے چار صدیاں ظلم و ستم ڈھایا تھا، خوش کر دے لیکن جب وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب نہ ہوا تو اس نے بھی اپنے احکامات منوانے کے لیے ظلم و زیادتی اور تشدد کی روش اختیار کی۔

اسلامی فتوحات اور رومیوں کی پسپائی

لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی کیونکہ اسلام غالب آ چکا تھا اور مسلمان 12ھ/633ء میں شام کی فتح کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔ ہرقل اپنی عمر کے اٹھاون برس گزار چکا تھا، اس کا جسم بوڑھا ہو رہا تھا اور بیماری اور سلطنت کے دفاع کے لیے برسوں کی جانکاہ جدوجہد اور سو جنگوں کے زخموں اور ان کے برے اثرات نے اس کے قویٰ کو مضمحل کر دیا تھا، چنانچہ وہ پہلے کی طرح خود اپنے لشکر کی کمان نہ کر سکا۔ وہ صرف سپہ سالاروں کی مدد کیا کرتا تھا جن میں اس کا سگا بھائی تھیوڈور بھی شامل تھا جس کا تذکرہ طبری نے تذارق کے نام سے کیا ہے۔ تھیوڈور اجنادین کی جنگ میں شریک ہوا اور معرکۂ یرموک میں مارا گیا۔

مسلمانوں نے پہلے تو رومیوں کو اجنادین اور بیسان اور دیگر جگہوں پر شکست سے دوچار کیا، پھر بڑی فیصلہ کن جنگ 15ھ/636ء میں یرموک میں برپا ہوئی اور اس میں رومیوں کی شکست کے نتیجے میں پہلے شام کا ملک اور پھر مصر مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔ شام کے معرکوں کے دوران

1 اٹلس الفتوحات الاسلامیہ (عربی) میں درج ہے کہ ''12ھ/633ء میں اس (کسریٰ) کے بیٹے شیرویہ نے اسے معزول کر دیا'' مگر یہ خسرو پرویز کی محض معزولی نہیں بلکہ قتل تھا اور یہ واقعہ بھی 7ھ/628ء میں پیش آیا تھا نہ کہ 12ھ/633ء میں۔

2 مقدس قبر (Holy Sepulchre) کا گرجا بیت المقدس میں ہے جہاں عیسائیوں کے بقول مسیح علیہ السلام مدفون ہیں۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری: 676)

میں ہرقل کبھی حمص میں مقیم رہا اور کبھی انطاکیہ میں۔ جب شکست ہوئی تو وہ مقدس چوبی صلیب اٹھائے، جو کسی زمانے میں اس کی عزت کی سب سے بڑی نشانی تھی اور اب اس کی گہری غمگساری تھی، قسطنطنیہ کوچ کر گیا۔ ہرقل پانی سے خوف کھاتا تھا، چنانچہ قبل اس کے کہ وہ آبنائے باسفورس پار کر کے قسطنطنیہ پہنچنے کی ہمت کرتا جسے پانی میں تیرتے اور درخت کی شاخوں سے ڈھکے ہوئے پل کے ذریعے سے پار کرتا تھا تاکہ پانی پر اس کی نظر نہ پڑے، وہ ایک سال باسفورس کے ایشیائی کنارے پر رکا رہا۔ 10 قبل ہجرت/612ء میں ہرقل کی پہلی بیوی یوڈوکیا (Eudocia) فوت ہوگئی تھی۔ ایک سال بعد اس نے اپنی بھانجی مارٹینا سے شادی کر لی، اور اس شادی کو خاندان کے ساتھ بدکاری اور حرام رشتے سے بدفعلی کہا گیا اور مارٹینا کو ملعون عورت کہا گیا۔ اس کے باوجود انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا نے اس شادی کا تذکرہ کرتے ہوئے اسے مبارک قرار دیا ہے جبکہ یہ بھی بیان کیا ہے کہ مارٹینا ہرقل کے ساتھ اس کی جنگی یلغاروں میں شریک رہی اور اس سے قیصر کے نو بچے پیدا ہوئے۔

ہرقل اور اس کی اولاد کا انجام

معلوم ہوتا ہے کہ ہرقل کو آخری برسوں میں گوناگوں امراض نے گھیر لیا تھا۔ اس کے غدۂ مثانہ (Prostate Gland) میں ورم آگیا اور پیشاب بند ہوگیا۔ اس طرح جسم میں سخت قسم کی اینٹھن پیدا ہوگئی، چنانچہ وہ 25 صفر 20ھ /11 فروری 641ء کو 66 برس کی عمر میں فوت ہوگیا۔ اس نے اپنی پہلی بیوی سے پیدا ہونے والے بڑے بیٹے قسطنطین اور مارٹینا کے بیٹے ہرکلونس کے متعلق بادشاہت کی وصیت کی جبکہ قسطنطین سل کے مرض میں مبتلا تھا۔

تاریخ کی کتابوں میں مذکور ہے کہ ہرقل مسیحی مذہب پر گہرا ایمان رکھتا تھا اور اپنی کامیابیوں کو اللہ کی طرف منسوب کرتا تھا۔ اس کی قوم اُسے وہبی اور اعلیٰ صلاحیتوں کا آدمی مانتی تھی۔ کچھ لوگوں نے ہرقل کو اس کی دوسری شادی کی وجہ سے غلط آدمی بھی قرار دیا ہے لیکن اسے غلط کہنے والے بھی اس کی کامیابیاں دیکھ کر بسا اوقات صرف نظر کر جاتے اور سیاسی حالات کے پیش نظر جب ضرورت ہوتی، اس قضیے کو دوبارہ ایشو بنا لیتے۔ تخت کی وراثت حاصل کرنے کے لیے جو محاذ آرائی ہوئی، اس میں بھی اس قضیے کو بہت اچھالا گیا۔ اس محاذ آرائی میں مارٹینا خود بھی شریک تھی، چنانچہ اس پر الزام ہے کہ اس نے قسطنطین کو دھوکے سے زہر کھلا دیا تھا حتی کہ وہ مر گیا تاکہ اس کا اپنا بیٹا اکیلا تخت کا وارث ہو۔ اس پر قسطنطنیہ کے لوگ مارٹینا کے خلاف مشتعل ہو گئے اور سپہ سالار جوتالیئس حرکت میں آیا۔ اس نے قسطنطنیہ اور شاہی محل پر قبضہ کر لیا، مارٹینا اور اس کی اولاد چھوٹے ہرقل، داؤد اور مارینوس کو گرفتار کر کے ان کو تاج کی وراثت سے محروم کیا اور ان کی ناکیں کاٹ کر نہایت نفرت سے انھیں محل سے بے دخل کر دیا۔

روایات میں ذکر ہے کہ اس نے مارٹینا کے دوسرے بیٹے کو ہاتھ نہیں لگایا کیونکہ وہ گونگا اور بہرا تھا، البتہ اس کے سب سے چھوٹے لڑکے کے متعلق جوتالیئس کو خدشہ تھا کہ یہ بڑا ہو کر بادشاہ بنے گا، چنانچہ اس نے اسے خصی کر دیا، بچہ اس زخم کی تکلیف برداشت نہ کر سکا اور مر گیا۔ پھر اس نے مارٹینا اور اس کی باقی ماندہ اولاد کو جزیرۂ اورس میں جلاوطن کر دیا۔

پہلی صلیبی جنگ کا قائد

تاریخ ہرقل کا ذکر ایک ممتاز جنگی سپہ سالار کے طور پر کرتی ہے جس نے اپنے لشکر کو مسیحی حمیت کے ہتھیاروں سے لیس کیا تھا۔ اس کی ذاتی دلیری اور جنگی منصوبے اس کی پسندیدگی کا سبب تھے اور اسی وجہ سے اس کی فوج بھی اُسے چاہتی اور اس سے محبت کرتی تھی۔ ہرقل ایک محتاط اور توسیع پسند آدمی تھا۔ وہ جنگ کی مکمل منصوبہ بندی اور اپنی پالیسیوں پر نظر ثانی کیا کرتا تھا۔ اس کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے جنگی اغراض کے

لیے دین کو استعمال کیا، حتی کہ انسائیکلوپیڈیا بریٹانیکا نے اسے صلیبی جنگوں کے پہلے حملے کا قائد قرار دیا ہے جس نے اپنے اندر صلیبی روح بیدار کر رکھی تھی۔ ایران کے خلاف جنگ میں اس نے ایرانیوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک نہیں کیا، چنانچہ جن علاقوں کو اس نے فتح کیا وہاں قتل عام نہیں کیا، نہ وہاں کے لوگوں کو غلام بنایا اور جنگی قیدیوں کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ کیا۔ اور جب وہ ان کی خوراک کے بندوبست سے عاجز آ گیا تو انھیں آزاد کر دیا۔ اس کا یہ کردار کسریٰ (خسرو پرویز) کی سختی اور بداخلاقی کے بالکل برعکس تھا اور اس برتاؤ نے ایرانیوں پر فتح پانے میں اس کی بڑی مدد کی۔

مؤرخ و مفسر ابن کثیر ؒ نے سورۂ روم کی تفسیر کرتے ہوئے ہرقل کا تذکرہ کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: ''اس کا شمار عقل مند آدمیوں اور پختہ کار بادشاہوں میں ہوتا ہے۔ وہ نہایت بیدار مغز، دور اندیش اور گہری سوچ بچار کرنے والا شخص تھا، چنانچہ اس نے ایک عظیم سلطنت پر بڑی شان و شوکت سے حکومت کی۔ رومی اس کی بہت زیادہ تعظیم کیا کرتے تھے۔''

اسلامی یلغار اور ہرقل کی ترکیب (Strategy) کی ناکامی

بلاشبہ ہرقل اول نے یہ شرف ایرانیوں سے کامیابی چھین کر حاصل کیا جب اس نے ان کے لشکر کو باسفورس کے دوسرے کنارے رہنے دیا اور قسطنطنیہ سے ایک اور سرزمین کا رُخ کیا۔ اس کی نظروں میں سمندر کا ایک اور کنارہ (آرمینیا) تھا جس کے پیچھے ایرانی شہروں کی فصیلیں غیر محفوظ تھیں۔ شام و مصر میں بھی اسے اسی طرح فتوحات حاصل ہوئیں۔ وہ اپنے لشکر کے ہمراہ ایرانیوں کے ملک میں گھس گیا جسے پہلے اس کا لشکر چھوڑ کر چلا آیا تھا، چنانچہ اس نے وہاں دور دور تک تاخت و تاراج کی۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب مسلمانوں نے شام پر حملہ کیا تو اس نے یہی طریقہ آزمانا چاہا لیکن پھر اس نے اپنے آپ میں ہمت نہ پائی کہ اپنے لشکر کو جزیرہ نمائے عرب میں داخل کر دے اور وہاں کے صحراؤں میں ٹھوکریں کھاتا، گرمی اور سردی کی شدت کا سامنا کرتا ہوا پیاسا مر جائے۔ پھر بھی اس نے ایک حد میں رہتے ہوئے اس ترکیب (Strategy) پر عمل کرنے کی کوشش کی، چنانچہ جب مسلمان اپنے لشکر دمشق کی جانب بھیجتے تو وہ اپنی ایرانی مہم کے مانند ان کا براہِ راست مقابلہ نہ کرتا تھا بلکہ اپنے لشکروں کو مسلمانوں کی جنوبی جانب بھیجتا جہاں زمین کی طبعی حالت اس کی معاون ہوتی کیونکہ وہاں زمین کے طبعی خطوط (پہاڑوں اور دریاؤں کے رُخ) شمال سے جنوب کی جانب ہیں۔ اس طرح یلغار اور پسپائی کے قدرتی راستے اسے آسانی سے میسر آ جاتے تھے۔

ہرقل چاہتا تھا کہ مسلمانوں کا مقابلہ بھی اسی منصوبے کے تحت کرے جس کے ذریعے سے وہ ایرانیوں کے مقابلے میں کامیاب ہوا تھا لیکن ایرانیوں سے جنگ کے وقت وہ پچاس کے پیٹے میں تھا جبکہ یرموک کے دن اپنی عمر کے اکسٹھ سال گزار چکا تھا۔ اس کے علاوہ مسلمان ایرانیوں کی طرح نہیں تھے بلکہ وہ ایمانی جذبوں سے سرشار تھے اور نہ اسلام مجوسیت کے مانند تھا کہ مسیحیت کی یلغار کے مقابلے میں پسپائی اختیار کرتا۔

مُقوقَس

یہ کسی آدمی کا نام نہیں ہے بلکہ ایک لقب ہے۔ یہ یونانی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں: بڑی شان والا، معزز اور لائق احترام۔ شاید اوّل اوّل اس لفظ نے تاریخ کے دریچے سے ہماری طرف اس وقت جھانکا جب یہ نبی ﷺ کے اس خط میں آیا جسے آپ نے مقوقس کی طرف بھیجا جس کے ابتدائی الفاظ تھے:

[من محمد رسول الله إلى المقوقس عظيم القبط]

''اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے، قبطیوں کے بڑے، مقوقس کی جانب۔''

مقوقس جارج کے نام مکتوبِ نبوی

پھر دوبارہ مقوقس کا ذکر مصر میں فتح اسلامی کے واقعات میں آتا ہے۔ اس کی ذات کے متعلق مؤرخین اور تحقیق کاروں کی آراء مختلف ہیں۔ جس رائے پر ہم اعتماد کرتے ہیں، وہ یہ ہے کہ مقوقس دو آدمی تھے۔ پہلا جارج تھا جسے نبی ﷺ کا خط ملا، یہ ان دنوں قسطنطنیہ کی طرف سے وہاں کا رومی حکمران تھا۔ نبی ﷺ نے یہ خط حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ بھیجا تھا جس میں آپ نے اُسے اسلام کی دعوت دی۔ اسلام لائے بغیر اس نے خط کا اچھا جواب دیا اور نبی ﷺ کو مختلف تحفے بھیجے جن میں مصر کے بنے ہوئے پارچات (کپڑے)، ''بنہا'' کا شہد، ایک گدھا، ایک خچر، مصر کے قبطی خاندان کی دو لونڈیاں جو آپس میں بہنیں تھیں اور ان دونوں کا چچا زاد بھائی بطور غلام شامل تھے۔

شاہِ مصر و اسقف اعظم مقوقس سائرس

دوسرا مقوقس سیروس یا سائرس (Cyrus) ہے جس کا تذکرہ تاریخ کی عربی کتابیں ''قیرس'' کے نام سے کرتی ہیں۔ بعض مؤرخین نے اسے نادرست طور پر ''فیرس'' بھی لکھا ہے لیکن ہم نے اسے ویسے ہی لکھا ہے جیسے یونانی میں بولا جاتا ہے، یعنی ''سیروس (سائرس)۔'' یہ نام آج بھی یونانیوں اور دیگر اقوام کے ہاں معروف ہے اور وہ یہ نام رکھتے ہیں۔ [1]

[1] مقوقس سائرس تاریخ میں سائرسِ اسکندریہ (Cyrus of Alexanderia) کے نام سے مشہور ہے۔ یونانیوں میں سائرس عام نام تھا۔ قدیم فارس کی تاریخ میں گوروش یا کوروش کبیر کا ذکر آتا ہے جسے یونانی میں سائرس اور یہودیوں کے ہاں خورس لکھا جاتا ہے۔ اس نے 539 ق م میں بابل (عراق) فتح کر کے ان یہودیوں کو رہائی دلائی تھی جنھیں بخت نصر 586 ق م میں بیت المقدس سے گرفتار کر کے بابل لے گیا تھا۔ مولانا ابوالکلام آزاد اور سید ابوالاعلیٰ مودودی نے لکھا ہے کہ یہ کوروش کبیر یا سائرس اعظم ہی ذوالقرنین تھا جس کا ذکر سورۂ کہف میں آیا ہے۔ (تفسیر ترجمان القرآن: 401/2، تفہیم القرآن: 44,43/3)
عالمی تاریخ میں اُسے عموماً سائرس اعظم (Cyrus the Great) کہا جاتا ہے۔ اس کا مدفن ایران میں اصطخر (Pasargade) کے مقام پر ہے۔ (وکی پیڈیا)

قلعہ قایت بے (اسکندریہ) جو پندرھویں صدی عیسوی میں قدیم روشنی کے مینار ''فاروس'' کی جگہ تعمیر ہوا
فاروس قدیم دنیا کے سات عجائبات میں شمار ہوتا ہے۔
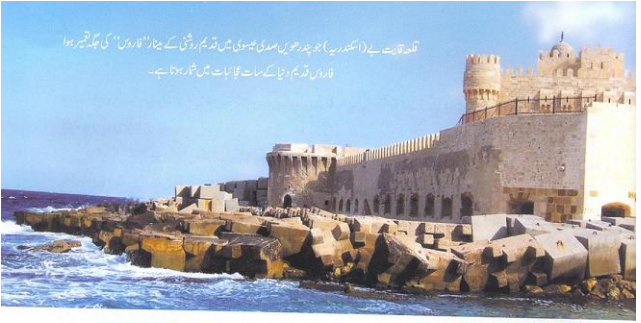
سائرس ہرقل کی جانب سے ریاست مصر کا حکمران تھا۔ علاوہ ازیں وہ کلیسائے اسکندریہ کا ملکانی [1] اسقف اعظم (آرچ بشپ) بھی تھا۔ یوں اس کے پاس دو سرکاری عہدے تھے۔

مقوقس کی ذات کے متعلق محققین کی دوسری آراء بھی ہیں۔ ان میں سے بعض کا خیال ہے کہ وہ قبطی تھا اور مصر کا باشندہ تھا، نیز ان کے بقول بعض روایات اور نبی ﷺ کے مذکورہ بالا خط پر اعتماد کرتے ہوئے یہ کہے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ وہ قبطیوں کا بادشاہ تھا اور لازماً قبطی قوم سے تعلق رکھتا تھا۔ اس پر ہمارا جواب یہ ہے کہ بعض دیگر روایات اس کے برعکس ہیں جو قبول کیے جانے کے زیادہ لائق ہیں۔ ان میں یہ ذکر ہے کہ قبطیوں کا بادشاہ قبطی نہیں بلکہ رومی تھا، نیز مسیحی کلیسا ٹوٹ کر دولخت ہو گیا تھا۔ اسکندریہ کا یعقوبی کلیسا اس امر کا قائل تھا کہ مسیح کی شخصیت کا ایک ہی پرتو ہے کہ وہ الوہی اختیارات اور ذات کے حامل ہیں جبکہ بازنطینی یا رومی کلیسا کا مذہب یہ تھا کہ مسیح الوہی اختیارات کے حامل تو ہیں مگر ان کی شخصیت کے بیک وقت دو پرتو ہیں، ایک انسانی اور دوسرا الوہی۔ ہرقل نے ان دونوں کلیساؤں کو باہم ملانا چاہا، چنانچہ قسطنطنیہ کے بطریق سرجیوس نے ایک نئی شے ایجاد کی۔ اس نے کہا کہ مسیح کا ایک ارادہ ہے، اور یہ کہ لوگ اس کی اصل کے متعلق غور وخوض سے باز رہیں۔ ہرقل نے یہ مذہب اپنا لیا اور سال 631ء کے شروع میں فاسیس کے اسقف سائرس نے بھی اسے قبول کر لیا، چنانچہ ہرقل نے اسے اسکندریہ کے آرچ بشپ (اسقف اعظم) کا عہدہ سونپ دیا۔ علاوہ ازیں اسے مصر کا حاکم بنا دیا اور وہاں کا خراج اکٹھا کرنے کی ذمہ داری بھی تفویض کر دی۔

سائرس کی ہرقل کو بھیجی ہوئی ابتدائی رپورٹوں میں یہ خوش خبری تھی کہ وہ کلیسا کو ایک کرنے میں کامیاب رہا ہے۔ لیکن سابق آرچ بشپ بنیامین نے قبطیوں کو ترغیب دی کہ وہ اس ملکانی (شاہی) مذہب کو مسترد کر دیں۔ مقوقس سائرس نے سخت ردعمل ظاہر کیا اور قبطیوں اور ان کے مذہب کے

1 ملکانی (Melchite): یہ اصطلاح ابتدا میں آرتھوڈکس عقیدے کے پیروکار مشرقی مسیحیوں کے لیے استعمال ہوتی تھی جن کے عقیدے کی وضاحت افسوس (Ephsus) کی کونسل (431ء) اور خلقیدون (Chalcedon) کی کونسل (451ء) نے کی تھی اور جسے بازنطینی بادشاہ نے قبول کر لیا تھا۔ ملکانی سریانی (Syriac) لفظ ملکا (Malka) سے ماخوذ ہے جس کے معنی ''بادشاہ'' کے ہیں۔ اب یہ اصطلاح آرتھوڈکس یا وحدانی (Uniat) عیسائیوں کے لیے استعمال ہوتی ہے جو زیادہ تر شام اور مصر میں بستے ہیں۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص: 900)

خلاف اعلان جنگ کر دیا۔ وہ ان کو اپنا مذہب تسلیم کرنے پر مجبور کرنے لگا۔ ان پر ظلم وستم ڈھائے گئے حتی کہ اس کا نام قبطیوں کے لیے دہشت اور ناپسندیدگی کی علامت بن گیا۔

قبطی تاریخ لکھنے والے بیان کرتے ہیں کہ قبطیوں کو دس سال کی مدت کے لیے اختیار دیا گیا کہ وہ خلقید ونی مذہب [1] قبول کر لیں یا کوڑے کھانے کو تیار رہیں یا موت ان کا مقدر ہوگی۔ بٹلر کہتا ہے: ''ہم یہاں واضح کیے دیتے ہیں کہ اس وقت قبطی کسی شمار قطار میں نہ تھے اور نہ ان میں سے کسی کو اقتدار حاصل تھا بلکہ قبطی دھتکارے ہوئے لوگ تھے جنھیں مقوقس سائرس نے ذلت ونکبت سے دوچار کر رکھا تھا۔'' قبطیوں کے ایک فرقے ''جایانیہ'' کے ایک گروہ نے سائرس کے قتل کا منصوبہ بھی بنایا لیکن اس کو اس سازش کا علم ہو گیا، چنانچہ اس نے سازشیوں کو تہ تیغ کر ڈالا۔ ادھر مقوقس سائرس کی مخالفت کرنے والے اکیلے قبطی ہی نہ تھے بلکہ ''ملکانی'' فرقے کو بھی یہ درمیانی مذہب پسند نہیں تھا، ان کی طرف سے مزاحمت کی سرپرستی القدس کا بطریق صفرونیوس کر رہا تھا۔

مقوقس کی صلح ہرقل نے مسترد کر دی

اس کے بعد مسلمان آئے اور انھوں نے پہلے فرما، پھر بلبیس کو فتح کیا، پھر عین الشمس میں رومیوں کو ایک بڑی شکست سے دوچار کیا، بعد ازاں انھوں نے ''بابلیون'' کے قلعے کا، جہاں مقوقس سائرس بھی مقیم تھا، محاصرہ کر لیا لیکن وہ شوال 20 ھ / اکتوبر 641ء میں بھاگ کر جزیرۃ الروضہ چلا گیا اور مذاکرات کے لیے عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے پاس ایک وفد بھیجا۔

پھر اس نے مسلمانوں کا ایک وفد طلب کیا جس نے جزیرۃ الروضہ جا کر اس سے ملاقات کی۔ مسلمانوں نے اسے تین چیزوں کا اختیار دیا: اسلام قبول کر لے یا جزیہ ادا کرے یا لڑائی کے لیے تیار رہے۔

مقوقس نے جزیہ کی ادائیگی پر صلح کی طرف میلان ظاہر کیا لیکن اس کی قوم کے بعض لوگوں نے اس کی شدید مخالفت کی، چنانچہ اس کے لشکر نے پہلے شکست کھائی اور پھر صلح کر لی۔

مقوقس الروضہ سے کشتی پر سوار ہو کر اسکندریہ روانہ ہوا اور صورت حال کی اطلاع دینے کے لیے بادشاہ کو خط لکھا۔ قیصر روم ہرقل اس کی شکست کا سن کر بہت دل برداشتہ ہوا اور سال 640ء کے اختتام پر اسے قسطنطنیہ بلوایا۔ ہرقل نے صلح مسترد کر دی اور مقوقس کو شہر کے حاکم کے سپرد کیا کہ اسے رسوا کرے اور اس کی تشہیر کرے، پھر شاہ روم نے اسے جلاوطن کر دیا۔ اس کے بعد ہرقل مر گیا۔ اس کی بیوی مارٹینا خاصے اثر ورسوخ کی مالک تھی اور سائرس اس کے گروہ کا آدمی تھا، چنانچہ اسے جلاوطنی سے بلا کر واپس اسکندریہ بھیجا گیا جبکہ ایک بڑا رومی لشکر اس کے ہمراہ تھا۔ وہ مقدس صلیب کے دن [2] اسکندریہ پہنچا اور قبطیوں پر دوبارہ ظلم وستم ڈھانے لگا۔ پھر وہ بابلیون آ کر عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ملا اور جزیہ کی ادائیگی تسلیم کی اور عمرو کے ساتھ اس معاہدے پر اتفاق کیا کہ وہ گیارہ ماہ کے بعد اسکندریہ ان کے حوالے کر دے گا۔

[1] خلقید ونی مذہب مسیحی کلیسا کی چوتھی عالمی کونسل (Fourth Ecumenical Council) میں اپنایا گیا تھا جو 451ء میں خلقیدون (Chalcedon) کے مقام پر منعقد ہوئی تھی۔ اس کونسل نے مسیح علیہ السلام کی بحیثیت خدا اور انسان دوہری مگر وحدانی نوعیت'' کی توثیق کر دی۔ خلقیدون کو ان دنوں ''قاضی کوئی'' کہا جاتا ہے اور یہ ایشائے کوچک (ترکی) میں آبنائے باسفورس پر واقع ہے۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص:241)

[2] یوم مقدس صلیب (Holy Cross Day) صلیب کے اعزاز واکرام کا دن ہے جسے عیسائی 14 ستمبر کو مناتے ہیں۔ (آکسفورڈ انگلش ریفرنس ڈکشنری، ص:675)

مقوقس نے اسکندریہ والوں کے سامنے صلح کا معاملہ ظاہر نہ کیا حتی کہ مقررہ مدت پوری ہونے پر مسلمان شہر کی طرف روانہ ہوئے، تب اس نے صلح کا اعلان کیا۔ لوگوں نے مشتعل ہو کر اس کے محل کے سامنے مظاہرہ کیا لیکن اس نے عوام کے غصے کو ٹھنڈا کیا اور ان سے کہا کہ اس نے ان کی بھلائی اور ان کے جان و مال کے تحفظ ہی کی خاطر صلح کی ہے اور وہ ان کو ایسی جنگ میں نہیں جھونکنا چاہتا جس میں کسی کامیابی کی توقع نہیں ہے۔ لوگوں نے یہ سنا تو سب نے ایک نظر اس کے بڑھاپے اور اس کے کمزور ہوتے ہوئے جسم کی طرف دیکھا، پھر آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور جزیہ لا جمع کیا۔ سائرس نے جزیے کا مال اٹھوایا اور عمرو رضی اللہ عنہ کی طرف بھیج دیا۔

بٹلر کا خیال ہے کہ یہ صلح مقوقس کی خیانت تھی۔ لیکن یہ خیانت کہاں تھی جبکہ وہ واقعی مصر کی حفاظت سے عاجز آ چکا تھا اور مصر کے عوام نے بھی اُسے مسترد کر کے مسلمانوں کے ساتھ تعاون کرنا شروع کر دیا تھا۔ دوسری طرف رومی لشکر پست ہمت تھا، شام اور مصر کے علاقوں میں مسلمانوں سے سوائے شکست کے اُسے کچھ نہیں ملا تھا۔ بٹلر بھول رہا ہے کہ حکومتی نظام کی خرابی ملکوں کو تباہ کر دیتی ہے اگرچہ ان کے کوئی بیرونی دشمن نہ ہوں۔

قسطنطنیہ سے جب مارٹینا کے زوال، اس کی اور اس کے گروہ کی رسوائی، ملکہ کی جلاوطنی اور اس کی اولاد کے قتل کی خبریں پہنچیں تو سائرس کے گرد اس کے اپنے زوال کے بعد دکھوں اور غموں کا ہجوم ہو گیا۔ بڑھاپے کے ساتھ ساتھ اُسے پیچش کے مرض نے آلیا اور وہ مر گیا۔

سائرس اپنی موت کے دن تک مقوقس نہیں رہا تھا، البتہ اسکندریہ کے ملکانی کلیسا کا آرچ بشپ ضرور تھا۔ اس کے بعد کلیسا کی کرسی تین ماہ خالی رہی حتی کہ انھوں نے شماس پطرس کو آرچ بشپ کا خلعت پہنا دیا۔

آرچ بشپ بنیامین اور مسلمانوں کی رواداری

جن دنوں مقوقس سائرس مصر میں اپنا مذہب منوانے کے لیے قتل و غارت اور ظلم وستم کے سارے حربوں کا بے دریغ استعمال کر رہا تھا، بعض پادریوں سمیت قبطیوں کی بہت بڑی تعداد کو اپنا مذہب چھوڑنا یا رُوپوش ہونا پڑا تھا۔ اسکندریہ کا آرچ بشپ بنیامین بھی روپوش ہو گیا تھا، تاہم سائرس نے اس کے بھائی مینا کو پکڑ لیا اور اس کے دونوں پہلوؤں کی جانب آگ کی مشعلیں جلائیں جس سے اس کے جسم کی ساری چربی پگھل کر زمین پر بہہ گئی اور گھونسے مار مار کر اس کی ڈاڑھیں اور دانت گرا دیے گئے۔ اس پر بھی اس نے ان کے مذہب کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تو انھوں نے اسے ایک تھیلے میں ڈالا اور سمندر میں غرق کر دیا۔

حالات کا رخ یہی رہا حتی کہ اسلام غالب ہوا اور عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مصر فتح کرنے کے لیے آن وارد ہوئے۔ ابن عبدالحکم بیان کرتا ہے کہ بنیامین نے ان دنوں قبطیوں کو لکھا تھا کہ اب رومیوں کی سلطنت باقی نہیں رہے گی، اور ان کی بادشاہت ختم ہو جائے گی، لہٰذا وہ عمرو سے مل جائیں، چنانچہ کہا جاتا ہے کہ جو قبطی ان دنوں فرما کے علاقے میں تھے، وہ عمرو رضی اللہ عنہ کے مددگار بن گئے۔ پھر جب مصر کی فتح پایۂ تکمیل کو پہنچی تو ایک آدمی نے، جس کا نام شنودہ (سانوتیوس) تھا، عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو اسکندریہ کے سابق آرچ بشپ (بطریق) کے متعلق بتایا۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے مصر کے سرکاری افسران کو لکھا: ''قبطیوں کا بطریق بنیامین جہاں بھی ہو، ہم اُسے حفاظت اور امان کا یقین دلاتے ہیں۔ اس کے لیے اللہ کا عہد ہے، لہٰذا آرچ بشپ بے فکر ہو کر یہاں آئے تاکہ اپنے دین کے معاملات سنبھالے اور اپنی ملت کی دیکھ بھال کرے۔''

بنیامین یہ سن کر خوشی خوشی اسکندریہ لوٹا اور عمرو رضی اللہ عنہ نے اعزاز و اکرام کے ساتھ اس کے استقبال کا حکم دیا۔ یوں بنیامین نہایت عزت و احترام سے واپس آیا اور سارا مصر اس سے خوش ہوا۔ اس نے وعظ و نصیحت اور نرم خوئی سے لوگوں کو اس مسیحی مذہب کی طرف لوٹا دیا جس سے سائرس نے انھیں

مسجد ابوالعباس المرسی (اسکندریہ) جو 1775ء میں تعمیر ہوئی
اسکندریہ کی اس سب سے بڑی مسجد کے مینار 73 میٹر بلند ہیں
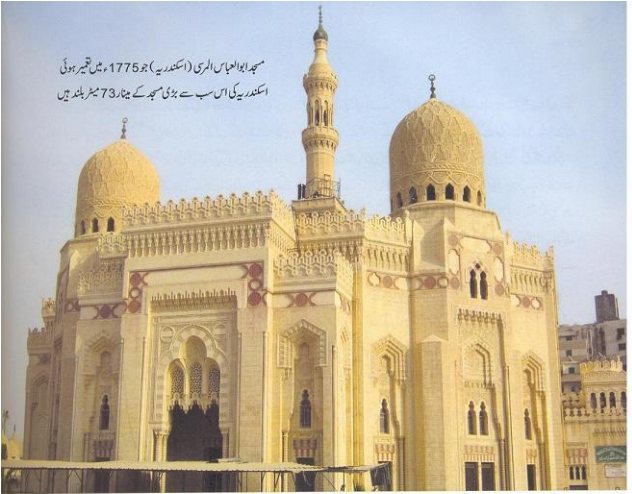
ہٹا دیا تھا، اور جو لوگ بھاگ گئے تھے وہ بھی واپس آ گئے۔ بنیامین نے وادیٔ نطرون کی مسیحی خانقاہیں پھر سے آباد کیں جن پر قبطیوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

بنیامین کہتا ہے: ''اب میں اپنے شہر اسکندریہ میں تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہاں خوف کے بعد امن قائم ہو چکا ہے اور آزمائشوں کے بعد لوگ مطمئن ہو چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کافروں کا ظلم و ستم اور ان کی سختی ہم سے دور کر دی ہے۔ اور کہنے والے نے سچ کہا کہ اگر مصر میں اسلامی فتوحات نہ ہوتیں تو قبطیوں کا دین زوال پذیر ہو جاتا۔''

اور جب قسطنطنیہ نے مصر کو مسلمانوں کے قبضے سے چھڑانے کے لیے مینوئل کو اسکندریہ کی طرف بھیجا تو بنیامین اور اس کی قوم مسلمانوں کی مدد کے لیے میدان میں آ گئے اور ان سے خیر خواہی کا اظہار کیا۔ اسکندریہ کی صلح میں انھوں نے مسلمانوں سے جو وعدہ کیا تھا، اس کی پوری پوری پاسداری کی۔

کلیسا میں بنیامین کے ساتھ ایک پادری اغاتو نامی تھا۔ سائرس کے دور میں وہ بڑھئی کا روپ دھار کر قبطیوں کے گھروں میں جاتا، انھیں تسلی دیتا اور صبر کی تلقین کرتا رہا تھا۔ پھر جب بنیامین اپنے منصب پر واپس آیا تو اس نے اغاتو کو اپنا معاون بنالیا، چنانچہ جب 41ھ/662ء میں بنیامین انتقال کر گیا تو اسے آرچ بشپ کے منصب پر فائز کیا گیا۔

قمری برسوں کا آغاز (یکم محرم) اور اس کے مقابل شمسی تاریخ

دن	ہجری تاریخ	عیسوی تاریخ
جمعہ	یکم محرم 1 ہجری	16 جولائی 622ء
منگل	یکم محرم 10ھ	9 اپریل 631ء
اتوار	یکم محرم 11ھ	29 مارچ 632ء
جمعرات	یکم محرم 12ھ	18 مارچ 633ء
پیر	یکم محرم 13ھ	7 مارچ 634ء
ہفتہ	یکم محرم 14ھ	25 فروری 635ء
بدھ	یکم محرم 15ھ	14 فروری 636ء
اتوار	یکم محرم 16ھ	2 فروری 637ء
جمعہ	یکم محرم 17ھ	23 جنوری 638ء
منگل	یکم محرم 18ھ	12 جنوری 639ء
جمعہ	یکم محرم 19ھ	31 دسمبر 639ء
منگل	یکم محرم 20ھ	19 دسمبر 640ء

شمسی برس کا آغاز (یکم جنوری) اور اس کے مقابل ہجری تاریخ

دن	عیسوی تاریخ	ہجری تاریخ
بدھ	یکم جنوری 632ء	2 شوال 10ھ
جمعہ	یکم جنوری 633ء	13 شوال 11ھ
ہفتہ	یکم جنوری 634ء	24 شوال 12ھ
اتوار	یکم جنوری 635ء	6 ذی قعدہ 13ھ
پیر	یکم جنوری 636ء	15 ذی قعدہ 14ھ
بدھ	یکم جنوری 637ء	28 ذی قعدہ 15ھ
جمعرات	یکم جنوری 638ء	9 ذی الحجہ 16ھ
جمعہ	یکم جنوری 639ء	19 ذی الحجہ 17ھ
ہفتہ	یکم جنوری 640ء	2 محرم 19ھ
پیر	یکم جنوری 641ء	14 محرم 20ھ

زمینی فاصلے

1 یوم = 2 برید = 8 فرسخ (فرسنگ)
1 برید = 4 فرسخ = 22.176 کلومیٹر
1 فرسخ = 3 میل = 5544 میٹر (تقریباً ساڑھے پانچ کلومیٹر)
1 مرحلہ = 5 تا 6 فرسخ
1 میل = 1848 میٹر[1]
1 غلوہ[2] = 1/10 میل = 184.8 میٹر

[1] یہاں میل سے مراد عربی میل ہے جبکہ ہمارے ہاں رائج ایک انگریزی میل 1609 میٹر کے برابر ہوتا ہے۔
[2] غلوہ ایک تیر پھینکنے یا 300 تا 400 ہاتھ کے فاصلے کو کہتے ہیں۔ (القاموس الوحید)

زمین کی پیمائشیں

1 جریب	=	3600	ذراع (مربع ضلع)
	=	1366	مربع میٹر
موجودہ مصری فدان	=	4200	مربع میٹر = 1 ایکڑ
	=	3.07	جریب

نقدی اور سکّے

1 دینار	=	1 مثقال
	=	4.25 گرام خالص سونا=234/3 قیراط
1 درہم	=	10/7 مثقال=14 قیراط
	=	2.975 گرام چاندی

عہد نبوی اور دور فتوحات میں1 دینار =10 درہم

مراجع ومصادر

اسم الكتاب	المؤلف	دار النشر	سنة النشر
الأتراك العثمانيون في أفريقيا الشمالية	الدكتور عزيز سامح ترجمة: محمود عامر	دار النهضة العربية	طبع1/1409هـ = 1989م
أحسن التقاسيم في معرفة الأقاليم	المقدسي البشاري	دار صادر	طبع 2/ بدون تاريخ
البلدان	اليعقوبي (أحمد بن يعقوب بن جعفر)	طبعة ليدن	1891م
تاريخ الإسكندرية وحضارتها في العصر الإسلامي	السيد عبدالعزيز سالم		
تاريخ الرسل والملوك	محمد بن جرير الطبري	دار المعارف- مصر	1986 م
تاريخ بغداد	الخطيب البغدادي	دارالفكر	طبع1/2004 م
تاريخ الجيوش	جورج كاستلان		
تاريخ الدولة العثمانية	يلماز أوزتونا، ترجمة: عدنان محمود سليمان و د/محمود الأنصاري	منشورات مؤسسة فيصل للتمويل، تركيا، إستانبول	1988م
تاريخ الدولة العلية العثمانية	محمد فريد بك، ترجمة: د/ إحسان حقي	دار النفائس	طبع6/1408هـ = 1988م
تاريخ سلاطين آل عثمان	أحمد القرماني، تحقيق: بسام الجابي	دار البشائر	طبع3/1405هـ = 1985م
تاريخ فتوح الشام	محمد بن عبدالله الأزدي		
تاريخ مدينة دمشق	ابن عساكر	دارالفكر- بيروت	طبع1/2000 م
التقاويم	محمد محمد فياض		
الجغرافية التاريخية الإسلامية	محمد أحمد حسونة		
جغرافية شبه جزيرة العرب	عمر رضا كحّالة		
جغرافيا العراق الطبيعية	جاسم محمد الخلف		
الجغرافيا العسكرية	الفريق طه الهاشمي	بغداد	طبع 1/1352هـ / 1933م
الخلافة العثمانية	الدكتورعبدالمنعم الهاشمي	دار ابن حزم	طبع 1/1425هـ / 2004م
خير الدين بربروسا	بسام العسيلي	دار النفائس	طبع 3/1406هـ / 1986م
الدولة العثمانية	د/عبدالهادي أستاذ علي أحمد لبن د/وفاء محمد رفعت	دار الوفاء	طبع 1/1414هـ / 1994م

اسم الكتاب	المؤلف	دار النشر	سنة النشر
الدولة العثمانية دولة مفترى عليها	د/عبدالعزيز الشناوي	مكتبة الأنجلو المصرية	1980م
الدولة العثمانية عوامل النهوض وأسباب السقوط	علي محمد الصلابي	دار التوزيع والنشر الإسلامية	2002م
الدولة العثمانية والشرق العربي	د/محمد أنيس	مكتبة الأنجلو المصرية	بدون تاريخ
خريطة العراق الأثرية	مديرية الآثار العراقية	بغداد	بدون تاريخ
سقوط المدائن ونهاية الدولة الساسانية	أحمد عادل كمال	دارالنفائس	بدون تاريخ
سير الآباء البطاركة	ساويرس بن المقفع		
الطريق إلى دمشق	أحمد عادل كمال	دار النفائس- بيروت	طبع2/1984م
الطريق إلى المدائن	أحمد عادل كمال	دار النفائس- بيروت	طبع5/1984م
العبر وديوان المبتدأ والخبر	ابن خلدون	دار ابن حزم	طبع1/2003م
العثمانيون في التاريخ والحضارة	د/ محمد حرب	دار القلم- دمشق	طبع1/1409هـ=1989م
العثمانيون والبلقان	د/ علي حسون	المكتب الإسلامي بيروت	بدون تاريخ
العثمانيون وتكوين العرب الحديث	سيار الجميل	مؤسسة الأبحاث العربية	طبع1/1989م
الفتح الإسلامي لمصر	أحمد عادل كمال	توزيع الأهرام	طبع1/2002م
فتح العرب لمصر	الفريد بتلر ترجمة: محمد فريد أبوحديد	مكتبة مدبولي	1416هـ-1996م
فتوح البلدان	أحمد بن يحيى البلاذري	دارالفكر- بيروت	إعادة الطبعة الأولى 1992م
فتوح مصر وأخبارها	عبدالرحمن بن عبدالله بن عبدالحكم	ليدن (Lydon)	1925م
الفتوحات الإسلامية الكبرى	جون باجوت جلوب		
في الحرب (On War)	كارل فون كلاوزفتز (Karl Von Clausewitz)	دارالكتاب العربي للطبع والنشر	بدون تاريخ
القادسية	أحمد عادل كمال	دار النفائس بيروت	طبع9/1989م
قيام الدولة العثمانية	د/ عبداللطيف دهيش	مكتبة ومطبعة النهضة الحديثة بمكة	طبع2/1416هـ/1995م
قوات البحرية العربية في مياه البحر المتوسط	د/ إبراهيم أحمد العدوي		
المسالك والممالك	ابن خرداذبه	EG.Praile	1889م
المسالك والممالك	الإصطخري	وزارة الثقافة والإرشاد-مصر	1381هـ/1961م

اسم الكتاب	المؤلف	دار النشر	سنة النشر
معجم البلدان	ياقوت الحموي	دار الفكر - بيروت	بدون تاريخ
معجم قبائل العرب القديمة والحديثة	عمر رضا كحّالة	دار العلم للملايين - بيروت	1388هـ/1968م
مفصل جغرافية العراق	طه الهاشمي		

اٹلس فتوحاتِ اسلامیہ

دنیائے اُردو میں اپنی نوعیت کی پہلی پیشکش

تاریخ، اقوام و مِلَل کے روز و شب کا آئینہ ہے اور تاریخِ اسلام نہ صرف ملّتِ اسلامیہ کی چودہ صدیوں کا آئینہ ہے بلکہ یہ رُوئے زمین پر بہترین انسانی تہذیب کی عکاسی بھی کرتی ہے، لہٰذا نئی نسلوں کو اُمّتِ مسلمہ کے عظیم فکری و سیاسی قائدین اور نامور شخصیات کے ساتھ ساتھ ایسے رجالِ کار اور مردانِ شجاع کے کارناموں سے آگاہ کرنا بھی اشد ضروری ہے جنھوں نے اعلائے کلمۃ الحق کے لیے باطل قوتوں کو جنگی میدانوں میں شکستِ فاش دی اور اُن سرزمینوں میں فروغِ اسلام کی راہ ہموار کی جہاں کفر و جہالت کی گھٹا ٹوپ تاریکیاں مسلّط تھیں۔

''اٹلس فتوحات اسلامیہ'' اسی اعلیٰ مقصد کے پیش نظر تیار کی گئی ہے۔ اس میں امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد سے لے کر عثمانی خلیفہ مراد ثالث کے عہد تک بیشتر اسلامی فتوحات کے روز بروز، ماہ بماہ اور سال بسال پیش آمدہ واقعات چہار رنگ نقشوں اور اچھوتی تصاویر کے ساتھ اس طرح بیان کیے گئے ہیں کہ قاری ان کے ساتھ ساتھ چلتا ہے، اس کے سامنے جابجا حیرتوں کے در وا ہوتے چلے جاتے ہیں اور اس پر نئے نئے راز منکشف ہوتے ہیں۔

''اٹلس فتوحات اسلامیہ'' کا مطالعہ خود کیجیے اور اپنے بچوں، عزیز و اقارب اور احباب کو اس کی ترغیب دیجیے۔ معنوی اور صُوری حُسن کی حامل یہ لاجواب اٹلس تاریخ و تحقیق کا ایک شاہکار ہے اور اُردو خواں شائقین کے لیے سوغات سے کم نہیں۔

Book No: 76